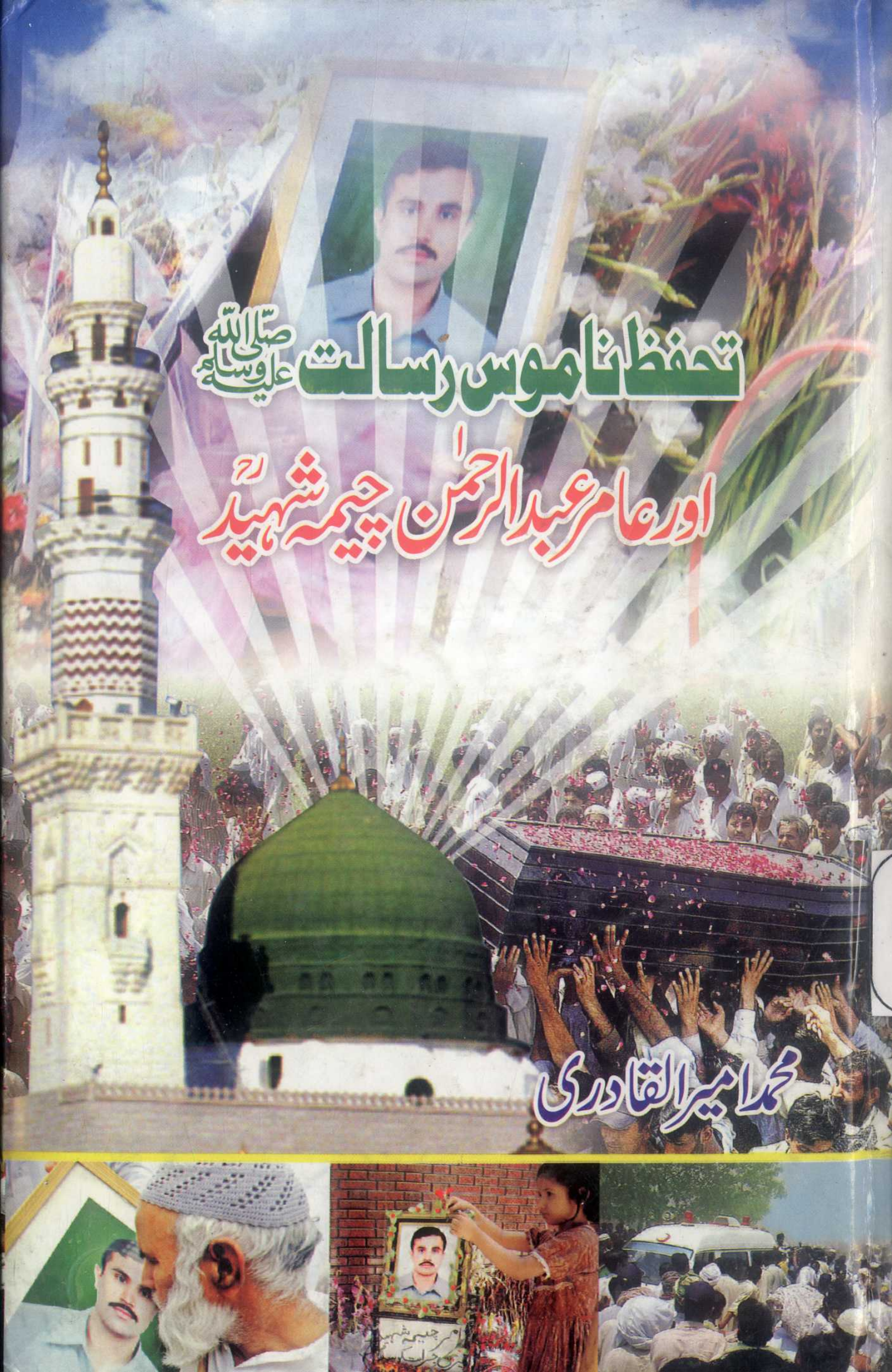


تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

اور عامر عبدالرحمن چیمہ شہید

محمد امیر القادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ

اور عامر چیمہ شہیدؒ

تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ

اور

عامر چیمہ شہیدؒ

شہید ناموس رسالت ﷺ، غازی عامر عبدالرحمٰن چیمہؒ
کی بہار آفریں زندگی کا ایمان افروز تذکرہ

ترتیب و تحقیق

محمد امیر القادری

اسلامک میڈیا سنٹر

دربار مارکیٹ، لاہور

0300-4385230, 0300-9429027

نام کتاب .... تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ اور عامر چیمہ شہیدؒ
تحقیق و ترتیب .... محمد امیر القادری
نظر ثانی .... محقق ختم نبوت محمد متین خالد
ناشر .... اسلامک میڈیا سنٹر دربار مارکیٹ، لاہور
0300-4385230,0300-9429027
اشاعت اوّل .... 17 جون 2006ء
کمپوزنگ .... محمد حفیظ
تعداد 1100
قیمت .... -/150 روپے

ملنے کے پتہ جات

مکتبہ جمال کرم
دربار مارکیٹ، لاہور

مکتبہ ختم نبوت
38-غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور

مکتبہ چشتیہ
دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ، ضلع سرگودھا

علم و عرفان پبلشرز
34-اردو بازار، لاہور

غوری بک ڈپو
مال روڈ قائد آباد، تحصیل و ضلع خوشاب

مکتبہ اسلامیہ
امین پور بازار فیصل آباد فون: 2631204

مکتبہ المجاہد
القمر ہاسٹل دارالعلوم بھیرہ شریف، سرگودھا

مکتبہ ختم نبوت
حضوری باغ روڈ، ملتان 0300-7187570

دارالاشاعت
اردو بازار، کراچی

مکتبہ رشیدیہ
راجہ بازار، راولپنڈی

حسن ترتیب

حصہ دوم

(توہین آمیز خاکوں کی اشاعت اور مسلم امہ کا ردعمل)

حصہ نظم

انتساب

عالم اسلام کی اس عظیم ہستی کے نام!!

جس کی درد و سوز سے بھرپور حیات نے امت مسلمہ کے خوابیدہ افراد کو جگایا اور ان کی عروقِ مردہ میں جذبۂ عمل کی روح پھونک دی۔

جس نے صحیفۂ انقلاب کی معرکہ آرا تفسیر لکھ کر حکمت و معرفت کے گوہر ہائے تابدار تہی دامن امت مسلمہ کے سپرد کیے۔

جس نے تاجدارِ حسینانانِ عالم ﷺ کی سیرت لکھ کر لاکھوں افراد کے حریم دیدہ و دل کو محبت مصطفےٰ ﷺ سے آشنا کر دیا۔

جس کی زندگی کا لحہ لحہ گلشن اسلام کی آبیاری میں صرف ہوا اور وسیع تر دینی خدمات کے لیے ایسی مادر علمی کا تحفہ امت مسلمہ کو دیا، جس سے تیار شدہ افراد آج چار دانگ عالم میں ناموسِ رسالت ﷺ کے تحفظ کے لیے سرگرم عمل ہیں۔

میری مراد مفکر اسلام، مفسر قرآن، عظیم سیرت نگار، نباضِ عصر حضور سیدی و مرشدی جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

خاکپائے حضور ضیاء الامت

محمد امیر القادری

تقریظ

امین حسن کرم، عکس جمال ضیاء الامت، مجاہد تحریک ختم نبوت، عظیم ماہر تعلیم، پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب (فاضل جامعہ ام القری مکہ مکرمہ)

سجادہ نشین دربار عالیہ بھیرہ شریف
پرنسپل دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف
چیئرمین ضیاء الامت فاونڈیشن انٹرنیشنل

دور حاضر میں جبکہ امت مسلمہ انتہائی مخدوش و مقہور حالات سے گزر رہی ہے، یورپی غنڈے سید الرسل، نبی کریم ﷺ کے توہین آمیز خاکے شائع کرنے کے بعد دندناتے پھر رہے ہیں۔ جبکہ 56 مسلم ریاستوں کے اقتدار پر مسلط غیرتِ قومی سے عاری افراد پوری دنیا میں ہماری جگ ہنسائی کا باعث بن رہے ہیں، ہر طرف مایوسیوں کی سیاہ رات خیمہ زن ہے، ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی اس حالت زار کو دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ایسی نازک ترین صورتحال میں غازی عامر چیمہ شہید جیسے فرخندہ فال نوجوان ہی اس ملت بیضا کا سرمایہ ہیں۔ جن کے خون کی سرخی صبح فردا میں رنگ بھر سکتی ہے، جن کے جذبوں کی حرارت کسی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے، جن کی صدائے ہنگامہ خیز صور اسرافیل کا کام دے سکتی ہے، جن کی سلگتی یادیں قوم کی عروق مردہ میں زندگی کی لہر دوڑا سکتی ہیں، جن کی غیرتِ عشق اپنوں اور بیگانوں کی پہچان کروا سکتی ہے۔ ایسے کوہ پیکر اور بلند ہمت لوگ ہی ہماری تاریخ کا قیمتی اثاثہ ہیں۔ جن کی باتوں اور یادوں سے کئی انقلاب جنم لے سکتے ہیں، تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ کے ایسے سدا بہار گلابوں کی خوشبو کو دامن قرطاس میں محفوظ کرنا بہت ضروری ہے۔ تاکہ نسل نو

ان کی پاکیزہ مہک سے اپنے مشامِ جاں کو معطر کر کے آمادۂ عمل ہو جائے۔

عزیزم امیر القادری اس لحاظ سے انتہائی خوش بخت ہیں کہ اللہ کریم انہیں ایک سچے عاشقِ رسول ﷺ کی خدمت میں خراجِ عقیدت پیش کرنے کی سعادت سے نواز رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب مکرم ﷺ کے توسل سے عزیز کی اس کاوش کو قبول فرما کر بیداریٔ امت کا سبب بنائے۔ آمین

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

پیر محمد امین الحسنات شاہ

7 جون 2006ء

حرفے چند

عشقِ رسالت مآب ﷺ مسلمان کا ایک گراں بہا سرمایہ ہے، اس کے بغیر کسی بھی کلمہ گو کا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا، یہی وجہ ہے کہ غلامانِ مصطفیٰ (ﷺ) محبوبِ مکرم، شفیعِ معظم ﷺ کی شان میں ذرا سی گستاخی بھی برداشت نہیں کر سکتے، تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کسی شاتمِ رسول نے دریدہ دہنی کی یا شانِ نبوت میں اپنے قلم خرافات رقم کو حرکت دی، تو مسلمانوں نے اس کے جسم و جان کے رشتہ کو منقطع کر کے جہنم واصل کر دیا۔ حالیہ، توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر مسلمانوں میں اضطراب اور غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی، بالآخر جرمنی سے ایک غلام مصطفیٰ ﷺ جس کا نام عامر چیمہ تھا، اٹھا اور شاتم رسول ایڈیٹر کو کیفر کردار تک پہنچا دیا اور امت مسلمہ کے ماتھے کا جھومر بن گیا، پوری مسلم امہ نے اسے شہید تسلیم کیا، عامر شہید کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے برادرم جناب محمد امیر القادری صاحب نے ایک جامع اور وقیع کتاب ترتیب دی، ہم یہ کتاب اس دعا کے ساتھ قارئین کے حوالے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے ''انقلابِ نو'' کا پیش خیمہ بنائے اور اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر ہمارے لیے باعث نجات بنائے۔

خاکپائے راہِ حجاز

ملک محمد محبوب الرسول قادری

چیئرمین اسلامک میڈیا سنٹر

0300-9429027

دیباچہ

اللہ رب العزت کے نبی مکرم ﷺ نے فاران کی چوٹی پر کھڑے ہو کر جب ”قولوا لا الہ الا اللہ“ سے اپنی دعوت کا آغاز فرمایا تھا تو بلند اقبال اور سعادت مند افراد یکے بعد دیگرے گلشن اسلام کی صدا بہار فضاؤں میں داخل ہو گئے لیکن جو تیرہ بخت تھے وہ اپنی سرکشی اور بغاوت کی وجہ سے دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوئے اور آخرت میں بھی جہنم کے شعلہ زار کے مستحق ٹھہرے۔ وقت گزرتا گیا، آمنہ کا لال ﷺ اپنی ”ماینطق عن الھویٰ“ کی زبان اقدس سے وحدانیت الٰہی کا درس دیتا رہا تا کہ کفر وشرک کے تپتے صحراؤں میں بھٹکنے والے اسلام کے مہکتے گلزاروں میں آئیں اور اپنے مشامِ جاں کو معطر کریں، تا کہ جہالت کی پگڈنڈیوں پر رینگنے والے شاہراہِ علم وعرفان پر گامزن ہوں اور الحاد کی شب دیجور کے باسی توحید کی صبح جانفزا سے آشنا ہوں۔ دعوت کا یہ سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ عرب کے ریگزاروں سے لے کر عجم کے لالہ زاروں تک اسلام کا خوبصورت پرچم لہرانے لگا۔ لیکن وہ لوگ، جن کی عقل مسخ ہو چکی تھی، جن کی فطرتِ سلیمہ کا چراغ بجھ گیا تھا، جن کے قلوب واذہان کھنڈرات بن چکے تھے، ان ازلی بدبختوں کو چمن اسلام کا اس قدر پھلنا پھولنا، اس میں غنچوں کا چٹخنا، اس میں کلیوں کا نکھرنا اور اپنے گلہائے رعنا سے چاردانگ عالم کو معطر کر دینا بھلا کیسے گوارا ہوتا؟

وہ بدطینت شروع دن سے ہی مختلف حربے آزماتے رہے، متعدد طریقوں سے مسلمانوں کو شکست وریخت سے دوچار کرنے کے پروگرامز بناتے رہے، اپنے اندر بغض وعناد کے بھڑکتے شعلوں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے طرح طرح کے نظریاتی وار کیے لیکن! بایں ہمہ غلامانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء اٹھے، آگے بڑھے اور دنیا پر چھا گئے جب ابلیسی کارندوں نے دیکھا کہ اسلام کے نام لیوا ہر میدان اور ہر محاذ سے کامیاب وکامران ہو کر لوٹتے ہیں، ہر اہم

موقع پر یہ متحد ہو جاتے ہیں، اور شانہ بشانہ چلتے ہیں، انہوں نے سوچا کہ کوئی ایسا طریقہ اپنایا جائے، جس سے ان کی صفوں میں اتحاد واتفاق کی بجائے انتشار وافتراق راہ پا جائے۔ دن رات ایک کر کے مغربی دہشت گردوں نے اپنی اس سازش کو تکمیل تک پہنچایا۔ اور مسلمان مسلمان بھائی کا دشمن بن گیا، ہماری اس خامی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے افغانستان کے کوہساروں پر ڈیزی کٹر بموں کی بوچھاڑ کر دی، اور افغان مسلمانوں کو خاک وخون میں غلطاں کر دیا، مزے کی بات تو یہ ہے کہ آلہ کار کے طور اسلامی نظریاتی مملکت پاکستان کو استعمال کیا گیا، عراق کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور مسلم حکمرانوں کو بھی اپنے قدم بقدم چلایا، حتیٰ کہ اب ایران اور شام پر حملہ کا پروگرام بھی وہ اپنے تئیں مکمل کر چکا ہے، اور مسلم حکمران ہاتھ پہ ہاتھ دھرے ”یس سر“ کہنے میں فخر محسوس کر رہے ہیں ۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

جب یورپی دہشت گرد مسلمانوں کی ”جمعیت“ کو پراگندہ کرنے میں کامیاب ہوئے تو انہوں نے ان کی ”غیرت وحمیت“ کو ٹیسٹ کرنا چاہا کیونکہ وہ دیکھ چکے تھے کہ

وہ مسلمان جو تاجور تھے، آج دریوزہ گر بنے پھرتے ہیں
وہ جو دنیا کے امام تھے، آج یورپ کے بے دام غلام بننے پہ نازاں ہیں
وہ جن کے قلوب واذہان کا قبلہ گنبد خضریٰ تھا، آج لندن وپیرس ان کا
پسندیدہ علاقہ ہے
وہ جو خاک مدینہ ونجف کو سرمۂ چشم بناتے تھے، آج امریکہ
کی دھول میں بصیرت وبصارت ڈھونڈ رہے ہیں
وہ جو قدامت پسند اور بنیاد پرست تھے، آج ”روشن خیال“
بلکہ ”روغن خیال“ بن چکے ہیں
وہ جو تیر وتفنگ اور شمشیر وسناں کے دلدادہ تھے، آج طاؤس ورباب
اور شراب وکباب کی محفلوں کی زینت ہیں..... ٹوٹ چکا ہوگا
گنبد خضریٰ سے ان کا ناطہ!..... بھول گئے ہوں گے یہ محبوبِ حجازی کو!
..... چھوڑ دیا ہوگا انہوں نے صحیفۂ انقلاب کو..... یہ کبھی متحد نہ
ہوں گے، کسی پلیٹ فارم پہ!..... کبھی نہ بھڑکے گی، ان کی غیرت

کی چنگاری!

آہ!!!! آج پھر قصر نبوت پہ نقب زنی کی کوشش کرتے ہیں!......

...... ناموس رسالت ﷺ پر پھر سے حملہ آور ہوتے ہیں اور مسلمانوں کی محمد عربی ﷺ سے محبت کا امتحان لیتے ہیں۔ مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے بالآخر ان دریدہ دہنوں نے مصورِ فطرت کے حسین ترین شاہکار کے جمالِ جہاں آرا کو مدہم کرنے کی مذموم کوشش کی، یہ 30 ستمبر 2005ء کی بات ہے، جب پہلی مرتبہ ڈنمارک کے اخبار ''جیلنڈ پوسٹن'' نے توہین آمیز خاکے چھاپے اور انہیں پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات اقدس و اطہر کی طرف منسوب کر دیا۔ پھر کیا تھا۔ غلامانِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء جو عرصہ دراز سے خواب غفلت کی زد میں تھے۔ ان میں ایک تشویش ناک لہر دوڑ گئی۔ اور وہ شیر کی مانند اٹھے، دھاڑے اور اپنی توانا آواز سے یورپی ایوانوں کے در و دیوار ہلا کر رکھ دیئے۔ وہی مسلمان جو پہلے مصلحت کوش تھے، اب پرجوش ہو گئے۔ وہ جو تن آسان تھے، اب سخت جان نظر آنے لگے...... جنہیں اپنوں کے خون بہانے سے فرصت نہ تھی، وہ دشمنانِ خدا و مصطفےٰ (عزوجل ﷺ) کو ٹھکانے لگانے پر تل گئے...... وہ جنہیں ''روشن خیالی'' کا مرض لاحق تھا، اب ان میں ''روحِ بلالی'' انگڑائی لینے لگی...... وہ جو افتراق و انتشار کا ''شکار'' تھے، اب متحد ہو کر یورپی خبیثوں سے ''آمادۂ پیکار'' نظر آنے لگے...... وہ جنہیں پیرس و لندن میں ''چین'' ملتا تھا، اب ان کا مرکز توجہ ''خطۂ حرمین'' بن گیا...... جو ''طاؤس و رباب'' کے رسیا تھے، اب کتابِ لاجواب کو تھام کر ''سفیرانِ انقلاب'' دکھائی دیئے...... تمام عالم اسلام میں تحریر و تقریر، جلسے، جلوس اور احتجاجی ریلیوں کے ذریعے غلامانِ مصطفےٰ ﷺ نے جذبۂ عشق رسالت مآب ﷺ کا حسین نمونہ پیش کیا، لیکن پھر بھی مغربی رویہ میں کوئی تبدیلی نہ آئی، اب ہر مسلمان کے نہاں خانۂ دل میں یہ آرزو اور تمنا جنم لینے لگی، کہ کاش! آج کوئی علم الدین اٹھے اور غیرت و حیا سے عاری، عالمی دہشت گرد اور دریدہ دہن مغرب کو سبق سکھا دے، اجابت کے پردے سرکے اور حریم کبریا میں اس دعا کو شرفِ قبولیت نصیب ہوا۔ اور 20 مارچ 2006ء کو جرمنی کی دھرتی ہی سے پندرہویں صدی ہجری کا علم الدین محمد عامر چیمہ اٹھا، غسل کیا، خوشبو لگائی، خنجر اٹھایا اور ڈائی ویلٹ (Die Welt) نامی اخبار کے گستاخ ایڈیٹر کے دفتر میں پہنچ کر بلا تاخیر پے در پے تین وار کیے اور اسے موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا کر دیا، یہ تھا عامر چیمہ کی محبت کا عملی ثبوت۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

عامر چیمہ جو وطن عزیز سے ماسٹر کی ڈگری لینے گیا تھا کچھ عرصہ بعد شہادت کے اعلیٰ اعزازات کے ساتھ وطن لوٹا اور ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی آنکھوں کا تارا بن گیا، اس کا نام نامی اب ان ''شہیدانِ ناموس رسالت ﷺ'' کی کہکشاں میں درج ہو گیا جنہیں جریدۂ عالم پر نقشِ دوام اور قبولِ عام حاصل ہے، والضحیٰ کے چہرۂ تاباں اور واللیل کی زلفِ پیچاں کے اسیر نے اس عظیم کارنامہ سے اپنے آپ کو امر کر دیا۔

تحریر و تقریر اور نظم و نثر کی صورت میں ہر مکتب فکر کے علماء و مشائخ ججز صاحبان، وکلاء، طلباء اور سیاسی راہنماؤں نے اس سچے عاشق رسول ﷺ کو خراجِ تحسین پیش کیا، یہ کتاب بھی میکدۂ عشق مصطفےٰ ﷺ کے اس رند پاکباز کو ہدیۂ سپاس پیش کرنے کے لیے تالیف کی گئی ہے۔ کیونکہ شہیدوں کی یاد بادِ نسیم کے جھونکے کی مانند ہوتی ہے۔ جو ہر لحہ، ہر آن مشامِ جان کو معطر و معنبر رکھتی ہے۔ ان کے کارنامے جذبۂ محبت کے لیے مہمیز کا کام دیتے ہیں۔ اور ان کی سیرت، نسل نو کے لیے قیمتی اثاثہ ثابت ہوتی ہیں۔

قارئین کرام! یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلا حصہ اس عظیم سپوت کے متعلق ہے، جس کے حریم دل میں عشق رسالت مآب ﷺ کی چنگاری سلگی، شعلہ جوالہ بنی اور بالآخر گستاخ رسول کو خاک کا ڈھیر کر گئی۔ اور دوسرا حصہ ''توہین آمیز خاکوں کی اشاعت اور مسلم امہ کا ردعمل'' اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے، تاریخی ریکارڈ درست رکھنے کے لیے دونوں موضوعات پر اخباری تراشے بھی دیئے گئے ہیں۔ تاکہ ''تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ'' کی تاریخ مرتب ہو جائے اور نسل نو تمام حقائق سے آشنا ہو سکے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ایک طالب علم کی اس کاوش کو شرفِ قبول سے نوازے، اور نوجوانانِ ملت کے لیے اسے انقلاب آفریں بنائے۔ آمین

خاکپائے شہیدانِ ناموس رسالت ﷺ

محمد امیر القادری

ڈائریکٹر محمدیہ غوثیہ رائٹرز گلڈ بھیرہ شریف

9 جون 2006ء بروز جمعہ المبارک

شکریہ!!!

☆...... مجاہد تحریک ختم نبوت، امین اماناتِ ضیاء الامت سیدی و مرشدی حضرت پیر محمد امین الحسنات شاہ دامت برکاتھم العالیہ کا، جنہوں نے کمال شفقت فرماتے ہوئے، اپنے گراں قدر وقت سے چند لمحات نکال کر کتاب پر خوبصورت اور وقیع تقریظ تحریر فرمائی۔

☆...... محقق ختم نبوت، مجاہد ناموس رسالت جناب ڈاکٹر محمد متین خالد کا جنہوں نے مسودہ کو غور وخوض سے پڑھا اور اس کی ترتیب وتسوید میں مکمل راہنمائی کی۔

☆...... علم وعرفان پبلشرز کے چیف ایگزیکٹو محترم جناب گل فراز احمد، محمد ابوبکر اور محمد حفیظ صاحب کا، جنہوں نے انتہائی مختصر وقت میں، اپنا کام روک کر مسودہ کی کمپوزنگ، طباعت اور اشاعت کی ذمہ داری لی۔

☆...... استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا ملک محمد بوستان مدظلہ العالی اور خطیب پاکستان، استاذی المکرّم جناب علامہ محمد اسلم رضوی مدظلہ العالی کا جنہوں نے یہ عظیم کام کرنے کی اجازت مرحمت فرما کر مکمل تعاون کیا۔

☆...... نامور دانشور، مورخ اہلسنّت محترم جناب ملک محمد محبوب الرسول قادری اور نوائے وقت کے کالم نگار جناب عرفان صدیقی کا، جنہوں نے کتاب کی اہمیّت وافادیت کا احساس دلایا اور اپنی قیمتی آراء سے نوازا۔

☆...... قائد طلبہ جناب ملک محمد جاوید اقبال کھارا، سید محمد ابوالحسن شاہ، محمد جعفر ماجد، محمد شہباز، محمد شعیب الحسن، احمد یار، حق نواز، علامہ محمد خبیب اور فاضل عربی کی کلاس کا، جنہوں نے قدم قدم پر ساتھ دیا۔

عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہید

حکیم رفعت نسیم سوہدروی

جرمن پولیس کے تشدد سے جام شہادت نوش کرنے والے 29 سالہ نوجوان طالب علم عاشق رسولؐ عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہید کے خاندان کا تعلق وزیر آباد کے نواحی قصبہ ساروکی سے ہے۔ پورا خاندان انتہائی دیندار اور علم وعمل کی پاکیزہ روایات کا حامل ہے۔ شہید کے والد پروفیسر نذیر احمد چیمہ صاحب علم، انتہائی دیندار اور متین شخصیت کے مالک ہیں۔ شہید تین بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا۔ عامر عبدالرحمٰن بچپن سے ہی دیندار اور اہل علم کی محبت میں وقت گزارنا پسند کرتا تھا۔ ساروکی چیمہ میں جس شخص سے بھی ملاقات ہوئی اس نے عامر شہید کی بڑی تحسین کی۔ اس کے مثالی کردار، چال چلن، فرماں برداری، ہونہاری اور نیک سیرتی کی تعریف کی۔ عامر عبدالرحمٰن چیمہ کے والد پروفیسر نذیر احمد چیمہ کے دو بھائی کراچی میں سرکاری ملازم ہیں۔ ایک بشیر احمد نیوی سے ریٹائر ہو کر آبائی گاؤں آ چکا ہے۔ دوسرا اقبال ریٹائرمنٹ کے بعد فوت ہو چکا ہے اور تیسرا بھائی عصمت اللہ کراچی میں کاروبار کرتا ہے جبکہ چوتھا بھائی منظور احمد آبائی گاؤں ساروکی چیمہ میں کھیتی باڑی کرتا ہے۔ پروفیسر نذیر احمد چیمہ کی تین بیٹیاں اور اکلوتا بیٹا عامر عبدالرحمٰن چیمہ تھا۔ دو بیٹیاں بیاہ دی گئی ہیں جبکہ تیسری بیٹی سائرہ غیر شادی شدہ ہے اور شہید اپنی اس بہن سے حد درجہ مانوس تھا۔ عامر شہید تعلیمی میدان میں بھی نمایاں کامیابی حاصل کرتا رہا۔ راولپنڈی میں جامع ہائی سکول سے میٹرک اور سرسید کالج راولپنڈی ہی سے ایف ایس سی کرنے کے بعد نیشنل کالج آف ٹیکسٹائل انجینئرنگ فیصل آباد میں بی ایس سی کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے جرمنی چلا گیا جہاں مینشن گلیڈ یاج

یونیورسٹی آف اپلائیڈ سائنسز کے شعبہ ٹیکسٹائل کے تین سمسٹر پاس کرنے کے بعد چوتھے آخری سمسٹر میں تھا۔ اس سفر کا اختتام تاریخ شہادت کو جیل میں ہوا اور منزل پر پہنچ کر فلاح و نجات سے سرفراز ہوا۔ دنیا بھر کے مسلمانوں نے ماہ عرب کی شان اقدس میں گستاخانہ کارٹون شائع کرنے پر شدید ردعمل کا اظہار کیا جبکہ تاریخ شاہد ہے کہ کسی بھی شاتم رسول کو سکون و پناہ نہیں ملی کیونکہ قادر مطلق اپنے محبوبؐ کے خلاف یاوہ گوئی اور ہرزہ سرائی کرنے والے کو عبرتناک سزا دیتا ہے۔ ابولہب توہین رسالت کا مرتکب ہوتا تھا جب مرا تو کسی نے دفن نہ کیا۔ نعش سے تعفن سڑانڈ اٹھی تو کفار نے اس کا گھر مسمار کر کے ملبے تلے دبا دیا۔ کعب بن اشرف اپنے انجام کو پہنچا۔ راجپال نے رنگیلا رسول لکھی تو نبیؐ کے عاشق صادق علم دین شہید نے راجپال کو جہنم واصل کر دیا۔

مسلمان کی محبت و عقیدت کا مرکز ہی فخر موجودات رحمت للعالمین ﷺ کی ذات اطہر ہے۔ گستاخی تو کجا نبی سے آواز کو اونچا کرنا سوئے ادب اور اعمال صالح کی غارت گری قرار دیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ جن کی اخلاقی رعنائی اور عملی زیبائی کا چار دانگ عالم میں شہرہ ہے اس ذات بابرکات کی حیات طیبہ اور سیرت مقدسہ پر خاکے شائع کرنا عذاب خداوندی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ آخر وہ کون سا جذبہ ہے کہ جس کی وجہ سے ایک نوجوان بلاتعصب و اختلاف قاتلانہ حملہ کا مرتکب ہوا۔ یہ سوال اہل مغرب کے لیے لمحہ فکریہ ہے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے مناقب و فضائل کا کون محافظ ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری تعریف و توصیف میں پہلے انبیاء کی سیرت و حیات کو مسخ نہ کرنا۔ خاکے شائع کرنے والے ایڈیٹر اور ارباب اختیار اگر مسلمانوں کی غیرت اسلامی کا جائزہ لے رہے ہیں تو اس کا عملی ثبوت عامر عبدالرحمٰن چیمہ کی صورت میں ان کے سامنے ہے۔ انسانی حقوق اور عدل و انصاف کے علمبردار ممالک میں اقدام قتل پر قتل کرنا کیا جائز ہے؟ اٹھاون اسلامی ممالک ہیں اور اٹھاون دن ہی عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہید پر جرمن پولیس نے تشدد کیا۔ اسے القاعدہ سے ملانے کے لیے نہ جانے کون کون سے ستم ڈھائے گئے۔ تاریخ اسلام میں حضرت بلالؓ پر ظلم و ستم کی روایات سے اہل ایمان زندگی و تابندگی پاتے ہیں۔ علم یقین نہیں بلکہ حق الیقین ہے کہ جرمن پولیس نے ہر جدید آلہ ستم سے عامر عبدالرحمٰن شہید پر ہر قسم کا تشدد کیا ہوگا لیکن ایک نبی ﷺ کا عاشق صادق ایک لمحہ کے لیے بھی اعلائے کلمۂ حق سے کنارہ کش نہ

ہوا ہوگا اور نہ ہی التماس و التجا کی ہوگی بلکہ اپنے نصیبے پر شاداں و فرحاں ہوگا۔ عامر عبدالرحمٰن چیمہ کی شہادت کو جدید دور میں جدید آلات و کمالات رکھنے والے نام نہاد عقل و دانش کے کسی پیمانے پر پرکھا جا سکتا اہل مدارس سے خائف لوگ کیا دینی مدارس اور مساجد ہی کو اہل ایمان کا مرکز سمجھتے ہیں۔ امر واقعی ہے کہ جب بھی آقائے نامدار اور مخبر صادق کی شان و آن میں یاوہ گوئی کی گئی تو بلا تخصیص و تفریق جس صاحب ایمان کو توفیق ملی وہ آپ پر قربان ہو گیا۔ سرکاری خفیہ ایجنسیاں معلومات جمع کر رہی ہیں کہ عامر شہید کس کس مدرسہ میں پڑھتا رہا حالانکہ 29 سالہ نوجوان سکول و کالج میں زیر تعلیم رہا۔ جب عامر کی گرفتاری کا دادی کو علم ہوا تو فرماتی تھیں کہ نذیر کا اکلوتا بیٹا ہے، دعا کرو کہ سلامت رہے۔ علماء کے ایک وفد نے شہادت کے بعد ساروکی آ کر عامر چیمہ کی دادی کے پاؤں چوم لیے اور کہا کہ آپ کی نسل نے امت مسلمہ پر احسان عظیم کیا ہے۔ وزیر آباد کے ایک وفد نے راولپنڈی میں شہید کے والدین سے ملاقات کی تو وفد میں شامل افراد حیران و پریشان تھے کہ نفسا نفسی کے اس دور میں پروفیسر نذیر احمد چیمہ اور ان کی اہلیہ صبر و رضا کے دامن کو تھامے الحمدللہ سے ہر مہمان کو خوش آمدید کہتے۔ اس دوران وزارت خارجہ کے ایک اعلیٰ آفیسر وارد ہوئے اور شہید کے والد سے کہا کہ نعش کے آنے پر کیا پروگرام ہے تو خدا کے صالح بندے نے جواب دیا کہ عامر میرا بیٹا تھا لیکن اب اس کی نعش امت محمدیہ ﷺ کی امانت ہے جس طرح مسلمان چاہیں اسے سپرد خاک کریں۔ وزیر آباد کے وفد کو یہ اعزاز بھی حاصل ہوا کہ شہید کی والدہ نے انہیں بلایا اور تعزیت پر فرمایا کہ آپ بھی میرے بیٹے ہیں وفد سیکرٹری بار وزیر آباد محمد ادریس سیال، اشتیاق ظفر چیمہ ایڈووکیٹ، ملک محمد شہباز پر مشتمل تھا۔ ممتاز قانون دان، تحفظ ناموس رسالت ﷺ محاذ وزیر آباد کے صدر میاں صلاح الدین قیصر نے اس کی قیادت کی۔ میاں صلاح الدین قیصر نے بتایا کہ نذیر احمد چیمہ کے در و دیوار سے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے گھروں جیسی عطر بیز مہک ٹپکتی تھی۔ بہن سائرہ کی حالت کا معلوم نہیں ہو سکا۔ وہ اپنے اکلوتے بھائی کی جواں مرگ شہادت سے گم سم بتائی جا رہی تھی۔

امانت بلا رہی ہے!

عرفان صدیقی

عامر شہید کی دعائے قل میں شرکت کے لیے سارو کی جاتے ہوئے میں عجیب و غریب سی سوچوں میں کھویا رہا۔ زندگی کتنی کشش رکھتی ہے۔ انسان اس کے لیے کیا کیا پاپڑ بیلتا، کیسے کیسے جتن کرتا، کن کن امتحانوں سے دوچار ہوتا، کیسی کیسی فصیلوں پر کمندیں ڈالنے کی کوشش کرتا اور کن کن سنگلاخ چٹانوں سے جوئے شیر بہا لانے کی سبیلیں تراشتا ہے۔ ہر آن اس کے سر پر ایک دھن سی سوار رہتی ہے۔ کوئی مجھ سے آگے نہ نکل جائے، کوئی مجھ پہ بازی نہ لے جائے، کسی کا قد مجھ سے بالا نہ ہو جائے، کوئی مجھ سے زیادہ نامور نہ ہونے پائے۔ اونچی مسند اور بلند منصب پانے کے لیے ہم کیسی کیسی معرکہ آرائیاں کرتے، کیسے کیسے ارفع نظریات کی بولی لگاتے، کیسے کیسے اصولوں کو منڈی کا مال بناتے، کیسی کیسی اخلاقی اقدار کو کوڑیوں کے مول لٹاتے اور کیسے کیسے سنگ آستاں کو اپنی سجدہ گاہ بناتے ہیں۔ اختیار اور اقتدار پر قابض رہنے کے لیے ذہن و فکر کی کیسی کیسی توانائیوں کو مہمیز کرتے، کیسے کیسے جادوگروں کو جاگیریں عطا کرتے اور کیسے کیسے بازیگروں کے کرتبوں کا سہارا لیتے ہیں۔ کوئی اچھی سی نوکری، کوئی بڑا سا گھر، ایک نئی نویلی گاڑی، آسائشیں، آرائشیں، اسباب، اثاثے، جائیدادیں، پلاٹ، پلازے، کارخانے، فیکٹریاں، کاروبار، نگر نگر کے تفریحی دورے، دولت، شہرت، نام، مقام، کیسے کیسے سراب ہیں کہ ہم مسلسل ان کے تعاقب میں رہتے ہیں۔ نیلے آسمانوں کے اوپر عرش معلیٰ پہ بیٹھی ہستی ہماری اس سیماب پائی اور اضطراب پہ مسکراتی رہتی ہے۔ پھر اچانک ایک نامطلوب گھڑی سر پہ آ کھڑی ہوتی ہے۔ کہیں دور رخصتی کا ناقوس بجتا ہے۔ جاہ و جلال،

کروفر، تخت و تاج، خدام ادب، نیزہ بردار، چوبدار، شاہی طبیب سب ہار جاتے ہیں۔ رگوں میں رواں لہو سرد پڑنے لگتا ہے، زمانے بھر کو اپنی مٹھی میں لینے والی انگلیاں بے جان سی ہونے لگتی ہیں، نبضیں ڈوبنے لگتی ہیں اور پھر سارا تماشا ختم ہو جاتا ہے۔ کوئی تاجدارِ زمانہ ہو، شہنشاہ عالم ہو، فاتح جہاں ہو، فقیر راہ یقین ہو، مفسر ہو، فقیہہ، محدث اور قطب زماں ہو سب کو ایک نہ ایک دن رخت سفر باندھنا پڑتا ہے اور جب بنجارہ لاد چلتا ہے تو سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاتا ہے۔

موت ایک اٹل حقیقت ہے لیکن عامر شہید چیمہ جیسی موت کتنوں کو نصیب ہوتی ہے؟ سارو کی سے ذرا پہلے ہی جسٹس (ر) افتخار چیمہ کے گھر رکا جہاں سابق صدر رفیق تارڑ بھی تشریف فرما تھے۔ شہید کے جنازے کا منظر موضوع گفتگو تھا۔ اتنا بڑا اجتماع سارو کی کی فضاؤں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ لوگ ننگے پاؤں دہکتی زمین پر دوڑے چلے آ رہے تھے۔ آسمان سے آگ برس رہی تھی لیکن عشق کی سرمستیوں نے انہیں اپنے آپ سے بے نیاز کر دیا تھا۔ وہ گر رہے تھے، بے ہوش ہو رہے تھے، پسینے میں شرابور تھے، پیاس سے ان کے ہونٹ چٹخنے لگے تھے۔ مغربی ذرائع ابلاغ کے نمائندے جنوں کی کرشمہ سامانیاں دیکھ رہے تھے اور حیران ہو رہے تھے کہ یہ لوگ کس سیارے کی مخلوق ہیں۔ بی بی سی کا نمائندہ بار بار منرل واٹر کی بوتل سے منہ لگا رہا تھا۔ بار بار پسینے سے تر چہرہ پونچھ رہا تھا۔ اس نے مائیک جسٹس (ر) افتخار چیمہ کے سامنے کیا تو وہ بولے ”تم لوگ اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ تمہارے پاس یہ تصور ہی نہیں کہ مسلمان رسول اکرم ﷺ سے کیسی محبت کرتے ہیں۔ ہمارے لیے اپنی جانیں، اپنے مال، اپنی اولادیں، ناموس رسالت ﷺ کے سامنے ہیچ ہیں۔ تمہیں اندازہ نہیں کہ عامر چیمہ سے لوگوں کی اس بے پایاں محبت کی وجہ کیا ہے۔“ بے شک انہیں اندازہ نہیں لیکن کیا انہیں اندازہ ہے جنہوں نے شہید کی میت کی بے حرمتی کی، اس کے والدین کی خواہشات کی نفی کی اور اس کی بہنوں کی آرزوؤں کا خون کیا؟ پورے خاندان کو یرغمالیوں کے سے انداز میں سارو کی پہنچایا گیا اور جبراً نمازِ جنازہ پڑھانے پر مجبور کر دیا گیا؟

دعائے قل سے فراغت اور پروفیسر نذیر چیمہ سے مل کر میں نے رخصت چاہی لیکن شہید کے قریبی اعزہ مجھے گھر لے گئے۔ شہید کی ماں، شہید کی بہنیں، برلن میں شہید کی میزبان ماموں زاد بہنیں، گھر کی دوسری خواتین اور قریبی اعزہ میرے پاس آ بیٹھے۔ عامر کی

مشکبو باتیں ہونے لگیں۔ ماں نے کہا ''وہ بہت ہی نیک بچہ تھا۔ جب کبھی توہین رسالت ﷺ کے بارے میں کوئی خبر چھپتی، وہ بہت بے کل ہو جایا کرتا تھا۔ اب میں سوچتی ہوں کہ وہ اکثر غازی علم دین شہید کا ذکر کیا کرتا تھا جیسے وہ اس کی پسندیدہ شخصیت ہو۔ پچھلے رمضان میں وہ آیا تو سترہویں اٹھارہویں روزے والے دن ہی واپس جرمنی جانے کا پروگرام بنالیا۔ میں نے کہا ''بیٹا عید تو کر کے جاؤ۔'' وہ کہنے لگا کہ ''میری حاضریاں کم ہو جائیں گی اور امی! آپ کی اصل عید تو اس دن ہوگی نا جس دن میں اپنی تعلیم مکمل کر کے اور ڈگری لے کے واپس آؤں گا۔'' مجھے کیا خبر تھی کہ وہ اتنی بڑی عید بن کر آئے گا۔''

برلن میں اس کی میزبان ماموں زاد نے بتایا ''ہمیں بالکل بھی اندازہ نہیں ہوا کہ وہ اس طرح کا کوئی پروگرام بنا رہا ہے۔ ہاں اس میں ہم نے بعض تبدیلیاں نوٹ کی تھیں۔ نماز وہ پہلے بھی پڑھتا تھا لیکن اتنے اہتمام سے نہیں۔ بعض اوقات چھوٹ بھی جاتی تھی لیکن اس مرتبہ وہ نماز کی سخت پابندی کر رہا تھا۔ اتنی کہ کھانا لگا ہوتا تو وہ کہتا۔ باجی نماز کا وقت ہوگیا ہے پہلے نماز پڑھ لوں۔ جمعہ کے روز علاقے کے مسلمانوں نے گستاخی کرنے والے اخبار کے دفتر کے سامنے مظاہرہ کیا لیکن عامر اس میں شریک نہیں ہوا۔ وہ مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے چلا گیا اور کافی وقت لائبریری میں گزارا۔ شام کو وہ میرے شوہر سے بڑے تجسس کے ساتھ پوچھتا رہا۔ ''مظاہرہ کیسا تھا، کتنے لوگ تھے، اس کا کوئی اثر ہوگا۔'' میں میاں سے کہتی تھی کہ ''عامر کچھ بدلا بدلا سا لگتا ہے لیکن ہمیں کوئی وہم و گمان تک نہ تھا کہ اس کے دل میں کیا ہے؟'' عامر کی بہنیں شدید اضطراب اور غصے میں تھیں۔ انہیں حکومت سے اس رویے کی توقع نہ تھی۔ ''ہمیں قیدیوں کی طرح یہاں لا پھینکا گیا۔ کچھ بھی ہماری مرضی کے مطابق نہیں ہونے دیا گیا۔ ہم سے بھی اور پورے پاکستان کے لوگوں سے بھی دھوکہ کیا گیا۔''

والدہ نے بتایا ''عامر کا خط ملنے کے بعد ہم نے فیصلہ کرلیا تھا کہ اس کی وصیت کے مطابق ہم اسے راولپنڈی کے بڑے قبرستان میں دفنائیں گے لیکن حکومت نے ایسا نہ ہونے دیا۔ ہم نے عامر کو امانتاً یہاں دفن کیا ہے۔ قوم کو چاہیے کہ وہ میت کو راولپنڈی لے جانے میں ہماری مدد کرے۔''

مرد شریف پروفیسر نذیر چیمہ نے بھی کہا کہ ''میت کو امانتاً یہاں دفن کیا گیا ہے'' غازی علم الدین شہید کی کہانی اپنے آپ کو دوہرا رہی ہیں تب علامہ اقبال نے قومی عمائدین

کے ساتھ مل کر ایک کردار ادا کیا تھا۔ آج سیاست کی دکان چمکانے اور قبر کی مجاوری کرنے والے بڑھ چڑھ کر کرتب دکھا رہے ہیں لیکن شہید کی وصیت اور ان کے والدین کی خواہش کو عملی جامہ پہنانے کی کوئی ٹھوس اور سنجیدہ کوشش نہیں ہو رہی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ شہید کے والدین سے مشاورت کے ساتھ بلا تاخیر ایک قومی کمیٹی تشکیل دی جائے جو حکومت پنجاب کے عمائدین اور ضروری ہو تو صدر مشرف سے مل کر میت کو راولپنڈی لانے کی کوشش کرے۔ اگر ایسی کمیٹی دس دن پہلے بن جاتی تو عامر کے لواحقین یکہ وتنہا نہ ہوتے اور نہ حکومت من مانی کر سکتی۔

میں نے پروفیسر نذیر، عامر کی والدہ، عامر کی بہنوں اور عامر کے قریبی عزیزوں کو دل گرفتہ پایا کہ بعض مذہبی گروہ عامر کی میت کو یرغمال بنانے کے لیے طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے کام لے رہے ہیں۔ انہیں دکھ تھا کہ سوا ارب مسلمان کے ہیرو اور پوری پاکستانی قوم کے دلوں میں دھڑکنے والے شہید کو گروہی اور مسلکی رنگ میں رنگ کر محدود اور متنازع بنایا جا رہا ہے۔ مجوزہ کمیٹی اس معاملے کو بھی اپنی تحویل میں لے کر غمزدہ خاندان کو گھیراؤ کی کیفیت سے نکال سکتی ہے۔

ساروکی سے واپس آتے ہوئے میں سوچ رہا تھا کہ کیسے کیسے نام آور دنیا سے جاتے ہیں تو ایک آنکھ بھی نم نہیں ہوتی اور کیسے کیسے گم نام اپنی آخری ہچکی کے ساتھ ہی کبھی نہ غروب ہونے والا آفتاب جہاں تاب بن جاتے اور کروڑوں انسانوں کے دلوں میں خوشبو کی طرح رچ بس جاتے ہیں۔ کیا یہ اسم محمد ﷺ کا اعجاز ہے؟

(روزنامہ ''نوائے وقت'' 16 مئی 2006ء)

عامر چیمہ شہید اور غازی علم دین شہید

محمد رفیق غوری

عامر چیمہ شہید کی شہادت کی خبر کئی روز سے اخبارات میں آ رہی ہے خبر تو میں نے بھی پڑھی لیکن پھر اس سبب اس موضوع پر کچھ نہ لکھا کہ ایسے موضوعات پر محض لکھ دینا مجھے کمزور ایمان کی علامت لگتا ہے ویسے بھی کبھی جن لوگوں کو ہم مجاہد کہتے تھے اب روشن خیال لوگ انہیں دہشت گرد یا شدت پسند اور معلوم نہیں کیا کیا کچھ کہہ رہے ہیں کہ میں نے تو اپنے مونچھوں والے دوست کو پہلے روتے اور کچھ دنوں بعد مونچھیں منڈوا کر پھرتے دیکھا وہ رو اس لئے رہا تھا کہ اس کے والد کی لمبی اور کالی سفید داڑھی تھی اور شکل اتفاقاً اسامہ بن لادن سے ملتی تھی اور والد صاحب نے چونکہ یہ سب کچھ شعوری طور پر کیا ہوا تھا وہ مسجد میں پانچ وقت نماز ادا کرتے تھے نتیجتاً کئی ایجنسیوں کے اہلکار ان کا پیچھا کرنے لگے اور بہت سے لوگ تو ہمارے اس ملنے والے کے والد کو اسامہ بن لادن ہی سمجھتے تھے اس نے ایجنسیوں کی بہت زیادہ بھاگ دوڑ کے بعد اپنے والد سے داڑھی منڈوا لینے یا کم از کم چھوٹی کر دینے کا مشورہ دیا تھا کہ مشکلات میں کچھ کمی ہو مگر والد صاحب کا کہنا تھا کہ انہوں نے داڑھی سنت رسول کے طور پر رکھی ہے وہ اسے منڈوائیں گے نہ چھوٹا کریں گے آخر بیٹے کو باپ نے کہہ دیا شرم کرو اور اگر شرم نہیں آتی تو اپنی مونچھیں منڈوا دو بیٹا جو اپنے والد کو اپنی بات نہیں منوا سکا تھا اس نے والد کی بات کو مانتے ہوئے مونچھیں منڈوا لیں۔

یہاں تو بات عامر شہید کی ہو رہی تھی کئی بہنوں کے اس اکلوتے بھائی نے حرمت رسولؐ کے لئے قربانی دینے سے پہلے یہ تک نہیں سوچا کہ میں اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہوں

مجھے ذاتی طور پر عامر نام بہت اچھا لگتا ہے ڈاکٹر عامر عزیز بھی عامر ہیں اور آئی ایس آئی کے میجر (ر) عامر بھی کیا خوبصورت عامر ہیں اور یہ عامر اپنے اپنے وقتوں کے اپنی اپنی جگہ پر دنیاوی آمروں، غاصبوں کو ہلا کر رکھ دیتے ہیں اب کچھ قوتیں ذرائع ابلاغ کے ذریعے یہ کوششیں کر رہی ہیں کہ وہ عامر چیمہ کی شہادت کو خودکشی کا عنوان دے دیں مجھے ان کوششوں اور خواہشوں پر ہنسی بھی آتی ہے اور رونا بھی مولانا مودودی کو جب 53ء کی تحریک ختم نبوت کے موقع پر لاہور کی ایک فوجی عدالت نے سزائے موت سنا کر جیل میں بھیج دیا تو جیل کے پاجامے میں آزار بند نہیں تھا مولانا نے آزار بند کا مطالبہ کیا تو انہیں بتایا گیا کہ سزائے موت قیدیوں کو آزار بند اس لئے نہیں دیا جاتا کہ کہیں وہ خودکشی نہ کر لیں اس کے جواب مولانا نے بڑے خوبصورت انداز میں جواب دیا کہ اللہ مجھے شہادت کی موت دے رہا ہو تو میں حرام موت کیوں مروں گا۔

جیسا کہ میں نے ابتدا میں بیان کیا تھا کہ میں اس پر کچھ نہیں لکھنا چاہتا تھا کہ کچھ موضوعات پر صرف لکھنا ہی کافی نہیں ہوتا بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور ہم بدنصیب کچھ نہیں کر رہے، محض لکھ رہے ہیں کہہ رہے ہیں محض لفظوں کی جگالی کر کے دانشور کہلوا رہے ہیں۔ اخبارات میں عامر چیمہ کی جو تصویر شائع ہوئی ہے اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ شہید جوان رعنا ہے جس کے بارے میں صوفی غلام مصطفیٰ تبسم نے لکھا تھا کہ

ایہہ پتر ہٹیاں تے نئیں وکدے

عامر چیمہ کی اس قربانی پر غازی علم دین شہید یاد آ گئے ہیں اس موقع پر ہمیں یہ بھی یاد کر لینا چاہئے کہ غازی علم دین شہید کو جب شاتم رسول کو کیفر کردار تک پہنچانے کا خیال آیا تو وہ ایک نہیں تھے انہوں نے اپنے دوستوں سے مشورہ کیا تھا اور ان کے تمام دوست یہ فرض ادا کرنے پر تیار تھے ہر کوئی یہ کام خود کرنا چاہتا تھا اور پھر اطلاعات کے مطابق اس وقت ٹاس کیا گیا اور ٹاس میں غازی علم دین شہید کا نام نامی اسم گرامی آ گیا ٹاس کیوں نہ ہوتا جوان رعنا اس پاک مقصد کیلئے اپنے آپ کو کیوں پیش نہ کرتے کہ بقول مولانا ظفر علی خان ؂

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

غازی علم دین شہید کو انگریزوں نے زبردستی میانوالی جیل لے جا کر دفن کر دیا تھا

جہاں آپ 14 دن تک مدفون رہے تھے مگر مسلمان نے احتجاج کیا تو غازی علم دین کو ان کی وصیت کے مطابق میانوالی سے لا کر میانی صاحب میں دفن کیا گیا اس کام کو عملی جامہ پہنانے کیلئے علامہ اقبال، حکیم احمد حسین، بشیر احمد رفیق، ملک لعل دین قیصر اور کئی دوسرے رہنماؤں نے گورنر سے ملاقات کی اس وقت کے گورنر کا بھی یہ کہنا تھا کہ انہیں خطرہ ہے کہ مشتعل مسلمان امن وامان کا خطرہ نہ پیدا کر دیں قصہ مختصر غازی علم دین کی میت کو لاہور لایا گیا تو ہر طرف خوشبو پھیل گئی جنہوں نے اس شہید کا دیدار کیا ان کے مطابق چہرہ تروتازہ تھا غازی علم دین کو اہل لاہور نے ہی نہیں پنجاب بھر کے مسلمانوں نے قبرستان میانی صاحب میں سپرد خاک کروایا۔

قارئین کو ایک بار پھر قند مکرر کے طور پر بتا دینا چاہیے کہ علم دین شہید 4 دسمبر 1908ء بروز جمعرات کو گویا آج سے تقریباً 100 سال پہلے محلہ سرفروشاں (چابک سواراں) رنگ محل لاہور میں میاں طالع مند کے ہاں پیدا ہوئے تھے انہوں نے ابتدائی تعلیم مکتبہ سادھواں بازار نوہریاں اندرون اکبری منڈی بابا کالو کے مکتب سے حاصل کی مسلمانوں پر اس وقت بھی برا وقت تھا انگریزوں کی حکمرانی تھی اور بعض عیار ہندو اپنی چالاکی اور ہوشیاری کی وجہ سے انگریز حکمرانوں کے قریب تھے یہ داستان آج کی توہین آمیز کارٹون مہم سے بہت مشابہہ ہے غازی علم دین شہید بے شک بابا کالو کے مکتب سے تعلیم حاصل کرنے والے تھے جبکہ عامر چیمہ شہید نے آج کے زمانے کی تعلیم حاصل کی ہوئی تھی غازی علم دین نے عامر چیمہ کی طرح جان کا نذرانہ دے کر تمام غیر مسلموں پر ثابت کر دیا تھا کہ مسلمان رسول عربی کی حرمت وناموس پر کٹ مرنے کی پرواہ نہیں کرتے اور جان جان آفریں کے سپرد کر دیتے ہیں غازی علم دین پر علامہ اقبال کا تبصرہ کیا خوب ہے۔

اسیں گلاں کردے رہے تے ترکھاناں دا منڈا بازی لے گیا

(روزنامہ "پاکستان" 15 مئی 2006ء)

عامر چیمہ شہید ایک پیغام اضطراب

پروفیسر محمد اسلم رضوی (بھیرہ شریف)

کچھ دنوں سے وہ بہت اُداس اُداس اور مغموم نظر آ رہا تھا اس کی آنکھیں اکثر اشکبار رہتی تھیں اس کی زندگی کے آنگن سے راحت وسکون کے سارے قافلے رخت سفر باندھ چکے تھے اک درد تھا جس کی ٹیسیں اسے بیکل کئے ہوئے تھیں اک غم تھا جو مسلسل اسے کھائے جا رہا تھا ایک اضطراب تھا جس نے اس سیماب فطرت نوجوان سے اکل وشرب کی لذتیں بھی چھین لی تھیں اس کی آنکھوں کی نیند بھی اپنا راستہ بھول چکی تھی۔

وہ رات بھر مصلی بچھا کر اس طبیب دلفگاراں ﷺ کے حضور درودوں کے گجرے پیش کرتا رہتا تھا اسی اثناء میں جب طوفان محبت سے ازخود رفتہ ہو جاتا تو اس کی چیخ نکل جاتی اور اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتا۔

عامر! تمہاری جوانی کا کیا فائدہ جبکہ تیرے رسول ﷺ کے والضحی کی شان والے چہرے سے شیطان کی اولاد مذاق کر رہی ہے۔

نہیں عامر میں ایسا نہیں ہونے دوں گا میں توڑ دوں گا وہ ہاتھ جنہوں نے میرے سلطان قلب وجاں ﷺ کی بے ادبی کی ہے۔ میں گدی سے کھینچ لوں گا وہ زبان جو میرے عربی محبوب ﷺ کی شان میں ہرزہ سرائی کر رہی ہے جب کہیں بیٹھتا غازی علم الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خوش خصالی اور بلند اقبالی کے تذکرے چھیڑ دیتا تھا اسے اس شہید ناموس رسالت کی ساری داستان از بر تھی سچ کہتے ہیں تاریخ زندہ قوموں کا سرمایہ ہوتی ہے جس کی روشنی میں مستقبل کی پیش بندی کی جاتی ہے۔

وہ انجینئرنگ کا سٹوڈنٹ تھا لیکن اس کا دل شاہ کونین ﷺ کی محبت سے آباد تھا وہ یورپ کے غلیظ ماحول میں بھی پھول کی طرح شگفتہ اور شبنم کی طرح پاکیزہ سرشت تھا۔

اس کا جسم تو بیشک جرمنی میں تھا لیکن اس کی روح اپنے مرکز محبت کے بہت قریب تھی اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کا عشق اس کے رگ و پے میں سرایت کر چکا تھا یہی وجہ تھی کہ جب سے اس نے توہین آمیز خاکے دیکھے تھے اس کی زندگی کا چین اڑ گیا وہ جلد از جلد قرض محبت ادا کر کے سرخرو ہونا چاہتا تھا۔

20 مارچ 2006ء اس نے چاقو لباس میں کہیں محفوظ کیا اور اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ کا مظہر اتم بن کر دی ویلٹ اخبار کے دفتر کا رُخ کیا سیکورٹی کے افراد سے بچتے بچاتے وہ اس کمینے ایڈیٹر تک پہنچ گیا اس شیطان کے حواریین بھی اس مرد مجاہد کو مشکوک نگاہوں سے دیکھ رہے تھے جونہی اس نے ایڈیٹر پر حملہ کیا۔ تو وہ شدید زخمی ہو گیا اور بعد ازاں واصل جہنم ہو گیا لیکن یورپی میڈیا نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی کہ وہ بچ گیا تھا حالانکہ یہ غوغائے کاذب فقط خوف و ہراس سے اپنے شیطانوں کو بچانے کیلئے تھا۔

اور اگر بغرض محال وہ بچ بھی جائے تو اس کی زندگی سے آزادی سلب ہو چکی ہے اب وہ اپنی باقی ماندہ زندگی کسی نیم مردہ چوہے کی طرح کسی بل میں چھپ کر گزارے گا۔

محترم عامر عبدالرحمان چیمہ رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر لیا گیا اور پس دیوار زنداں ڈال دیا گیا چاہئے تو یہ تھا جرمن حکومت اس کے خلاف مقدمہ چلاتی اور کسی نتیجہ تک پہنچتی لیکن ان کو علم تھا کہ اگر اس نوجوان کو مسلمانوں سے ملنے کی مہلت دیدی گئی تو یہ اپنی خوابیدہ قوم میں صور اسرافیل پھونک جائے گا پھر ایک عامر نہیں کئی عامر میدان میں نکلیں گے جن کا سامنا ان کے لیے اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہو گا اس لیے ان بھیڑیا نما بدبختوں نے 20 مارچ سے 4 مئی تک اس عاشق رسول ﷺ کو مسلسل زدوکوب کیا۔ اس پر مصائب کے پہاڑ توڑے گئے وہ سنت بلال سمجھ کر ان تمام تکلیفوں کو برداشت کرتا رہا اور بالآخر اس نے جام شہادت نوش کر لیا ظالموں نے اس کی شہ رگ تو کاٹ دی لیکن اس سے عشق رسول کا اثاثہ نہ چھین سکے۔

یہ دنیا فانی ہے یہاں جو بھی آیا ہے جانے ہی کیلئے آیا ہے لیکن خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جو عالم دنیا کو چھوڑ کر عالم برزخ کی دہلیز پر قدم رکھتے ہیں تو ان کے استقبال کیلئے نبیوں کے سردار تشریف لاتے ہیں غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ غازی عامر عبدالرحمان

چیمہ شہید رحمۃ اللہ علیہ اسی قبیل کے لوگوں سے ہیں۔

محترم عرفان صدیقی کے کالم کے مطابق تو عامر چیمہ کی معراج ہو گئی۔

عامر چیمہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے استاد گرامی نے خواب میں دیکھا کہ محفل سجی ہوئی ہے جس پر نور کی برسات ہو رہی ہے سرکار دو عالم ﷺ کے صحابہ کرام موجود ہیں اور سلطان کشور حسن ﷺ بھی تشریف فرما ہیں پھر سرکار دو عالم اپنی میٹھی زبان کے ساتھ ارشاد فرما رہے ہیں وہ دیکھو عامر آ رہا ہے صحابہ کرام حضور کا فرمان سن کر کھڑے ہو جاتے ہیں سب عامر کو دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں پھر بار دگر سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں۔ حسن و حسین رضی اللہ عنہما وہ دیکھو کون آیا ہے۔ دیکھو میں اس کو تمہارے سپرد کر رہا ہوں تم اس کا خیال رکھنا۔

یہ تھا عامر شہید کے پاک نہاد استاد کا خواب جو اس نے عامر شہید کے سعادت مند باپ کو بھیگی پلکوں کیساتھ سنایا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی اس کریم رسول ﷺ کی بارگاہ میں اپنی وفاداری کا نذرانہ پیش کرے اور پھر ان کے لطف و کرم سے محروم رہے۔

میرے کریم تو پیار کرنیوالے پتھروں سے بھی وفا کرتے ہیں اور ان کو بھی محبتوں سے نوازتے ہیں فرمان رسالتماب ﷺ احد جبل یحبنا و نحبہ۔

احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں

اس بارگاہ میں کھجور کا خشک تنا بھی نذرانہ محبت پیش کرتے ہوئے رو پڑے اس کے سر پر بھی میرے کریم دست شفقت رکھتے ہیں اور پھر اپنے خاص جود و کرم سے اس کو جنت میں پہنچا دیتے ہیں پھر وہ عاشق رسول جس نے ناموس رسالت کا پہرہ دیتے ہوئے جام شہادت نوش کیا ہو اس پر کرم کی برکھا کیوں نہیں برسے گی۔

عامر جرمن سے انجینئرنگ میں ماسٹر کرنے کیلئے گیا تھا اس کے والد محترم پروفیسر نذیر چیمہ اس کی والدہ اور بہنیں اس انتظار میں تھیں کہ عامر کب ڈگری لیکر وطن واپس آئے گا۔

برادرم عامر چیمہ صاحب! تمہارے بوڑھے والد تمہاری ڈگری کا انتظار کر رہے ہیں آؤ ان کی خدمت عالیہ میں عرض کروایا جان میں ماسٹر کی ڈگری نہیں شہادت کا تاج سر پر سجا کے آیا ہوں میں نے اس نبی ﷺ کی ناموس پر جان دی ہے جس کی گرد راہ پر ہزاروں ڈگریاں قربان کی جا سکتی ہیں۔

ابا جان! اگر میں ڈگری لیکر آتا تو شاید اکیلا آتا آج دیکھو تو سہی فرشتوں کی پوری بارات میرے ساتھ آئی ہے۔

ہاں ہاں وہ دیکھو تو سہی پیارے مصطفیٰ ﷺ تمہیں کس قدر نگاہ محبت سے دیکھ رہے ہیں۔

عامر شہید! تمہاری ماں تمہارے بچپن سے لیکر جوانی تک کی ایک ایک تصویر کو چوم کر تمہیں یاد کر رہی ہے اس نے تو تمہاری شادی کے بھی بہت سارے پروگرام بنا رکھے تھے آؤ اپنی ماں کی بارگاہ محبت پناہ میں عرض کرو۔

امی جان! صبر کرو اور سنو وہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جنتی حوروں کے ہمراہ تمہیں شہید کی ماں بننے پر مبارکبادی کے تحفے عطا فرما رہی ہیں۔

امی جان! میری پیاری بہنیں میرا راستہ تک رہی ہونگی انہیں کہنا کہ سیدہ زینب و سکینہ رضی اللہ عنہما کا صبر یاد کرلیں جن کی آنکھوں کے سامنے علی اصغر شیر خوار سے لیکر امام حسین علیہ اسلام تک کتنے نفوس قدسیہ نے اسلام کی خاطر جان دی تھی اور علی اکبر شبیہ مصطفیٰ جن کی نظروں کے سامنے گھوڑے سے گرا تھا۔

امی جان! انہیں کہہ دینا کہ تمہارا لاڈلا ویر اس جہان نہیں اگلے جہان تمہیں ملے گا۔

امی جان! اگر میں ڈگری لیکر آتا تو فقط تمہاری دنیوی زندگی میں آسودگی اور راحت کا باعث بنتا لیکن اب اللہ کے کرم سے میں میدان محشر میں تمہاری عزت افزائی کا باعث بنوں گا۔

امی جان! اپنے پیارے بیٹے کا سلام نیاز و محبت قبول فرمائیے۔

عامر چیمہ شہید ایک ایسا کردار ہے جو مرور وقت کیساتھ ساتھ نکھرتا چلا جائیگا۔

عامر چیمہ شہید ایک ایسی آواز ہے جو قوم کے تن نیم جاں میں حیات تازہ پیدا کردے گی۔

عامر چیمہ شہید ایک ایسی للکار ہے جس کو سنکر اعداء رسول اپنے گھروں میں کانپ رہے ہیں۔

عامر چیمہ شہید ایک ایسا آفتاب ہے جس کی روشنی سے بے شمار تاریک دل منور

ہوئے ہیں۔

عامر چیمہ شہید ایک ایسا پھول ہے جو کبھی نہیں مرجھائے گا اور جس کی خوشبو اہل محبت وعقیدت کے مشام جاں کو ہمیشہ معطر کرتی رہے گی۔

اور اہل محبت اس عظیم ماں کو سلام عقیدت پیش کرتے رہیں گے۔ جس نے محبت رسول ﷺ کی لوریاں دے کر اپنے لخت جگر کو پروان چڑھایا تھا اور اس باپ کو بھی خراج محبت پیش کرتے رہیں گے جس نے درود شریف پڑھ کر اپنے اس عظیم سپوت کو گھٹی دی تھی۔

عاشق زار

خواجہ مسعود احمد

حیرت یہ ہے کہ وہ درس نظامی کا نہیں ٹیکسٹائل انجینئرنگ کا طالب علم تھا وہ راولپنڈی کے کسی دارالعلوم میں زانوئے تلمذ تہہ کر کے قرآن کی تعلیم حاصل کرنے والا نہیں برلن کے ایک ایسے تعلیمی ادارے کا طالب علم تھا جہاں اسلام تو کیا کوئی بھی مذہب چھو کر بھی نہیں گزرتا۔ اس کے باوجود جب بات اس کی عقیدتوں اور محبتوں کے محور تک پہنچتی تو وہ قرآن مجسم بن گیا اور پروانے کی مانند اپنی محبت پر ٹوٹ کر امر ہو گیا۔ یہی وہ حیرت انگیز سوال ہے جو مغربی دنیا کو درپیش ہے کہ جس میں مغربی جامعات سے تھنک ٹینکس تک اور دانشوروں سے سیاسی تجزیہ نگاروں تک یہ بحث جاری ہے کہ ٹی شرٹ اور جینز پہننے والے نوجوان ردعمل میں اس قدر آگے کیوں نکل جاتے ہیں کہ دوسروں کی جان لینے اور اپنی جان دینے میں انہیں مزہ آتا ہے۔

جرمنی میں توہین آمیز خاکے شائع کرنے والے اخبار کے ایڈیٹر کو قتل کرنے کی کوشش کرنے والے پاکستانی نوجوان عامر چیمہ کی ذہنی اپج رجحانات اور میلانات کا تجزیہ مغرب کا حقیقی دردسر ہے۔ لیکن اپنی سوسائٹی کے لیے تو عامر چیمہ جانثار رسالت ﷺ ہے ایک چاہا جانے والا شخص جسے بہت سے لوگ آئیڈلائز کرتے ہوں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آج راولپنڈی کے سروس روڈ کی ایک بغلی گلی میں فرط عقیدت سے نوجوانوں بوڑھوں اور خواتین کی ٹولیاں ہمہ وقت رواں دواں رہتی ہے۔ اور ان کی منزل حشمت علی اسلامیہ کالج کے ایک ریٹائرڈ پروفیسر نذیر احمد چیمہ کا گھر ہوتا ہے جس پر کسی آستانے کا گمان گزرتا ہے بہت دور

سے ہی عامر نذیر کو خراج عقیدت پیش کرنے والے بینر پوسٹر پینٹنگز اور ہاتھ سے لکھی گئی تحریریں اس بات کا پتہ دیتی ہیں کہ گلی کے آخری کونے میں کوئی غیر معمولی جگہ اور غیر معمولی شخص موجود ہے ملک کے کونے کونے سے عامر نذیر کے عشاق اور عقیدت مند قافلوں کی شکل میں ان راہوں کا طواف کرتے ہیں جن راہوں پر کبھی عاشق رسول ﷺ عامر چیمہ کا گزر ہوتا تھا۔ یوں آج راولپنڈی کی ساری رونقیں ریٹائرڈ پروفیسر کے گھر نے اپنے اندر سمیٹ لی ہیں اور وہ مرجع خلائق بن کر رہ گیا ہے۔ لوگ گھر کے باہر رکھے گلدستوں، ہاتھوں سے لکھی ہوئی تحریروں اور عامر نذیر کی تصویر دیکھ کر پرسکون ہو جاتے ہیں اور رشک کے جذبات آنسوؤں کا زمزم بن کر بہنے لگتے ہیں عقیدت مندوں کے ہاتھ سے لکھے گئے جذبات میں وہی بے ساختہ پن ہے جو پیدا ہونے والے ہرن کی پہلی چیخ یا پو پھٹتے ہی کوئل کی پہلی کوک میں ہوتا ہے۔ مثلاً ایک چھوٹے سے ہینڈ بل پر جسے دیوار پر چسپاں کیا گیا تھا ایک جذباتی تحریر کو یہ عنوان دیا گیا ہے۔

"عاشق کا جنازہ ہے بڑی دھوم سے نکلے۔"

پروفیسر نذیر احمد کے گرد عقیدت مندوں کا ہجوم ہمہ وقت موجود رہتا ہے اور یوں لگتا ہے کہ عامر نذیر کا باپ اس کا گدی نشین ہو۔ لوگ فرطِ عقیدت سے اس کے ہاتھ چومتے اور پاؤں دباتے ہیں اور دھیمے مزاج کا کم گو شخص میڈیا کا سامنا بھی کر رہا ہے۔ اور ان عقیدت مندوں کو ملاقات بھی دیتا ہے جو اس قیامت خیز گرمی میں پرصعوبت سفر کر کے محض اس شخص کو دیکھنے آتے ہیں جس کی تربیت نے عامر چیمہ کو اپنے عہد کا غازی علم دین بنا دیا۔ ملتان جیسے گرم ترین علاقوں سے آنے والے زائرین یہ ساری مشکل یہ سمجھ کر برداشت کرتے ہیں کہ یہ بارگاہ رسالت میں ان کا نذرانہ ہے کہ وہ ایک عاشق رسول ﷺ کے گھر کی راہ اختیار کریں۔

ہم پروفیسر نذیر احمد کے ساتھ محو گفتگو تھے کہ ایک ادھیڑ عمر معزز شخص کمرے میں داخل ہو کر پروفیسر نذیر احمد سے بغلگیر ہوئے۔ وہ پانچ منٹ تک روتے رہے ہم یہ سمجھے کہ پروفیسر صاحب کے کوئی عزیز دور سے آج ہی تشریف لائے ہیں۔ لیکن حیرت اس وقت ہوئی جب اس بزرگ نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میں گجرات کا ریٹائرڈ ایجوکیشن آفیسر ہوں۔ وہ پروفیسر نذیر احمد کو محض مبارک دینے آئے تھے کہ ان کا بیٹا بازی لے گیا۔

28 سالہ عامر چیمہ ایک معمولی اور پڑھاکو قسم کا نوجوان تھا۔ جب حشمت علی اسلامیہ کالج کے گراؤنڈ میں اس کے ہم عمر اور کلاس فیلو دھول دھپا اور غل غپاڑہ کر رہے ہوتے تو وہ کالج کی کالونی میں اپنے گھر میں بہنوں کے ساتھ کھیل رہا ہوتا۔ کم گو، غیر سیاسی خلوت پسند عامر مذہبی شعائر اور فرائض کی ادائیگی میں کسی غیر معمولی پھرتی کا مظاہرہ نہیں کرتا تھا۔ ایک سیدھے سادے پروفیسر کے گھر میں آنکھ کھولنے والا نوجوان جو شب زندہ دار بھی تھا اور نماز کا پابند اتنا کہ کالج کیا سٹاف میٹنگ کے دوران نماز کا وقت ہوتے ہی چپکے سے کھسک جاتا اپنے گھر میں موجود اسی رول ماڈل نے عامر کو علم دین بنا دیا۔ اور وہ عشق رسول میں اتنا غرق ہوگیا کہ پروفیسر نذیر احمد کو بارہا یہ شبہ ہونے لگا کہ وہ اس معاملے میں کبھی انتہا پر چلا جائے گا۔

پروفیسر نذیر احمد اس بات سے اتفاق نہیں کرتے کہ ان کا بیٹا انتہا پر چلا گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ حق پر تھا۔ انتہا پر وہ لوگ جا رہے ہیں جو ہمارے جذبات کو مجروح کرنے کو آزادی اظہار قرار دیتے ہیں۔

28 سالہ عامر چیمہ کی شہادت کیوں ہوئی کیسے ہوئی یہ ایک معمہ ہے۔ سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔ جرمنی کی جیل میں عامر پر کیا بیتی، یہ راز کبھی کھل نہیں پائے گا۔ کیونکہ عامر چیمہ پاکستان کا شہری تھا اور پاکستان میں سب سے سستی چیز انسانی جان ہے یہاں خون خاک نشینوں کا مقدر ہی یہ ہے کہ وہ رزق خاک ہو جائے۔ دنیا میں کہیں بھی پاکستان کے کسی بھی باشندے کو القاعدہ کا رکن قرار دے کر کسی ٹرائل کے بغیر مار دینا مچھر مارنے سے زیادہ آسان ہے۔ کیونکہ ہونا ہی کیا ہوتا ہے کہ پاکستان کا سفارت خانہ یا دفتر خارجہ ایک تشویش انگیز بیان کا ہوائی فائر ہی تو کرتا ہے۔ یوں اگر راولپنڈی کی اڈیالہ جیل میں جرمنی کا کوئی باشندہ پراسرار موت مرا ہوتا اور پاکستان کو اس کے قتل کو خودکشی ثابت کرنے کے لیے مناسب لفظ اور مربوط کہانی بھی دستیاب نہ ہوتی تو جرمن حکام میڈیا نے ہماری دوڑیں لگوا دی ہوتیں لیکن عامر چیمہ تو پاکستان کا شہری تھا جہاں پٹرول مہنگا اور خون سستا ہے۔

عامر چیمہ کی شہادت نے یہ سوال پھر تازہ کر دیا کہ تہذیبی تصادم کروسیڈز اور عالمی دہشت گردی کے تعاقب کے نام پر دنیا کو بالعموم اور مسلم سماج کو بالخصوص کس رخ پر دھکیلا جا رہا ہے۔ مغربی معاشرے میں ٹیکسٹائل انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کرنے والے شیوڈ جینز اور ٹی

شرٹ پہننے والے عامر چیمہ نے کمپیوٹر کے کی بورڈ سے ہاتھ اٹھا کر چھری اٹھالی۔ 9/11 کے مبینہ سولہ ہائی جیکر نوجوان بھی اتنے ہی لبرل اور معمولی نوجوان تھے۔ برطانیہ کے حملہ آور بھی وہیں کے تعلیمی اداروں میں پڑھنے والے لڑکے تھے۔ ان میں کوئی بھی جامعۃ الازہر قاہرہ کا فارغ التحصیل نہیں تھا۔ یہ ایک ایسا انقلاب ہے جس میں بغاوت کی لہریں خود مغربی تہذیب کے اندر سے پھوٹتی ہیں۔ وہ اس کا علاج پاکستان اور سعودی عرب کے نظام تعلیم اور نصاب تعلیم کی تبدیلی میں ڈھونڈ رہے ہیں تو کیا اب مغربی آکسفورڈ اور ہاورڈ کا نصاب تعلیم بھی تبدیل کر دے گا۔ اس نظام تعلیم میں پڑھنے والے مسلم نوجوان ردعمل میں زیادہ دور تک نکل جانے کی صلاحیت حاصل کر رہے ہیں مسئلہ دوربین کا نہیں خوردبین کا ہے وہ جس خرابی کو نظام تعلیم میں ڈھونڈ رہے ہیں وہ دراصل ان کی حکمت عملی میں ہے جو "عامروں" کو "علم دین" بننے پر مجبور کر دیتی ہے۔

(الجلال 22 مئی 2006ء)

عصر حاضر کا غازی علم الدینؒ شہید...... عامر چیمہ شہیدؒ

پروفیسر حبیب اللہ چشتی

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمان غیور
موت کیا شے ہے؟ فقط عالم معنی کا سفر
ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ
قدر و قیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر
آہ ! اے مرد مسلمان تجھے کیا یاد نہیں؟
حرف لاتدع مع اللہ الھا آخر

(اقبال)

ہر کوئی اس کے مقدر پہ رشک کر رہا تھا۔ دل اس کی محبت میں تڑپ رہے تھے کھیں اشک باریوں سے خراج تحسین پیش کر رہی تھیں۔ ماؤں کی دعائیں اسی کے لئے ف ہو کر رہ گئیں تھیں۔ بہنیں ایسے بھائی پہ مان کر رہی تھیں۔ نوجوان اسی کو اپنا آئیڈیل سمجھنے خر کر رہے تھے۔ مناجات سحری میں اسی کے لئے دامن پھیلے ہوئے تھے۔ جدھر نظر اٹھائیں تہار اور بینرز اسی کو خراج تحسین پیش کر رہے تھے "عامر شہید تیری عظمت کو سلام" "عامر ید! تو نے مسلمانوں کا سر فخر سے بلند کر دیا" عامر شہید! جلدی آ تیری قوم منتظر ہے" "عامر ید بازی لے گیا" اور نہ جانے کن کن الفاظ سے محبتوں اور عقیدتوں کی مالا پیش کی جا رہی ں۔ اس کی گلی پھولوں اور گلدستوں سے لد گئی تھی۔

ابھی چند دن پہلے تک تو عامر ایک غیر معروف نوجوان تھا، پاکباز تھا، شریف طبع تھا زی تھا، خود دار تھا۔ لیکن ان صفات کے حامل تو بے شمار نوجوان اس پاک دھرتی پہ جیتے

تھے۔ یہ عامر یکدم دلوں کی دھڑکن کیسے بن گیا؟ اس کا نام امر کیوں ہو گیا؟ یہ لوگوں کے لئے عقیدتوں کا اتنا بڑا مرکز کیسے بن گیا کہ لوگ اس کی گلی میں وضو کر کے داخل ہوتے تھے۔ ننھے منھے معصوم بچے جو فطرت سے ذرا بھر انحراف نہیں کرتے اس کے لئے کارڈ لکھ کر مبارک باد دے رہے تھے۔ ان سوالوں کا ایک اور صرف ایک جواب تھا کہ عامر شہید حرمت رسول ﷺ پہ کٹ مرا تھا۔ مجاز میں نہیں وہ حقیقت میں تحفظ ناموس رسالت ﷺ پہ قربان ہو گیا تھا۔ اسی لئے یکدم وہ زمین سے اٹھ کر آسمانوں پہ جا پہنچا۔ گمنامی کے کنج تنہائی سے اٹھ کر شہرت کی فضاؤں میں محو پرواز ہو گیا تھا۔

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسمان کو بیکراں سمجھا تھا میں

(اقبال)

عامر عشق رسول ﷺ کی جس راہ پہ چلا تھا وہ راہ ایک حقیر قطرہ کو سمندروں کی وسعتیں دے دیتی ہے۔ ذرہ بے مایہ کو صحراؤں کی وسعتوں کا امین بنا دیتی ہے اور پانی کے بلبلہ سے بھی غیر محفوظ زندگی رکھنے والے کو حیات سرمدی عطا کر دیتی ہے۔

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

آیئے عامر شہید کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں!

سوانحی خاکہ

عامر چیمہ کے والد گرامی کا نام نذیر احمد ہے جو راولپنڈی میں حشمت علی کالج میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کا آبائی وطن ضلع فیصل آباد تھانہ گوجرہ کا ایک گاؤں سارو کی ہے۔ تقریباً تیس سال قبل ان کا خاندان تحصیل وزیر آباد میں آ کر آباد ہو گیا لیکن پروفیسر نذیر احمد چیمہ راولپنڈی میں سروس کے سبب وہاں آباد نہ ہو سکے اور وہ راولپنڈی میں ہی آباد ہو گئے۔ آج ان کا گھر ڈھوک کشمیریاں میں ہے۔ عامر چیمہ 6 دسمبر 1977ء کو ننھیال کے گاؤں اعوان والی ضلع حافظ آباد میں پیدا ہوئے۔ تین بہنوں کے اکلوتے بھائی تھے پرائمری تک تعلیم ڈھوک کشمیریاں سے حاصل کی میٹرک گورنمنٹ کیمبری مینسو سکول سے کیا۔ ایف ایس سی سرسید کالج اور ٹیکسٹائل انجینئرنگ میں بی بی ایس کی ڈگری نیشنل کالج

فارٹیکسٹائل سے حاصل کی۔ آج کل ٹیکسٹائل ڈیزائننگ ڈگری کے لئے فرینکفرٹ کی یونیورسٹی میں پڑھ رہے ہیں اور صرف دو مہینوں میں ان کی تعلیم مکمل ہونے والی تھی۔

اوصاف و کردار

فطرت جن لوگوں سے کوئی بڑا کام لینا چاہتی ہے شروع سے ہی انہیں اپنی نظر رحمت میں رکھتی ہے۔ عامر بچپن سے ہی ایک ذہین، پاکباز، نیک سیرت اور غیور انسان تھے۔ تعلیمی میدان میں بھی ان کا ریکارڈ انتہائی اعلیٰ تھا۔ انہوں نے میٹرک میں ۶۸۹ نمبر حاصل کئے۔ اور ایف ایس سی میں ۸۱۶ نمبر حاصل کئے ہر امتحان میں نمایاں پوزیشن حاصل کی۔ بچپن میں ہی ان کا مزاج عام بچوں سے مختلف تھا۔ وہ گلی محلے میں گندے بچوں کے ساتھ نہیں کھیلتے تھے اپنی تعلیم پر مکمل توجہ مرکوز رکھتے تھے۔ نماز باقاعدگی سے پڑھتے تھے اور والدین کی انتہائی فرمانبردار تھے۔ جوں جوں شعور بیدار ہوتا گیا ان کی فکر اور کردار میں مزید پختگی آتی گئی۔ مذہبی اور تاریخی کتب کا مطالعہ ان کا پسندیدہ مشغلہ بنتا گیا جب اس کے ہم عمر لڑکے کھیل کے میدان کا رخ کرتے تو عامر مسجد ابو حنیفہ کی طرف اپنے رب کو سجدہ کرنے کے لئے جا رہا ہوتا۔ یورپ کی تند تیز ہوائیں بھی اس کے نہاں خانہ دل میں جلنے والا محبت رسول ﷺ کا چراغ گل نہ کرسکیں۔

زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی
نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آداب سحر خیزی
(اقبال)

دینی حمیت و غیرت ایمانی

عامر شروع سے ہی لڑائی جھگڑے سے احتراز کرنے والا نوجوان تھا اس کے دوستوں کا کہنا ہے کہ جب بھی کبھی لڑائی جھگڑے کا موقع آتا عامر چپکے سے وہاں سے الگ ہوجاتا۔ عموماً یہ ہوتا ہے کہ لوگ فضول باتوں پر تو بڑی بڑی لڑائیاں لیتے ہیں لیکن غیرت وحمیت کے معاملات میں بزدل ثابت ہوتے ہیں لیکن عامر عام موقعوں پر تو لڑائی سے کنی کتراتا لیکن غیرت وحمیت کے موقعہ پر ہر مصلحت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے میدان میں کود پڑتا۔ اس کا اندازہ اس چھوٹے سے واقعہ سے لگایئے۔ عامر کا چچا منظور احمد چیمہ کہتے ہیں کہ

ایک مرتبہ چند لڑکے عامر کے گھر کے ساتھ والے گراؤنڈ میں ان کے گھر کی دیوار کے ساتھ کھیل رہے تھے اور ان کا دھیان گھر کے اندر بھی پڑتا تھا۔ جس سے عامر نے گھر کی دیوار پھلانگی اور لڑکوں کو وہاں سے کھیلنے سے منع کیا جس پر وہ عامر سے الجھنے لگے۔ میں باہر نکلا اور ان لڑکوں کو بھگا دیا۔ میں نے عامر سے کہا وہ پانچ تھے اور تم اکیلے ان سے کیوں الجھ گئے۔ عامر کہنے لگا ان کی جرات کیسے ہوئی کہ وہ ہمارے گھر کی دیوار کے ساتھ آکر کھیلیں۔

عامر میں دینی غیرت وحمیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ایک مرتبہ انہیں پتہ چلا کہ کسی نے حضرت مریم کی شان میں گستاخی کی ہے تو انہوں نے اسے قتل کرنے کا عزم مصمم کرلیا۔ والد نے بڑی مشکل سے انہیں سمجھا بجھا کر اس سے باز رکھا ان کے والد گرامی کہتے ہیں کہ عامر جب کالج میں پڑھتا تھا تو اسے کہیں سے پتہ چلا کہ ایک ٹیچر مرتد ہوگیا ہے۔ ایک دن عامر اسے فون کرنے لگا کہ میں آپ سے ٹیوشن پڑھنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا وہ تو میٹرک لیول کا ٹیچر ہے تم اس سے کیا پڑھو گے؟ پہلے تو اس نے مجھے ٹالنا چاہا میرے اصرار پر وہ کہنے لگا وہ مرتد ہوگیا ہے اور مرتد کی سزا قتل ہوتی ہے اس بہانے سے میں اسے قتل کرنا چاہتا ہوں۔

عامر شہید جب ایک ٹائل بنانے والی فیکٹری میں کام کرتے تھے۔ اس فیکٹری میں ایسے ڈیزائن والی ٹائل تیار ہوتی تھی جسے دیکھ کر یہ ہلکا سا شبہ پڑتا تھا کہ کہیں وہ اسم محمد (ﷺ) ہی نہ ہو۔ عامر نے اس پر شدید احتجاج کیا اور اس ڈیزائن کو بند کروانے کے لئے سرتوڑ کوشش کی لیکن جب کسی نے اس کی بات نہ مانی تو عامر شہید نے احتجاجاً وہ سروس ہی چھوڑ دی۔ بلاشبہ جو دینی حمیت میں اس قدر قربانیاں دے کر فطرت اپنی راہ میں ہی اس کو سر کٹانے کا جذبہ دیتی ہے۔

ہو صداقت کے لئے جس دل میں مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکر خاکی میں جاں پیدا کرے
پھونک ڈالے یہ زمین وآسمان مستعار
اور خاکستر سے پھر اپنا جہاں پیدا کرے
(اقبال)

منزل شہادت کی طرف

دینی حمیت وغیرت کے نازک جذبوں کی مقدس امانت جسے عامر چیمہ اپنے سینہ میں شروع سے چھپائے پھرتے تھے۔ اب اس کے اظہار کا وقت پورے جوبن پہ آگیا تھا۔ حق کے لئے سر کٹانے کی اس کی دیرینہ آرزوؤں کی تکمیل ہونے والی تھی۔ ناموس رسالت پہ کٹ مرجانے کی اس کی خواہش کو قدرت پورا کرنے والی تھی۔

جب ڈنمارک کے ایک اخبار میں نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں توہین آمیز خاکے شائع ہوئے تو پورا عالم اسلام تڑپ اٹھا۔ تاریخ کا شدید ترین احتجاج ہوا لیکن حقوق انسانی کے علمبردار ٹس سے مس نہ ہوئے۔ الٹا ان سے اظہار یکجہتی کے لئے مغرب کے بعض ممالک نے ان خاکوں کو دوبارہ شائع کرنے کی جسارت کی۔ ان ممالک میں جرمنی بھی شامل تھا۔ عامر جرمنی کے شہر فرینکفرٹ میں زیر تعلیم تھا جس اخبار نے یہ خباثت کی تھی ان کا دفتر برلن میں تھا۔ مناسب موقع آنے پر عامر برلن چلا گیا۔ یہاں اس کی ماموں زاد بہن مقیم تھی۔ وہ چند دن اس اخبار کے دفتر کا بغور مشاہدہ کرتا رہا۔ کیونکہ اس نے فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ اس اخبار کے ایڈیٹر کو توہین رسالت کی سزا دے گا اور اسے واصل جہنم کرے گا اس کے بعد کے واقعات جاننے کے لئے ”روزنامہ اسلام“ کی تحقیقاتی ٹیم کی رپورٹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(روزنامہ اسلام نے ۱۲ مئی ۲۰۰۶ء کے خصوصی ایڈیشن میں لکھا)

”ذرائع ابلاغ سے ملنے والی معلومات کے مطابق آپ کے اس کارنامے کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ آپ ۲۰ جنوری ۲۰۰۶ء کو نبی کریم ﷺ کے بارے میں گستاخانہ خاکے شائع کرنے والے اخبار DIE WELTE کے مرکزی دفتر میں داخل ہوئے اور تیز قدموں سے چلتے ہوئے اخبار کے ایڈیٹر HENRYK BRODER کے کمرے کی طرف بڑھے۔ موقع پر موجود سیکورٹی اہلکار خطرہ بھانپ کر آپ کی طرف لپکے اور آپ کو پکڑنے کی کوشش کی تو عامر شہید نے گرجدار آواز میں کہا“ خبردار اگر کوئی میرے قریب آیا تو میں بارود اور بم بلاسٹ کردوں گا۔ جس پر سیکورٹی اہلکار پیچھے ہٹ گئے اور عامر شہید دوڑتے ہوئے کمرہ میں گھس گئے اور اپنے کپڑوں میں چھپایا ہوا ہنٹر نائف نامی خاص شکاری خنجر نکال کر اس پر پے درپے وار کردیئے۔ جس کے نتیجے میں وہ ایڈیٹر شدید زخمی ہوگیا اتنے میں دفتر

کا عملہ اور سیکورٹی اہلکار جمع ہوگئے اور انہوں نے عامر شہید کو پکڑلیا۔ انہوں نے گستاخ رسول ایڈیٹر پر مزید وار کرنے کے لئے اپنے آپ کو ان لوگوں کو چنگل سے چھڑوانے کی کوشش کی لیکن وہ بہت سے تھے عامر شہید اکیلے تھے اس لئے وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب نہ ہوسکے۔ اور انہیں جرمن پولیس کے حوالے کردیا گیا۔

تین دن بعد جرمن پولیس نے عامر شہید کو اپنے اس تحریری بیان کے ساتھ عدالت کے روبرو پیش کیا۔ جس میں عامر شہید نے کہا تھا میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے اخبار DIEWELTE کے ایڈیٹر HENRYK BRODER پر قاتلانہ حملہ کیا ہے یہ شخص ہمارے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کا ذمہ دار تھا اگر مجھے آئندہ بھی موقع ملا تو میں ایسے ہر شخص کو قتل کردوں گا۔“

چند افسوس ناک پہلو

اس بے مثال جرات وشجاعت کا مظاہرہ کرنے والے پر اپنوں نے بھی ظلم کے پہاڑ ڈھائے اور غیروں نے بھی۔ جرمنی حکومت اس بے مثال شہادت کو خودکشی قرار دینے پر تلی ہوئی ہے۔ وہ تو خیر دشمن ہیں ان سے کیا گلہ۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت نے بھی رسمی جملوں کے سوا اس کے ساتھ کوئی تعاون نہیں کیا۔ اس کے گھر والے چیخ رہے ہیں ہمیں حکومت نے دھوکے میں رکھا ورنہ ہم خود اس کا مقدمہ لڑ لیتے۔ اس کی شہادت کے بعد اس کے جسد خاکی کو پاکستان لانے میں جس قدر تاخیر ہوئی شہید کا خاندان اور پوری قوم جس کرب سے گزری ”الامان والحفیظ“ پھر شہید کی خواہش تھی کہ اسے جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو انہیں کسی ولی اللہ کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ یہ بھی حکومت نے نہ کرنے دیا۔ شہید کے گھر والے چونکہ تیس سال سے راولپنڈی میں مقیم ہیں ان کی خواہش تھی کہ اگر پہلی صورتیں ممکن نہ ہوں تو کم از کم انہیں راولپنڈی میں دفن کیا جائے۔ لیکن ہمارے حکومت نے جبراً ان کے آبائی گاؤں میں دفن کروایا۔ ان کا جنازہ تک راولپنڈی میں نہ ہونے دیا۔ ان کے جنازہ میں بی بی سی کے مطابق دو لاکھ افراد شریک ہوئے۔ اندازہ فرمایئے جب ان کے گاؤں میں دو لاکھ افراد پہنچے تو اگر وہ جنازہ راولپنڈی میں ہوتا تو یہ افراد کتنے لاکھ ہوتے۔ ایک شہید کے جنازہ پڑھنے سے لاکھوں افراد کو محروم رکھنے کا حساب ہماری مصلحت بین

حکومت کو بروز حشر دینا ہوگا۔

اس تناظر میں ایک اور بڑی دردناک بات سامنے آئی کہ مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے لوگ شہید کو اپنا ہم مسلک ثابت کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ نماز جنازہ پڑھانے میں بھی تکرار تک نوبت پہنچی۔ روزنامہ جناح نے ۱۴ مئی ۲۰۰۶ء کی اشاعت میں لکھا ''جماعت الدعوۃ کے مرکزی رہنما امیر حمزہ امیر حسین گیلانی، پروفیسر منور حسین نے نماز جنازہ پڑھانے کی خواہش کا اظہار کیا لیکن جب شہید کے والد نے محسوس کیا کہ نماز جنازہ پڑھانے کے مسئلہ پر علماء میں تلخی بڑھ رہی ہے تو شہید کے والد پروفیسر نذیر چیمہ نے خود نماز پڑھائی''۔

''روزنامہ انصاف'' نے اپنی ۱۴ مئی کی اشاعت میں اسی تناظر میں لکھا۔

''غازی عامر چیمہ شہید کے والد پروفیسر نذیر چیمہ نے اعلان کیا کہ میرا بیٹا اور ہمارا پورا خاندان یارسول اللہ ﷺ کا نعرہ لگانے والے اہل سنت والجماعت ہیں۔ اس لئے جنازہ بھی یارسول اللہ ﷺ کا نعرہ لگانے والے اہل سنت والجماعت ہی پڑھائیں گے۔''

جو لوگ اس موقع پر بھی اپنی سیاست چمکانا چاہتے تھے انہیں سوچنا چاہئے کہ کیا ایسے موقعوں پر سیاست کسی انسان کو زیب دیتی ہے؟

مبشرات

قرآن کریم میں فرمایا گیا لھم البشری فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ۔ کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے لئے دنیا اور آخرت میں بشارتیں ہیں۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں دنیا کی بشارتوں سے مراد وہ خواب ہیں جو وہ مومن خود دیکھتا ہے یا اس کے بارے میں کوئی دوسرا دیکھتا ہے۔

عامر شہید کے متعلق بہت سے لوگوں نے بہت کچھ دیکھا صرف ایک یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ شہید کے ایک استاد محمد یحیٰ علوی فرماتے ہیں کہ میں رات کو تقریباً ۵۰۰ مرتبہ درود پاک پڑھ کر سوتا ہوں۔ ایک دن میری قسمت جاگی میں نے خواب دیکھا ایک بڑی خوبصورت جگہ ہے ہر طرف سبزہ ہی سبزہ پھیلا ہوا ہے۔ وہاں ایک سٹیج بنا ہوا ہے جس پر حضور سید عالم ﷺ اپنے صحابہ کرام کے جھرمٹ میں تشریف فرما ہیں۔ آپ کے رخ زیبا سے

نور ہی نور پھوٹ رہا ہے۔ سوچتا ہوں کہ یہ نور تو سورج سے بھی زیادہ ہے یکایک وہاں سفید لباس میں ملبوس عامر چیمہ شہید آتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں میں سانسیں روکے دل پر ہاتھ رکھے یہ منظر دیکھ رہا ہوں عامر چیمہ جب والہانہ انداز سے اپنے آقا ﷺ کی طرف بڑھتے ہیں تو آپ ﷺ خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے تھے۔

''مرحبا! اے بیٹے''

اتنے میں قریبی مسجد سے فجر کی اذان کی آواز بلند ہوتی ہے اور میری آنکھ کھل جاتی ہے۔ (روزنامہ اسلام)

توہین آمیز خاکے کے شائع ہونے پر جس نے جیسے بھی احتجاج کیا وہ قابل صد تحسین ہے۔ لیکن عامر چیمہ شہید سب سے بازی لے گیا۔ خدا نے اس کے لئے جنت کو سجا دیا ہوگا۔ فرشتوں نے اس کا استقبال کیا ہوگا۔ حور و غلماں نے اس پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کی ہوں گی۔ رسول رحمت ﷺ نے کمال محبت سے فرمایا ہوگا دیکھو!

میرے نام پہ کٹ مرنے والا آگیا
عامر شہید تیری عظمت کو سلام!

اس ماں کی عظمت کو سلام جس نے زمانے کو تجھ جیسا بیٹا دیا۔

تو شہید ناموس رسالت ہونے کا اعزاز لے گیا۔ تو اس دور کا غازی علم الدین شہید ہے۔

بنا کردند خوش رسمے خاک و خون غلطیدند
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حرمت رسول ﷺ پر جان بھی قربان ہے

سرفراز حسین

ہر مسلمان کی خواہش ہے کہ وہ اپنے نبی اکرم ﷺ پر اپنی جان قربان کرے۔ مگر یہ اعجاز بڑے ہی خوش نصیب انسان کو نصیب ہوتا جو اپنے نبی رحمت ﷺ کی حرمت پر اپنی جان قربان کرے۔ ان خوش نصیبوں میں پاکستان کے ایک نوجوان عامر چیمہ شہید بھی شامل ہو گئے ہیں جنہوں نے جرمنی میں نبی کریم ﷺ کی شان میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر احتجاج کیا اور اس اخبار کے ایڈیٹر پر حملہ کیا کہ اس نے یہ ناپاک جسارت کیوں کی ہے وہ بد بخت تو بچ گیا مگر عامر چیمہ کو جرمنی کی پولیس نے اپنی تحویل میں لے لیا اور اس پر وحشیانہ تشدد کر کے اس کو شہید کر دیا اور الزام لگایا کہ اس نے جیل کے اندر خودکشی کی ہے۔

جرمنی کی پولیس کی طرف سے لگائے گئے الزام اور قتل پر پوری پاکستانی قوم شدید احتجاج کر رہی ہے اور حکومت پاکستان پر زور دیا ہے کہ وہ اس واقعہ کی پوری تحقیقات کرے جو بھی عامر چیمہ کے قتل میں ملوث ہو اس کو کڑی سے کڑی سزا دلوائی جائے اور جرمنی کی حکومت سے اس واقعہ پر شدید احتجاج کیا جائے۔ جرمنی پولیس کا یہ الزام کہ عامر چیمہ نے جیل کے اندر خودکشی کی ہے ان کی ہٹ دھرمی اور مکاری کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ کم علم جرمنوں کو کیا علم کہ عاشق رسول ﷺ ایسی حرام موت کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ ان کی اس من گھڑت کہانی سے امت مسلمہ کو بے وقوف نہیں بنایا جا سکتا۔

عامر چیمہ جیسے عاشق رسول ﷺ پر یہ بہتان لگانا کہ اس نے خودکشی کی، عقل سے بالاتر ہے جرمنی کی پولیس کی اس حرکت سے ان کے والدین کے ساتھ پوری پاکستانی قوم کے

زخموں پر نمک پاشی کی جا رہی ہے۔ دراصل جرمنی پولیس عامر چیمہ کے خلاف نہ تو کوئی کیس بنا سکی اور نہ ہی اسے عدالت میں پیش کیا گیا بلکہ اس کو وحشیانہ تشدد سے شہید کیا گیا۔ جرمنی میں انسانی حقوق اور انسانی احترام کی قلعی کھل گئی ہے۔ یورپ میں انسانی حقوق کی تنظیم بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں کہ ہم انسان ہی نہیں بلکہ جانوروں کے ساتھ بھی ظلم پر بھی آواز بلند کرتے ہیں۔

آج جب ایک انسان ان کے اپنے گھر کے اندر پولیس کے تشدد سے قتل ہو گیا وہ اس واقع پر خاموش ہیں کیا اب ان کی انسانی ہمدردی ختم ہو گئی ہے۔ جانوروں پر ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے والے اب انسان پر ظلم کے خلاف کیوں آواز بلند کرنے سے گریزاں ہیں؟

اس کی بھی ایک وجہ ہے یہ نوجوان ایک مسلمان تھا اور وہ اپنے نبی ﷺ کی حرمت پر اپنی جان کی پروا کیے بغیر ان ظالموں سے اکیلا جا ٹکرایا۔ حالانکہ ایک طرف تو ان کا اپنا دعویٰ ہے کہ ہر انسان کو احتجاج کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔

عامر چیمہ نے نبی کریم ﷺ کے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر احتجاج کر کے حضور اکرم ﷺ سے اپنی محبت و عقیدت کا ثبوت دیا ہے۔ ایسا کوئی بھی عاشق رسول ﷺ خودکشی کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ پاکستان عوام کو چاہیے کہ وہ عامر چیمہ کی نماز جنازہ میں بڑی تعداد میں شرکت کرے تا کہ کفار کو پتہ چل جائے کہ نبی کریم ﷺ کی حرمت پر ایک نہیں بلکہ ہر مسلمان اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہے۔

(روزنامہ ''انصاف'' 14 مئی 2006ء)

عامر چیمہ شہید، آبروئے امت مرحوم

حافظ سجاد قمر

کون تصور کرسکتا تھا کہ اس وقت بھی ایسی چنگاری امت مسلمہ کی خاکستر میں ہوگی، جو پورے ماحول کو روشن اور منور کردے گی۔ سوئی ہوئی امت میں صور اسرافیل پھونک دے گی۔ یہ تو قسمت اور نصیب کی بات ہے۔

ستمبر 2005ء میں جب اولاً ڈنمارک اور اس کے بعد متعدد یورپی ممالک نے حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخانہ خاکے شائع کیے تو اس وقت فوری طور پر کہیں سے بھی کوئی توانا آواز بلند نہیں ہوئی، چند ایک آوازیں اٹھیں بھی لیکن وہ صدا بصحرا ثابت ہوئیں لیکن رفتہ رفتہ جب یہ خبر پھیلی تو دنیا کے اس سرے سے لے کر اس سرے تک مسلمان باہر نکل آئے کہیں بھی کوئی ایسی جگہ نہ تھی کہ جہاں کوئی مظاہرہ، ریلی، جلسہ نہ ہوا ہو، کسی نے اپنے طور پر اپنا حصہ ادا کرنے کی کوشش کی، جس کی استطاعت میں جو کچھ تھا، اس نے وہ قدم اٹھایا اگرچہ پوری عالم اسلام کی بدقسمتی رہی، سوائے چند ایک کے باقی سارے ممالک کے حکمرانوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔ بلکہ الٹا یہ ہوا کہ وہ احتجاج جو کارٹونسٹ اور گستاخانہ خاکوں کے خلاف تھا اس کو مسلمانوں کے آمر حکمرانوں نے اپنے اوپر لے لیا اور اس کو دبانے کی ہر ممکن کوشش کی۔

اس سارے عرصہ کے دوران جلسوں، جلوسوں، مظاہروں، کالموں، مضامین میں تواتر کے ساتھ اس موضوع پر لکھا جاتا رہا۔ ہر ذی شعور مسلمان کے اندر یہ جذبہ اور ولولہ انگڑائی لیتا رہا کہ وہ غازی علم دین شہید کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ملعون کا کام تمام کردے

لیکن گزرتے وقت کے ساتھ بہت سا پانی پلوں کے نیچے سے بہہ چکا تھا کہ "غیرت جس کا نام تھا گئی تیمور کے گھر سے" کے مصداق اب وہ دم خم ہی باقی نہیں رہا تھا کہ کسی کو چیلنج کیا جاتا۔ حکمرانوں نے اپنی نام نہاد مصلحت کوشیوں کو مدنظر رکھا اور اصل میں تو اپنی کرسیوں کو مدنظر رکھا، عام مسلمانوں نے اپنا زور لگا کر باقی معاملہ اللہ کے سپرد کردیا کہ وہ سب سے بڑا اور کارساز ہے۔

ایسے وقت میں جب ہر طرف خاموشی کا راج ہونے لگا تھا، امت مسلمہ کے ایک عظیم سپوت عامر چیمہ نے پوری ملت کا فرض چکا دیا غازی علم دین شہید کی یاد تازہ کرتے ہوئے اس نے خنجر لیا اور گستاخانہ خاکے شائع کرنے والے اخبار کے دفتر میں جا کر اس ملعون پر حملہ کردیا جو اس گستاخی کا مرتکب ہوا تھا، اس کو زخمی کرنے کے بعد گرفتار ہوگیا بتایا جاتا ہے اس نے گرفتاری کے بعد کہا کہ میں یہاں سے رہا ہو کر پھر جاؤں گا اور اس گستاخ کا خاتمہ کروں گا۔ ایسا نہیں ہوا کہ اس نے اس واقعہ سے انکار کیا ہو، اس کی کوئی دیگر تاویل پیش کی ہو، معذرت کی ہو، بالکل اسی طرح کہ جب غازی علم دین شہید کو بڑے بڑے اکابر نے قید کے دوران کہا کہ وہ ایک دفعہ اس بات سے انکار کردے، صرف ایک مرتبہ کہہ دے اس نے قتل نہیں کیا تو اس کے بعد تمام تر ذمہ داری ہم پر ہوگی اور انشاء اللہ ہم تمہیں بچا لیں گے غازی علم دین کا جواب تھا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ میں اس بات سے انکار کردوں، میں نے سوچ سمجھ کر اور جانتے بوجھتے ہوئے یہ قدم اٹھایا تھا اور یہ تو میرے لیے باعث اعزاز اور باعث فخر ہے تو میں کس طرح انکار کردوں تاریخ بدل گئی، وقت اور ماحول بدل گیا، صدی بھی نئی آگئی لیکن غازی علم دین نہ بدلا اس وقت کے غازی علم دین اور آج کے عامر چیمہ کا ایک ہی موقف تھا، ایک ہی سوچ تھی کہ جو بھی قدم اٹھایا ہے سوچ سمجھ کر اٹھایا ہے تو پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس قدر بلند حوصلہ عالی مرتبت، جواں جذبوں سے بھرپور عزم اور ولولہ رکھنے والے نوجوان اس قدر مایوسی کا شکار ہو جاتا کہ اس کے پاس خودکشی کے سوا کوئی چارہ نہ رہتا نہیں نہیں یہ سراسر جھوٹ ہے۔ دروغ گوئی ہے۔ اتنا بڑا کام کرنے والا اس قدر چھوٹی حرکت نہیں کرسکتا۔ یقیناً جرمن حکام نے اس کو تشدد کے نتیجے میں شہید کیا ہے۔

عامر چیمہ شہید نے جو قدم اٹھایا ہے یقیناً وہ پوری امت مسلمہ کے لیے باعث فخر و انبساط ہے علامہ اقبال نے بہت پہلے ایک نظم لکھی تھی۔ فاطمہ بنت عبداللہ کے نام، جو طرابلس

کی جنگ میں مجاہدین کو پانی پلاتے ہوئے شہید ہوگئی۔ وہ آج عامر چیمہ پر بھی صادق آتی ہے۔

فاطمہ تو آبروئے امت مرحوم ہے
ذرہ ذرہ تیری مشت خاک کا معصوم ہے

یہ بات ہمارے لیے مزید فخر کا باعث ہے کہ عامر چیمہ کا تعلق پاکستان اور پاکستان میں بھی راولپنڈی سے ہے۔ مبارک ہیں وہ در و دیوار جن کا تعلق عامر چیمہ سے رہا ہے۔ پروفیسر نذیر چیمہ کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے، نرم خو، حلیم الطبع تو پہلے سے ہی تھے۔ اب اتنے بڑے اعزاز نے ان کو مزید جھکا دیا ہے۔ کیا اب بھی حکومت پاکستان کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ وہ جرمنی سے اپنے سفارتی تعلقات منقطع کرے۔ جرمنی سے اپنا سفیر واپس بلالے کیا مغربی ممالک اپنے شہریوں کا تحفظ نہیں کرتے۔ لیکن یہ تو قسمت اور نصیب کی بات ہوتی ہے۔ جس کی قسمت اور نصیب جاگ رہے تھے۔ وہ مراد پا گیا۔ اور یہ مرادیں ہر کسی کی قسمت میں کہاں؟

(روزنامہ ''اساس'' 16 مئی 2006ء)

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے

رفعت

ہماری بس عامر شہید چوک سے گزر گئی تھی۔ سامنے کھلی سڑک کے ماتھے پر ''عامر شہید تیری جرأت کو سلام'' والا بینر جھول رہا تھا۔ اس کے بعد بینر بڑھتے ہی چلے جا رہے تھے۔

''ناموس رسالت ﷺ پر جان قربان کر دینے والے عامر! تیری عظمت کو سلام۔''

''شمع رسالت ﷺ کے پروانے کو ہمارا سلام''

''عامر نذیر تو فخر پاکستان ہے۔''

ایک سے بڑھ کر ایک بڑا بینر۔ ہماری کوسٹر ایک چوڑی سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی۔ ہم سب عامر نذیر شہید کے گھر جانا چاہتے تھے۔ میں اپنا ساتھ تلاش کرتی رہی تھی کہ مل کر جائیں۔ تو اس وقت میرے ساتھ شہدا کی مائیں تھیں، بہنیں تھیں۔ جنہوں نے برقعے لپیٹ رکھے تھے اور حجاب اوڑھ رکھے تھے۔ ان کے ہونٹوں پر کلمہ طیبہ کا ورد تھا، ان کی آنکھوں میں کوئی آنسو نہیں تھا، وہ صبر و فخر کا پیکر بنی قدم بڑھا رہی تھیں۔ گلی محلے کے بچے ہمارے رہنما تھے۔ مردوں، جوانوں کی ٹولیاں جابجا کھڑی تھیں۔ یہ سب شہید کے گھر آنے والوں کو راستہ دکھا رہے تھے...... وہ مردوں سے ہاتھ ملاتے اور اندر گلی کی طرف اشارہ کر دیتے بلکہ چند قدم ساتھ چلتے۔

''ہمارا فخر...... شہید عامر۔''

''عامر تیری شہادت ہمارا راستہ ہوگا۔''

''عامر تو نے شہادت پا کر ہمارا حوصلہ بڑھایا ہے۔''

''ہم دہشت گرد قوم نہیں۔ ہم ناموس رسالت ﷺ کے پروانے ہیں۔''

گھروں کی دیواروں، بالکونیوں پر ایسے ہی بینر لگے تھے۔

ایک سبز سے گیٹ کے باہر جلی ہوئی موم بتیوں اور دیپوں کی باقیات، پھولوں کی پتیاں، ٹہنیاں بکھری تھیں۔ ہم لوگ ڈھوک کشمیریاں کے اس گھر میں داخل ہونے لگے۔ جس کی ڈیوڑھی میں ایک میز پر ڈھیروں گلدستے پڑے تھے۔ وہیں ایک لانبے قد کی نحیف بی بی ململ کے سفیڈ ڈوپٹے میں اپنا سر ڈھانپے سب سے گلے ملنے لگیں۔

''میرے عامر کی مہمان آئی ہیں۔''

''میرے عامر دیا پرونیاں۔ آؤ آؤ۔ بسم اللہ۔ اندر آ جاؤ...... اینی گرمی وچ آیاں او۔ پکھے تیز کر دو۔ اک پکھا ہور لا دیو...... میرے عامر دیا مہماناں نوں۔''

یہ ماں بہت حوصلہ مند تھی۔ باتیں سنا رہی تھیں۔ سامنے بیٹھا عورتوں کا ہجوم سبحان اللہ، سبحان اللہ پکار رہا تھا...... یہ کیا موت والا گھرانہ ہے ان کا اکلوتا جوان بیٹا دیار غیر میں شہید کر دیا گیا، ظالموں نے تشدد سے مار کر اس پر ''خودکشی'' کا الزام لگا کر اس کی لاش پاکستان بھجوا دی...... سامنے بھی وہ مائیں بیٹھیں تھیں۔ جن کے جوان مقبوضہ کشمیر میں شہید ہوئے اور انہیں ان کے کفن پوش چیتھڑے بھی دیکھنے نصیب نہ ہوئے...... خواتین کو شربت، پانی، بلکہ چائے پلائی جا رہی تھی۔ باجی۔ مجھے آپ کے توسط سے پاکستانی عوام پاکستان کی حکومت سے کچھ سوال پوچھنے ہیں کہ جب کسی کا عزیز دیار غیر میں شہادت پاتا ہے...... تو پھر اس کی تدفین کا فیصلہ حکومت کیوں کرتی ہے کہ کہاں دفن ہو...... ہمیں پہلے بتایا گیا کہ پنڈی جنازہ آئے گا...... مگر اچانک فیصلہ ہوا۔ لاہور ایئرپورٹ پر اترے گا، ہم نے چاہا لاہور جائیں...... تو حکم ہوا، ساروکی جاؤ...... ساروکی ہمارا ددھیال ہے مگر وہاں سے ہمارے اکثر عزیز نقل مکانی کر چکے ہیں۔ ہم حافظ آباد کو ترجیح دیتے...... ویسے ابا جی چاہتے تھے پنڈی یا اسلام آباد میں قبر بنے...... میرے بھائی کا خط، جواب وصیت نامہ بن چکا ہے۔ اس میں اس نے واضح لکھا ہے کہ اول تو اسے جنت البقیع میں دفن کیا جائے...... نہیں تو شہر کے کسی بڑے قبرستان میں جہاں بہت سے لوگوں کی آمد و رفت رہے...... جب ساروکی کا حکم آیا تو میرے ابا جی دو عزیزوں کے ساتھ شام کے وقت ساروکی کے لیے روانہ ہو گئے۔ ساتھ لے جانے

والوں نے یہی رائے دی کہ اسے وہاں امانتاً دفنایا جائے...... اسی رات یہاں باہر گلی میں لوگوں نے بتایا کہ چوک میں کھڑی پولیس کو پوچھا جا رہا ہے...... وہ بوڑھا پروفیسر گھر سے غائب ہے کدھر گیا...... گھر میں بھی پوچھنے آئے...... کہ وہ گھر سے کیوں گئے ہیں، کدھر گئے ہیں...... اس وقت ہمیں ابا جی کی فکر لگ گئی کہ اب کہیں راستے میں نہ روکے جائیں...... ہم ماں کو سنبھالنے لگ گئیں کہ غم تو ایک طرف اب گھر میں جیسے ایک خوف آیا ہے...... حالانکہ ہم تو مسلمان ہیں۔ اسلامی کنٹری میں ہیں...... پھر یہ پوچھ گچھ کیسی۔ صبح جب ہم روانہ ہوئے تو ہمیں ایک سرکاری گاڑی کی پیشکش ہوئی مگر ہم ایک کزن کے ساتھ روانہ ہوئیں۔ اس حالت میں کہ ہمارے اردگرد سرکاری بلکہ سیکورٹی کی گاڑیاں تھیں۔ ہم درمیان میں تھے۔ پہلی بار احساس ہوا کہ ہم قید کر دیئے گئے ہیں یا ہم اپنے بھائی کے بعد آزاد نہیں ہیں...... کیا شہید کی غم زدہ ماں اور بہنوں سے یہ سلوک جائز تھا...... ساروکی میں اک ہجوم تھا۔ جانے کہاں کہاں سے لوگ اس گاؤں میں آئے تھے۔ خود ہی پانی کا انتظام کیا تھا بلکہ عورتیں ہمیں پانی پلا رہی تھیں، امی کو سنبھال رہی تھیں۔ آپ نے بھائی کو تابوت کے شیشے سے جھانک کر دیکھا......؟ میں نے پوچھا۔

نہیں...... تابوت کا ڈھکنا اٹھا دیا گیا تھا...... اور میرا بھائی اس میں مسکراتا ہوا نظر آیا...... ہم نے امی کو دکھایا۔ اس کے چہرے، اس کی گردن پر کسی کھنچاؤ کا کوئی نشان نہ تھا۔ اس کا چہرہ بالکل نرم تھا۔ ہم نے تو گردن پر سے کفن سرکا کر دیکھا، ایسی کوئی بات نہ تھی...... اس کی آنکھوں تلے سیاہ حلقے تھے، جو تشدد کے باعث ہوں گے۔ کیا خبر وہ کتنی راتیں جاگا ہے۔ وہ شہید علم الدین پر لکھی گئی کتابیں پڑھتا تھا۔

کسی نے کچھ بتایا کہ اس نے اخبار کے بیورو چیف تک پہنچنے کا کیسے سوچا اور کب یہ منصوبہ بنایا......؟

نہیں اس نے کسی پر کچھ ظاہر نہیں کیا...... مگر ان دنوں وہ خاموش تھا، عبادت کرتا تھا، اخبار کا دفتر سترہ اٹھارہ منزلہ ہے، اس میں ساتویں منزل پر وہ دفتر ہے...... وہ ساتویں منزل پر کیسے گیا...... سیکورٹی والوں کو اس نے کیا کہا، کوئی کچھ نہیں بتاتا...... اس نے چاقو نکالا اور کہا تم نے میرے حضور پاک ﷺ کے خاکے شائع کیے ہیں...... چاقو چلا...... سیکورٹی والوں نے اسے پکڑا اور قید کر دیا۔ اس کے بعد کے دنوں کا ہمیں کچھ پتہ نہیں۔ اتنے دنوں کا نہ

پاکستانی سفارت خانہ بتاتا ہے، نہ وہاں کی پولیس ......

کوئی مقدمہ چلتا۔ کوئی گواہ ہوتا ...... چلئے اس نے علم الدین شہید کی طرح یہ مان لیا ہوگا...... کہ میں نے چھرا مار کر اس گستاخ رسول کو ختم کر دیا ہے...... ہمیں کوئی کچھ تو بتائے......

باجی...... علم الدین شہید کو امانتاً تیرہ دن کے لیے میانوالی جیل کے قبرستان میں دفن کیا گیا تھا، کہتے ہیں اس وقت ''زمیندار'' اخبار نے پورے مقدمے میں اس کا ساتھ دیا تھا...... علامہ اقبالؒ نے تقریریں کیں تھیں۔ انگریز کی حکومت تھی مگر تیرہ دن کے بعد اس کا جنازہ لاہور لایا گیا اور پوری شان سے اسے لاہور میں دفن کیا گیا...... اب بتایئے میرے بھائی کا مقدمہ کون لڑے گا؟ ہمارے ہاں آنے والے کہتے ہیں...... یہ شہید علم الدین کے راستے پر چلا، مگر آج کوئی اخبار، کوئی لیڈر ''زمیندار'' اور علامہ اقبالؒ کے راستے پر چل سکتا ہے؟

مجھے شہید کے والد پروفیسر نذیر چیمہ سے بات کرنے کا موقع ملا۔ انہوں نے کہا میں چاہتا ہوں میرے بچے کو جنت البقیع میں اگر وہ دوسرے ملک سے اجازت لینے کا مسئلہ ہے تو پھر اسلام آباد کی فیصل مسجد کے احاطہ میں دفنایا جائے...... یہ اس عاشق رسول ﷺ کے شایان شان بھی ہے...... اور پھر وہاں ہمارے علاوہ اور لوگ بھی بآسانی پہنچ سکتے ہیں۔

چلتے ہوئے کشور بی بی نے کہا۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے بھائی نے جو جرمن کے جیل میں دن کاٹے ہیں اس کا سارا پروگرام دیا جائے وہ کیسے کمرے میں رہا۔ وہ وہاں کیا کرتا رہا۔ اس نے کیا کھایا۔ کیا اسے شروع ہی سے آہستہ آہستہ زہر دیا گیا اور آخر وہ کام کر گیا۔ ہمارا بھائی عاشق رسول ﷺ تھا۔ وہ خودکشی نہیں کر سکتا۔ ہم سب لوگ اپنی تسلی چاہتے ہیں اور حکومت کا فرض ہے کہ وہ ہماری تسلی کرائے، ہمیں سکون دے۔

مجھے پنجاب حکومت سے شکوہ رہے گا کہ یہاں سکھوں کا شاندار استقبال کیا جاتا ہے، ایسے اداکاروں کی پذیرائی سرکاری سطح پر کی جاتی ہے جو سٹیج پر چڑھ کر سب سے پہلا یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم ایک ہو جائیں اور تقسیم کی لکیر مٹا دیں...... جو شرابیں پی کر یہاں میزبانوں کو گالیاں دیں...... مگر ناموس رسالت ﷺ پر جان دینے والا اس شہر میں اترا...... تو اس کا جنازہ ہوا نہ استقبال اور جہاز سے نکال کر ہیلی کاپٹر میں ڈال کر ضلع لاہور سے باہر

گوجرانوالہ کے سپرد کر دیا گیا...... کیوں......؟؟

مگر عوام تھے کہ سڑکوں پر بیتابانہ گاڑیاں دوڑاتے، پیدل چلتے بلکہ ننگے پاؤں جنازے کو کندھا دینے ساروکی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ہجوم عاشقاں بن کر...... اس شہر کے نصیب میں یہ سب کچھ نہ تھا...... روشن خیالی اپنی جگہ مگر اپنا ایمان بھی تو کوئی وزن رکھتا ہے...... اور عشق رسول پاک ﷺ میں تو ایسی کتنی روشن خیالیاں پاؤں کی دھول بھی نہیں بن پاتیں...... مگر وہی بات ہے ناں کہ ؎

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے
یہ بڑے نصیب کی بات ہے

(روزنامہ ''نوائے وقت 26 مئی 2006ء)

غرور عشق کا بانکپن

حافظ سمیع الرحمٰن

کچھ سجھائی نہیں دے رہا کہ 21ویں صدی کے ''شہید ناموسِ رسالت مآب'' کے جنون و وارفتگی کی داستان کہاں سے شروع کروں؟ شہید ہو کر امر ہو جانے والے ''عامر'' کی داستانِ عشق و محبت کے کس پہلو کو اجاگر کیا جائے؟ اپنی شہادت کے پیچھے چھوڑ جانے والی کہانی کا کس کس زاویئے سے جائزہ لیا جائے اور اس کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے الفاظ کہاں سے لائے جائیں؟

عامر شہید ہو کے امر ہو گیا۔ جب وہ زندہ تھا تو اس سے کوئی واقف نہیں تھا، کوئی نہیں جانتا تھا کہ فسق و فجور سے مغربی دھرتی کے جرمنی نامی ملک میں ایسا عاشق رسول بھی رہتا ہے جو اپنی بھرپور جوانی میں کچھ بھی کرسکتا ہے، جو اس ''ڈیجیٹل لائف'' اور ''کمرشلائزڈ سوسائٹی'' کا ایک ایسا فرد ہے جس کے پاس دورِ حاضر کی ہر قسم کی سہولت و آسائش موجود ہے۔ اگر وہ چاہتا تو ہر وہ عیش و عشرت اپنی دسترس میں لاسکتا ہے جس کی وجہ سے آج کا نوجوان چاہے مشرق کا ہو یا مغرب کا اندر سے پریشان و غیر مطمئن ہے۔ عامر جس کا پورا نام عامر عبدالرحمٰن چیمہ تھا 2004ء میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے جرمنی چلا گیا اور وہاں کی ایک یونیورسٹی میں ٹیکسٹائل اینڈ مینجمنٹ کے شعبے میں زیرِ تعلیم تھا۔ اپنے ماں باپ کا اکلوتا اور تین بہنوں کا واحد سہارا بھائی اپنے آخری سمسٹر میں تھا اور رواں سال جولائی کے مہینے میں عامر نے ڈگری حاصل کر کے اپنے وطن آجانا تھا، مگر ایسا کچھ نہیں ہو سکا۔ 28 سالہ عامر کے جسم و جان میں اس وقت چنگاریاں سلگنے لگیں جب اسلام دشمن یورپ کے بعض ممالک نے

پیغمبر انقلاب (ﷺ) کے توہین آمیز خاکے اپنے روزناموں میں شائع کیے۔

مسلمانوں کو اشتعال دلانے، ان کی غیرت ایمانی کا امتحان لینے، ان کے دل میں موجود ایمانی چنگاری پر ''توہین رسالت'' کے پیٹرول کو چھڑکنے اور ان کی دینی حمیت کو برسرِ عام للکارنے جیسے اقدامات سے ہر جگہ ہر سطح پر مسلمان بھڑک اٹھا۔ عامر شہید بھی مسلمان تھا، اس کا دل بھی عشق رسالت مآب ﷺ سے معمور تھا۔ اس سے یہ جرأت و جسارت برداشت نہ ہو سکی۔ وہ بھی اس تاریخ سے تعلق رکھتا تھا جس تاریخ کے روشن ماتھے پر خالد بن ولید، طارق بن زیاد، سلطان ٹیپو، محمد بن قاسم اور غازی علم دین شہید جیسی نابغۂ روزگار عظیم ہستیوں کے نام کندہ ہیں، اس نے بھی تہیہ کرلیا کہ جب تک وہ غازی علم دین شہید کی عملی تفسیر نہ بن جائے چین سے نہ بیٹھے گا، نہ سکون کی نیند سوئے گا۔ چنانچہ اس نے وہ سب کچھ کیا جو وہ کرسکتا تھا۔

جرمن پولیس نے 20 مارچ کو عامر کو گستاخانہ اخبار کے ایڈیٹر پر قاتلانہ حملے کے الزام میں گرفتار کرلیا، جب اسے عدالت میں پیش کیا گیا تو اس نے وہاں جو باتیں کیں وہ ہماری درخشاں تاریخ کا روشن استعارہ بن چکی ہیں۔ عامر کے بیان کے بعد عدالت کو فیصلہ کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ عامر کو جیل میں ڈال دیا گیا اور پھر ایک ماہ سے زیادہ عرصہ تک اس پر بے پناہ تشدد کیا گیا۔ تشدد کے بارے میں تا حال معلوم نہیں ہو سکا کہ ہٹلر کے جانشینوں نے اسے کس کس انداز سے ظلم و سفاکیت کا نشانہ بنایا، مگر اتنا ثابت ہو چکا ہے کہ اسے شہید کیا گیا ہے۔

تختۂ دار محبت کی سزا ٹھہری ہے
جان لینا میرے قاتل کی ادا ٹھہری ہے

عامر کی شہادت کو جرمن میڈیا نے خودکشی کیوں قرار دیا؟ اس پر جب تشدد کیا جا رہا تھا تو جرمنی کے میڈیا نے اس کا مقدمہ کیوں نہیں اٹھایا؟ اسے کورتج کیوں نہیں دی گئی؟ اس کے بعد ہماری حکومت کی کارکردگی کا مرحلہ آتا ہے، ایسا کیوں ہوا کہ جب عامر شہید ہو گیا اور پاکستان بھر میں اس کی شہادت کی خبر پھیل گئی تو تب حکومت کو خبر ہوئی کہ جرمنی میں ایک پاکستانی کے ساتھ زیادتی ہوئی؟ ظاہر ہے ہماری حکومت اب بھی عامر کی شہادت کو صرف زیادتی سے تعبیر کرتی ہے۔ جس طرح جرمنی میں حقوقِ انسانی کی تنظیموں نے عامر کے ساتھ

ناانصافی اور ظلم پر خاموشی اختیار کرلی تھی، اسی قسم کا رویہ ہماری حکومت نے بھی اختیار کیا۔ کوئی بھی حکومت سے پوچھ سکتا ہے کہ پچھلے ڈیرہ ماہ میں ہماری حکومت نے عامر شہید کے مقدمے سے باخبر ہونے، اسے حل کرنے یا اپنے ہاتھ میں لینے کے لیے کیا کیا؟ اگر عامر کی جگہ کوئی ڈینیل پرل ہوتا تو یقیناً اس وقت عالمی میڈیا کے پلیٹ فارم سے ایک ہی آواز اور نام بلند ہوتا کہ ڈینیل پرل کہاں ہے، اسے کس نے غائب یا قتل کیا ہے؟ بات صرف اتنی ہے کہ عامر مسلمان تھا اور پھر خاص کر پاکستانی تھا۔ ناکام ریاستوں کی طویل فہرست اس سال ترقی کر کے نویں نمبر پر آنے والے ملک، امریکہ کے اہم ترین اتحادی اور فرنٹ لائن پر دہشت گردی کی جنگ میں امریکہ کے ساتھ شریک پاکستان (خوش فہمی سے اجتناب کرتے ہوئے) اب بھی وہی کچھ کرے گا جو کچھ گزشتہ ڈیڑھ ماہ سے کر رہا ہے۔

عامر شہید کا گھر اب عشق رسول کا چراغ بن چکا ہے جس کے اردگرد ملک بھر سے آنے والے، دور کی مسافت طے کرنے والے ہزاروں پروانے جمع ہیں۔ ہر ایک اپنے اپنے انداز سے اکیسویں صدی کے شہید ناموس رسالت کو خراج تحسین پیش کر رہا ہے۔ شہید فرزند کے والد ریٹائرڈ پروفیسر نذیر احمد چیمہ صبر و استقامت کا کوہِ گراں بنے ہوئے ہیں۔ دور دور سے انہیں ملنے کے لیے لوگ رخت سفر باندھ رہے ہیں، انہیں مبارکباد دی جا رہی ہے اور راولپنڈی کے اس گھر کو ''شہید کا گھر'' کہا اور پکارا جا رہا ہے۔ عامر نے جس مشن کی ازسرنو بنیاد رکھی ہے اس مشن میں کام آجانے والوں کا یہی سبق ہے کہ

کرو کج جبیں پہ سر کفن، میرے قاتلوں کو گماں نہ ہو
کہ غرورِ عشق کا بانکپن، پسِ مرگ ہم نے بھلا دیا

(روزنامہ ''اسلام'' 19 مئی 2006ء)

❁……❁……❁

عامر شہید……ملت اسلامیہ کا ہیرو

عبدالرحمٰن صدیق

کامران ایک ننھا سا بچہ ہے، میری اس سے ملاقات عامر شہید کے گھر کے بیرونی گیٹ پر ہوئی تھی، عامر شہید کے بارے میں بتاتے ہوئے وہ کافی جذباتی دکھائی دے رہا تھا، عامر کی زندگی کا ایک واقعہ سناتے ہوئے وہ بولا، عامر بھائی جب کراچی کی ایک ٹیکسٹائل مل میں جاب کرتے تھے تو وہاں ایک دن اس کے دوستوں نے ان کی توجہ ایک دیوار کی جانب کروائی جس میں ایک ایسی ٹائل لگی ہوئی تھی جس پر لفظ ''اللہ'' کا نقش جھلک رہا تھا۔ عامر بھائی کو یہ بہت ناگوار محسوس ہوا، وہ سیدھا جا کر مل مالک سے ملے اور اسے کہا کہ فلاں دیوار سے وہ ٹائل نکلوا دی جائے جس پر لفظ ''اللہ'' لکھا ہوا محسوس ہو رہا ہے، کیونکہ وہ ایسی جگہ ہے جہاں اس مقدس نام کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ مل مالک نے وہ ٹائل تو نہ نکلوائی البتہ عامر بھائی کو وہاں سے فارغ کر دیا۔ عامر بھائی کو وہاں سے آنے پر کوئی افسوس نہ ہوا۔ اس سے آپ دیکھیں ان کے دل میں دین کا کتنا جذبہ تھا۔ چھوٹا سا کامران عامر شہید کی مدح میں مسلسل بولے جا رہا تھا جب بھی کوئی اس کے پاس آ کر کھڑا ہوتا تو وہ اسے یہ واقعہ ضرور سناتا۔ شاید یہی واقعہ اسے یاد تھا جب وہ چند ثانیے رکا تو میں نے اس سے پوچھا کیا آپ نے عامر بھائی کو دیکھا ہے۔ جواباً اس کی معصوم آنکھوں سے دو موٹے موٹے آنسو اس کے گالوں پر ڈھلک گئے اور اس نے ''نہیں'' کہہ کر سر نیچے جھکا لیا۔ جب اس سے یہ پوچھا کہ آپ عامر بھائی کے کیا لگتے ہیں تو وہ بولا کچھ بھی نہیں، بس وہ ہمارے محلے میں رہتے تھے۔

پروفیسر یحییٰ علوی ایک سفید پوش بزرگ اور عامر شہید کے استاد ہیں۔ مغرب کی

نماز پڑھ کر مسجد سے نکلے تو ہم نے موقع غنیمت جانتے ہوئے ان سے ان کے قابل فخر شاگرد عامر شہید کے بارے میں تاثرات جاننا چاہے تو وہ فرمانے لگے، تاثرات کے بجائے میں آپ کو کچھ اور سناتا ہوں۔ ۴ مئی کو جب عزیزم عامر کی شہادت کی خبر ملی تو اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے جہاں ہر طرف قمقمے لگے ہوئے ہیں۔ روشنی اتنی زیادہ ہے کہ مجھے یقین ہو چلا کہ یہ روشنی دنیا کی نہیں بلکہ ضرور یہ جنت کا نور ہے۔ نور کی اس بہتات میں مجھے ایک تخت نظر آیا جس پر آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ جلوہ افروز ہیں اور ان کے دائیں بائیں خلفائے راشدینؓ بھی تشریف فرما ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر میری کیفیت عجیب سی ہو گئی میں مسلسل اس تخت کی جانب دیکھتا رہا اور اس روح پرور منظر سے محظوظ ہوتا رہا۔ اتنے میں میدان کی ایک جانب سے مجھے عامر آتا دکھائی دیا۔ آنحضرت ﷺ عامر کو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے اور اپنے ہاتھ مبارک پھیلا کر فرمایا۔ ''مرحبا اے میرے بیٹے'' اس کے ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو قریبی مسجد میں مؤذن نماز فجر کے لیے صدائے تکبیر بلند کر چکا تھا، خواب کا اختتام ہونے پر جب ہم نے ان بزرگ کے چہرے کی طرف دیکھا تو ان کی بوڑھی آنکھیں بھی آنسوؤں سے تر ہو چکی تھیں۔

راجہ ساجد نذیر عامر شہید کے دوستوں میں سے ہے جب عامر شہید کے بارے میں اس کے تاثرات جاننا چاہے تو اس پر سکتہ طاری ہو گیا۔ اس کے چہرے پر اندرونی کرب کے آثار نمایاں نظر آنے لگے۔ وہ بار بار بولنے کی کوشش کرتا مگر اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکا۔ ''بعد میں بتاؤں گا۔'' یقیناً یہ سب کچھ ایک عاشق رسول کے ساتھ محبت اور بے پناہ عقیدت کا نتیجہ ہے جب عاشق رسول سے محبت کا یہ حال ہے تو خود آقائے نامدار ﷺ سے عشق و محبت کا کیا عالم ہوگا جو کہ ہر مسلمان کے ایمان کا خاصا اور جزو لاینفک ہے۔ اب تو یہ ملک کیا دنیائے اسلام کا ہر فرد عامر شہید کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ اس لیے کہ انہیں احساس ہے کہ عامر شہید نے پوری امت مسلمہ کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ عامر شہید نے گستاخ رسول کو قتل کر کے کوئی غیر فطری یا غیر شرعی فعل کا ارتکاب نہیں کیا بلکہ اس نے تو ردعمل کا اظہار اور اپنے دین کا دفاع کیا ہے جس کا اسے پورا پورا حق حاصل تھا۔ اہل اسلام کو پتہ ہے کہ یہ کام تو سب مسلمانوں کے کرنے کا تھا مگر عامر شہید سب سے بازی لے گیا، لہٰذا وہ امت کے لیے سرمایہ صد افتخار ہے۔ مسلمانوں کو بخوبی علم ہے کہ عامر شہید عام شہداء کی

طرح نہیں بلکہ اس نے تو ناموس رسالت کے تحفظ کی خاطر اپنی جان کی بازی لگائی ہے۔ بلاشبہ عامر شہید نے جو کارنامہ سرانجام دیا وہ عشق رسالت کا حقیقی مظہر اور ہر قلب مسلماں کی تمنا تھی۔ عامر شہید کے اس عمل سے پوری دنیا میں مسلمانوں کا سر فخر سے بلند ہوا ہے۔ کسی بھی سچے مسلمان کو عامر شہید کے عمل سے اختلاف ہے نہ ندامت، کوئی کلمہ گو مسلمان بھی عامر شہید کی شہادت کو خودکشی جیسے حرام فعل کا نام نہیں دے سکتا۔ پھر وہ خودکشی کرے بھی کیوں، وہ تو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر نکلا تھا۔ اسے اپنا دنیاوی انجام سامنے نظر آ رہا تھا، کیا جرمن حکومت عامر شہید کی طرف سے عدالت کو لکھا گیا وہ خط دکھا سکتی ہے جس میں عامر شہید نے واضح انداز میں کہا تھا کہ مجھے یہ خدشہ ہے کہ میں ماورائے عدالت مار دیا جاؤں گا لہٰذا اس حوالے سے کچھ قانونی چارہ جوئی عمل میں لائی جائے۔ پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ خودکشی تو بے بسی اور ناکامی کا نام ہے جبکہ عامر شہید تو اپنے مشن اور مقصد میں سو فیصد کامیاب ہو چکا ہے جنت کی بہاروں کا تذکرہ چھوڑیئے وہ تو ہر شہید کا مقدر ہیں ہی، کیا جرمن حکومت اس سوال کا جواب دے سکے گی کہ عامر شہید کے پاکیزہ خنجر سے لہولہان ہونے والا گستاخ رسول بیورو چیف ہیزک بروڈر (Henryk Broder) اس وقت کہاں ہے؟ عامر شہید کی شہادت کو خودکشی تو وہ قرار دے جو خود بے بس اور بزدل ہو اور جو شہادت جیسے عظیم مقام سے نابلد ہو۔ اس وقت کچھ روشن خیالی کے ٹھیکیدار عالمی برادری سے منہ چھپاتے پھرتے ہیں۔ عامر شہید کے اس مبارک عمل پر ندامت اسے ہو جس کے دل میں کھوٹ ہے اور جو اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ مخلص نہیں۔ عامر شہید کے اس تاریخی کارنامے پر سر جھکے ان لوگوں کا جنہیں اہل مغرب کے سامنے سر جھکانے کی عادت سی پڑ چکی ہے اور جو مسلمانوں کے روشن ماضی سے واقفیت نہیں رکھتے۔

20 مارچ سے پہلے تک عامر شہید کو کوئی نہیں جانتا تھا، 4 مئی کے آتے ہی مسلمانوں کا بچہ بچہ عامر شہید بننے کو تڑپنے لگا، ہر نوجوان اسے اپنا آئیڈیل بنا رہا ہے۔ ایک دم سے عامر شہید کے عقیدت مندوں میں اتنی بڑی تعداد میں اضافہ ہو جانا جہاں ملت اسلامیہ میں عشق رسالت جیسے بنیادی عنصر کو قدر مشترک کے طور پر ظاہر کر رہا ہے وہاں اس بات کا بھی پتہ دے رہا ہے کہ عامر کی شہادت یا اس کے جسد خاکی کی آمد و تدفین میں کی جانے والی اندرونی و بیرونی ناانصافیاں کوئی بھی نتیجہ برآمد کر سکتی ہیں اور آگے چل کر حالات

کوئی بھی رخ اختیار کر سکتے ہیں کیونکہ اس وقت عامر عبدالرحمٰن شہید صرف پروفیسر نذیر احمد چیمہ کا ہی فرزند نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ کا مایہ ناز ہیرو بن چکا ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ زندہ قومیں اپنے ہیروز کو کبھی بھی فراموش نہیں کرتیں۔

(روزنامہ ''جناح'' 19 مئی 2006ء)

غازی عامر چیمہ شہید

پروفیسر راجہ محمد اسلم خان

عبدالصمد کا دعویٰ ہے کہ وہیں انگلستان میں قیام کے دوران وہ وہابیوں کے ہتھے چڑھ گیا جن کی تعداد کل مسلمانوں کے بمشکل ایک فیصد ہے لیکن جن کے پاس دولت بہت ہے اور جنہیں سعودی حکومت کی پشت پناہی حاصل ہے۔ جس کی وجہ سے اور گوری نسلوں کی دی ہوئی نفرت کی وجہ سے وہ اس راستے پر چل نکلا۔ مذکورہ بالا تاثرات ان لوگوں کے ہیں جن کا ان نسلوں کی سرشت کا گہرا مطالعہ ہے ان کے نزدیک ہم کم تر لوگ ہیں ہمارے مذہبی جذبات کا تمسخر اڑایا جانا ان کے لیے بالکل معمولی سی بات ہے وگرنہ انہیں علم ہے کہ مسلمانوں کے لیے آنحضورﷺ کی ذات مبارک کتنی مقدس ہے اور ان کے لیے ان کی زندگیوں سے کتنی زیادہ عزیز اور قیمتی ہے...... لہٰذا وہ یہ سب کچھ جان بوجھ کر کرتے ہیں اس سے ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ یہ جان سکیں کہ مسلمانوں کے اندر غیرت ملی اگر ہے بھی تو کتنی باقی ہے اور اس مذکورہ ایڈیٹر کے بارے میں دعویٰ یہ کیا جاتا ہے کہ اس نے چیلنج کے طور پر یہ گستاخانہ خاکے شائع کیے اس کا خیال تھا کہ سوا ارب کے سوا ارب مسلمانوں کا ضمیر سو چکا ہے اسے علم نہیں تھا کہ غازی عامر نذیر چیمہ شہید ابھی زندہ ہے اور وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ تاریخ کا ایک ادنیٰ طالب علم ہوں میں نے گوری نسلوں کی تاریخ تفصیل سے کھنگال رکھی ہے۔ جو سر سے لے کر پاؤں تک دھوکے اور فریب سے پر ہے۔ لہٰذا میرے لیے یہ تصور میں لانا ابھی ممکن نہیں کہ ان کا دیا ہوا جواز کوئی مسلمان جس کے دل میں ذرا برابر ایمان ہے قبول کر سکے گا۔ پروفیسر نذیر چیمہ والد غازی عامر نذیر شہید کو ملک کے بڑے بڑے رہنما جن میں اپوزیشن اور وزیراعظم

پاکستان سمیت حکومتی رہنما بھی شامل ہیں ان کے در اقدس پر حاضر ہو کر یا بذریعہ فون غازی عامر نذیر شہید کی شہادت کی مبارک دے چکے ہیں عوام کا تو خیر ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اور جوش و جذبہ اس ضمن میں قابل دید ہے۔ آخر میں میرے اپنے چند اشعار غازی علم الدین شہید کے بعد عالم اسلام کے اس قابل فخر نامور فرزند غازی عامر نذیر شہید کی نذر ہیں۔

کتنا خوش نصیب ہے تو
اے آفتاب رسالت ﷺ کی کرن اے عامر چیمہ
آپؐ برلن کی جیل سے لینے آئے ہوں گے تجھے خود
جن کی ناموس پر وار دیا تو نے جیون کا خزینہ
وہ کیسا نظارہ ہوگا جو افلاک نے، فرشتوں نے، میرے مولا نے بھی دیکھا ہوگا
جب تیرے سینے سے لگایا ہوگا آنحضور ﷺ نے اپنا سینہ

(روزنامہ ''جناح'' 19 مئی 2006ء)

عامر چیمہ شہید

راولپنڈی اپنے شہید بیٹے کا انتظار ہی کرتا رہ گیا!

محمد ریاض اختر

وزارت اطلاعات ونشریات کے وزیر مملکت سینیٹر عظیم طارق نے چند روز قبل شمس آباد (ڈھوک کالا خان) میں شہید عامر نذیر چیمہ کے والد محترم سے ان کی رہائش گاہ پر ملاقات میں انہیں یہ یقین دہانی کرائی کہ شہید کا جسد خاکی شایان شان طریقے سے پاکستان لایا جائے گا اور اسے اسی جاہ وحشمت اور عظمت سے سپرد خاک کیا جائے گا۔ گمان غالب یہی تھا کہ پہلے اس عظیم سپوت کو کاندھا دینے کا شرف اہل راولپنڈی اسلام آباد کے ماتھے کا جھومر بنے گا۔ جڑواں شہر میں اہل عقیدت، اہل بصیرت اور اہل فکر ہفتہ عشرہ سے شہید کے گھر کا ''طواف'' کر رہے تھے۔ وہ مبارک بادوں کے زمزموں میں عامر چیمہ کے اہل خانہ کی عظمت کا اعتراف کرتے رہے راولپنڈی میں اگر شہید کا جنازہ پڑھنے کی اجازت مل جاتی تو یہ شہر کی سیاسی، سماجی، دینی اور معاشی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ ہوتا، جس میں راولپنڈی، اسلام آباد کے ساتھ ساتھ مری، چکوال، کوٹلی ستیاں، جہلم، پشاور، ہری پور اور مظفر آباد سے لاکھوں عاشقان رسول ﷺ شرکت کرتے، ایک خیال یہ بھی تھا کہ اگر راولپنڈی میں جنازے کی اجازت دے بھی جاتی تو لاکھوں کے اس اجتماع کو کنٹرول کرنا کسی کے بس میں نہ رہتا اور اگر نماز جنازہ کا اجتماع بپھر جاتا تو پھر مشکلات کی نئی راہیں کھل جاتیں، گزشتہ ہفتہ بھر میں اندرون شہر شہری حلقوں میں عامر شہر کی عظیم زندگی کے کئی پہلو زیر بحث رہے۔ راولپنڈی کا کوئی حلقہ، کوئی ایسا گروہ نہیں تھا جس نے عامر نذیر چیمہ کے اہل خانہ کو ''مبارکباد'' خود نہ بھیجی

ہو، شمس آباد کے جس علاقے میں شہید کا گھر آباد ہے اس گلی میں داخل ہوتے ہی خوشبوؤں کا عجیب نظارہ شروع ہو جاتا ہے۔ وہاں درود شریف کا خاص اہتمام تھا۔ معطر فضاؤں میں پروفیسر نذیر کے گھر کے باہر گلدستوں کا ڈھیر لگا رہتا۔ گزشتہ جمعۃ المبارک 12 مئی کو ملک بھر کی طرح راولپنڈی، اسلام آباد کی فضاء بھی خاصی گرم رہی، مختلف سیاسی جماعتوں خصوصاً متحدہ مجلس عمل کی اپیل پر مختلف چوکوں، شاہراہوں پر جمعہ کے اجتماعات کے بعد سیاسی پارٹیوں نے احتجاجی جلوس نکالے۔ اس نفرت کا اظہار تھا جس کی چنگاریاں ابھی تک لوگوں کے دلوں میں موجود ہیں۔ غیر اعلانیہ لوڈ شیڈنگ، بجلی اور پانی کی بندش اور آگ برساتے سورج کے باوجود لوگوں کا اتنی بڑی تعداد میں سڑکوں پر نکلنا حیران کن تھا۔ عام لوگوں کا خیال یہ ہے کہ حکومت پاکستان نے اس مسئلہ پر سرد مہری کا مظاہرہ کر کے بڑی حد تک خود کو لاتعلق رکھا، حالانکہ اگر وہ اچھے اور بہتر انداز سے شہید کی آخری رسومات کی ادائیگی کا اہتمام کرتی تو نیک نامی کے چند پھول اس کے دامن میں بھی گرتے، ایک یہ بھی تاثر تھا کہ جب کراچی میں ایک ایک اور ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ کے پرامن جلوس نکالے جا سکتے تھے تو یہاں دو، اڑھائی لاکھ کے اجتماع کا کیا مسئلہ تھا؟ بارہ مئی کو اچانک اطلاع سامنے آئی کہ ہفتہ کی صبح عامر چیمہ کی میت لاہور پہنچے گی جسے لمحہ ضائع کیے بغیر وزیر آباد پہنچا دیا جائے گا۔ جبکہ شہید کے اہل خانہ کو خصوصی انتظامات سے ان کے گاؤں پہنچایا جائے گا۔ عجلت کے ان امور کے باوجود راولپنڈی سے ہزاروں لوگ لاہور ایئرپورٹ اور وزیر آباد پہنچے۔ لوگ 13 مئی کو تمام دن ان مبارک ساعتوں اور سیادتوں کا حال احوال پوچھتے رہے کہ جن پاکیزہ لمحات میں غازی علم دین شہید کے بھائی عامر عبدالرحمٰن چیمہ کے جسد خاکی کو خاک کی آغوش میں دیا گیا، 1928ء میں جب شاتم رسول راج پال کو قتل کرنے کی سعادت غازی علم دین کے نصیب میں آئی، تو پورا لاہور انگریزی دور میں اپنے بیٹے غازی علم دین کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بے تاب تھا۔ وہی جذبات اور وہی مناظر آج کا راولپنڈی پیش کر رہا ہے۔

جرمنی میں پولیس کے ہاتھوں شہید ہونے والے اس پاکستانی طالب علم کا راولپنڈی سے خاص انس تھا۔ اس نے گورنمنٹ جامع سکول سے میٹرک کیا پھر کچھ عرصہ سرسید مال روڈ میں زیر تعلیم رہا۔ اس کے بعد وہ جب فیصل آباد کی زرعی یونیورسٹی کا طالب علم تھا پھر بھی راولپنڈی میں قیام اس کی پہلی ترجیح تھی۔ جرمنی میں اس نے رسول پاک ﷺ کی

شان میں بے ادبی کرنے والے ایک اخبار کے ایڈیٹر پر حملہ کیا۔ پھر وہ پکڑا گیا۔ پولیس نے اتنا تشدد کیا کہ اس کے لیے جسم و جان کا تعلق رکھنا مشکل ہو گیا۔ عامر آخری دم تک اپنے موقف پر قائم رہا کہ اس نے رسول عظیم ﷺ کی شان میں بے ادبی کرنے والے کو سبق سکھانا تھا۔ افسوس وقت ہاتھ سے نکل گیا۔ عامر چیمہ کی شہادت نے ثابت کر دیا کہ مسلمان نوجوانوں کے دلوں سے ان کے نبی مکرم ﷺ کی محبت نکالی نہیں جا سکتی۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی حرمت پہ
خدا شاہد میرا ایمان کامل ہو نہیں سکتا

(روزنامہ ''نوائے وقت'' 19 مئی 2006ء)

عامر عبدالرحمٰن شہید

حافظ شاہد الرحمٰن مارتھ

سلام اے عامر عبدالرحمٰن کہ تو نے حب رسول ﷺ میں ڈوب کر جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ سلام اے عظیم باپ کہ جس کے آنگن میں یہ پھول کھلا۔ سلام اے والدہ محترمہ عامر کہ تو نے عظیم سپوت کو جنم دیا اور اس کی تربیت ایسی کی کہ اس کو سچا عاشق رسول ﷺ بنا دیا۔ سلام اے سرزمین وزیرآباد کہ جس میں جانشین غازی علم الدین شہید پیدا ہوا۔ سلام ان عظیم اساتذہ کو جنہوں نے اس نونہال کی آبیاری علم کے موتیوں سے کی اور سلام اس عظیم جگہ پر کہ جہاں یہ غازی مدفون ہوا۔

4دسمبر 1977ء کو حافظ آباد میں جنم لینے والے اس بچے کے بارے میں کسی کو کیا علم تھا کہ کل کو یہ فرزند عالم اسلام کا سر فخر سے بلند کر دے گا۔ وہ کیسا کارنامہ تھا جو انہوں نے انجام دے کر اپنا نام امر کر لیا اور وہ کیا وجہ ہے کہ آج گلی گلی میں عامر کے تذکرے ہیں۔ نہ صرف فرش پر بلکہ عرش پر بھی عامر عبدالرحمٰن چیمہ کو خراج تحسین پیش کیا جا رہا ہے۔ آخر میں تو حور و غلمان اور سب سے بڑھ کر نبی اکرم کی معیت تو ہے ہی سہی لیکن دنیا میں بھی اس عظیم انسان کی میت کا استقبال، جنازے میں لوگوں کا طلب دیدار قابل رشک تھا۔ لوگوں نے عامر عبدالرحمٰن کے گھر جانے والے تمام راستے پھولوں سے اٹے پڑے تھے اور ان کے والد محترم پروفیسر نذیر احمد چیمہ کو چوم کر اور مبارک باد دے کر ان کے بیٹے کے عظیم کارنامے پر ان کو تسلی دی کہ آپ اکیلے نہیں بلکہ عالم اسلام کا ہر بیٹا اور جوان غازی عامر عبدالرحمٰن کا بھائی اور آپ کا بیٹا ہے اور جب وقت آیا تو وہ بھی غازی کی سنت کو تازہ کرے گا۔

میں نے اپنے والد محترم پروفیسر محمد یار مارتھ صاحب سے پوچھا کہ ابو جان: اگر (Die Welt) کا ایڈیٹر (Henryk Broder) جو کہ نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کا ذمہ دار تھا اور جس پر غازی عامر نے حملہ کیا اور وہ زخمی ہوا ہے اگر وہ مر جاتا تو غازی عامر امت مسلمہ کا ہیرو ہوتا۔ میرے والد محترم نے کہا کہ وہ آج بھی ہیرو ہے اور غازی علم الدین شہید کا ہم پلہ ہے کیونکہ اس نے آج جس دور میں اور جن حالات میں اس نے جواں مردی اور حب رسول ﷺ کا مظاہرہ کیا ہے وہ پہلے تمام ادوار سے کہیں مشکل ہے۔

سکول اور کالج کا ہونہار طالب علم تمام علمی مراحل کامیابی سے طے کرتا ہوا پی ایچ ڈی کرنے کے لیے 2004ء جرمنی پہنچا اور ماسٹر آف ٹیکسٹائل اینڈ کلوزنگ مینجمنٹ کے کورس کے لیے داخلہ لیا۔ یہ 4 سمسٹر پر مشتمل تھا اور عامر چیمہ کا یہ آخری سمسٹر تھا۔ آپ کے ساتھی اور گھر والے آپ کے مستقبل کے حوالے سے نجانے کتنی امیدیں لگائے بیٹھے تھے۔ تین بہنیں اپنے اکلوتے بھائی کے لیے کس قدر منتظر تھیں۔ ان کا اندازہ لواحقین کے علاوہ اور کون کر سکتا ہے لیکن قربان جاؤں اس عاشق رسول ﷺ پر کہ اس نے کیسے زبردست مستقبل کو (Choose) کیا کہ جس کے سامنے تمام کامیابیاں ہیچ ہیں۔

عامر عبدالرحمٰن چیمہ نہ قاری تھے نہ حافظ، نہ عالم تھے اور نہ واعظ لیکن کیسا مقام پایا یہ ان کے استاد محترم جناب محمد یحییٰ علوی صاحب جو کہ گورنمنٹ جامعہ اسکول فار بوائز راولپنڈی میں استاد ہیں اور اسلامیات، عربی کی تدریس کر چکے ہیں، کی زبانی سنتے ہیں "الحمدللہ میرا معمول ہے کہ ہر شب جمعہ کو کم از کم 500 مرتبہ درود شریف پڑھ کر سوتا ہوں۔ 4 مئی کو نماز عشاء ادا کرنے کے بعد جب میں مسجد سے نکلا تو ایک دوست نے بتایا کہ پروفیسر نذیر چیمہ صاحب کا بیٹا عامر جو گستاخ رسول پر حملے کے جرم میں جرمنی میں گرفتار تھا شہید کر دیا گیا۔ یہ خبر سن کر مجھے بہت صدمہ ہوا اور عامر کی یادیں دل میں بسائے سو گیا۔ صبح سے کچھ دیر قبل میں نے خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑے میدان میں بہت زیادہ قمقمے جگمگا رہے ہیں۔ اور ہر طرف روشنی ہی روشنی ہے۔ اس دوران میں نے دیکھا کہ اس روشن میدان میں ایک بلند سٹیج سجا ہوا ہے اور اس پر حضور ﷺ تشریف فرما ہیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ خلفائے راشدین بھی موجود ہیں۔ اسی اثناء میں میدان کی دوسری طرف سے عامر شہید آتے ہیں اور تیز قدموں کے ساتھ حضور ﷺ کی طرف بڑھتے ہیں۔ آقا ﷺ عامر کو اپنی طرف آتا دیکھ کر

کھڑے ہو جاتے ہیں اور آغوش مبارک وا کر کے عامر کو پکارتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''مرحبا! اے میرے بیٹے''

بس اسی لمحے قریبی مسجد سے اذان فجر بلند ہوئی اور میری آنکھ کھل گئی۔''

ذرا تصور کیجئے کہ غازی عامر عبدالرحمٰن کا کیسا کارنامہ ہے کہ سارے مراحل بالائے طاق رکھ کر Direct نبی اکرمؐ کے دیدار کا شرف حاصل ہوتا ہے اب ذرا ان کے اس کارنامے کی تفصیل بھی ملاحظہ کیجئے جس نے دشمنوں کو بتا دیا کہ ہر ادنیٰ مسلمان کے اندر نبی اکرم ﷺ کی محبت کا وہ سمندر موجود ہے جو وقت پڑنے پر گستاخان رسول ﷺ کو خس و خاشاک کی طرح بہالے جائے گا۔

ستمبر 2005ء میں جبکہ غازی عامر جرمنی میں زیر تعلیم تھے۔ یورپی دنیا کی طرف سے وہ ناپاک جسارت سامنے آئی۔ جو نام نہاد مہذب اقوام کے منہ پر خود ایک طمانچہ ہے۔ ڈنمارک کے ایک اخبار کی طرف سے شائع ہونے والے نبی اکرمؐ کی شان اقدس میں گستاخی پر مشتمل خاکے نے جہاں یورپی دنیا کے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا وہاں عامر بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا اور اس عالم اسلام کے مایہ ناز فرزند اور اس کے قابل رشک سیرت پر تاقیامت مسلمانوں کو فخر رہے گا۔

جرمنی میں تعلیمی کورس کے چوتھے مرحلے کے دوران یونیورسٹی میں چند دن کی تعطیلات ہوئیں تو عامر چیمہ اپنے رشتہ داروں سے ملنے کے لیے برلن شہر آ گئے۔ یہاں عامر چیمہ نے معمول کے مطابق چھٹیاں گزاریں تاہم ان میں ایک تبدیلی ایسی تھی جو وہاں موجود سب رشتہ دار دیکھ رہے تھے ماموں زاد بہن کے شوہر کہتے ہیں کہ ہم بہت شدت سے محسوس کر رہے تھے کہ عامر شہید کئی دنوں سے گہری سوچوں میں گم رہتے تھے۔ ایک دن ہم نے ان سے پوچھا کہ آپ اس قدر گم سم کیوں نظر آ رہے ہیں؟ کوئی پریشانی یا تکلیف تو نہیں؟ لیکن انہوں نے صاف لفظوں میں کہا کہ مجھے نہ کوئی پریشانی ہے اور نہ تکلیف۔

یونیورسٹی کی طرف سے ملنے والی تعطیلات 11 مارچ کو ختم ہو گئیں لیکن عامر یونیورسٹی نہ گئے وہ برلن ہی میں رہے اور کسی کو نہیں معلوم کہ شبانہ روز ان کی سرگرمیاں کس نوعیت کی تھیں؟

20 مارچ 2005ء کی صبح سے عامر چیمہ اپنے رشتہ داروں کی طرف سے غیب تھے

اور کسی کو ان کے بارے میں کچھ پتہ نہ تھا۔ اسی دن ہی سورج ڈھلنے کے بعد برلن شہر میں ایک اہم واقعہ پیش آیا۔ جرمنی سے شائع ہونے والے ایک قدیم اخبار ''ڈائیولٹ'' کے مرکزی دفتر میں ایک نوجوان داخل ہوا اور بغیر رکے اخبار کے ایڈیٹر ''ہیزک بروڈر'' کے کمرے کی طرف بڑھا، جہاں وہ شخص اپنے دفتری کاموں میں مشغول تھا۔ نوجوان کے عمارت میں داخل ہوتے ہی سیکورٹی اہلکار اس کی طرف لپکے اور اسے پکڑنے کی کوشش کی لیکن نوجوان پورے رعب اور اعتماد کے ساتھ دھاڑا اور انہیں للکارتے ہوئے کہا کہ اگر انہوں نے اسے پکڑنے کی کوشش کی تو وہ اپنے جسم کے ساتھ بندھا ہوا بارود اڑا ڈالے گا اور وہ سب اس کے ساتھ موت کے گھاٹ اتر جائیں گے۔ یہ بات سنتے ہی سیکورٹی اہلکار گھبرا کر پیچھے ہٹ گئے اور نوجوان بھاگتا ہوا ایڈیٹر کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ پل بھر میں اس نے کپڑوں میں چھپایا ہوا ''ہینٹر نائف'' نامی خاص شکاری خنجر نکالا اور ایڈیٹر کی گردن پر وار کرنے کو لپکا مگر اس سے پہلے کہ وہ اپنے شکار کا کام تمام کرتا دفتر کا دیگر عملہ جمع ہو گیا اور اس نے نوجوان کو قابو کر لیا۔

(روزنامہ ''پاکستان مشن'' 23 مئی 2006ء)

عاشق کا جنازہ...... حکومت کی بے حسی!!!

انور گرے وال

عاشق کا جنازہ تھا، دھوم سے ہی نکلنا چاہیے تھا، وقت کے فرعونوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، مگر نامرادی ہی ان کا مقدر ٹھہری...... بھلا یہ کہاں کا دستور ہے کہ والدین اپنے بیٹے کی تدفین پنڈی میں چاہتے ہیں اور ہر آہٹ پر خوفزدہ ہو جانے والے حکمران اسے وزیر آباد کے ایک گاؤں میں دفن کرنے پر مصر ہیں۔ جو لوگ تقریباً 25 برس سے پنڈی میں رہائش پذیر ہیں، ان کی دلی خواہش ہے اور فطرت کا تقاضا بھی ہے کہ ان کے عظیم بیٹے کی قبر ان کے قریب ہوتی، شہید کی ساری عمر راولپنڈی میں ہی گزری تھی، اس کا حلقہ احباب بھی وہیں تھا، اس کے والد کی بھی یہ حسرت تھی کہ وہ روزانہ اپنے شہید بیٹے کی قبر پر جاتے، آنسو بہاتے، دل کا غبار ہلکا کرتے، کتنا بڑا ظلم ہے کہ اب انہیں اپنے بیٹے کی قبر پر جانے کے لیے بھی گھنٹوں سفر کرنا پڑا کرے گا۔ بے حس حکمرانوں کو کیا معلوم کہ بیٹے کی موت کیا ہوتی ہے؟ وہ کیا جانیں کہ جدائی کے صدمے کے ساتھ ساتھ شہادت کے تصور سے روح کو کس قسم کی آسودگی ملتی ہے؟ لیکن سب سے بڑھ کر یہ کہ آخر حکمرانوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ لوگوں کے ذاتی معاملات میں اس طریقے سے مداخلت کریں۔ کیا حکومت کی اعلیٰ مسندوں پر بیٹھے ہوئے جابر لوگ یہ پسند کریں گے کہ ان کے گھر کے کسی اہم فرد کی میت کو کسی ایسے علاقے میں دفنا دیا جائے، جس سے ان کا 25 سال قبل تعلق رہا ہو۔ کیا وہ پسند کریں گے کہ ان کی والدہ یا والد کی میت کو سینکڑوں میل دور نہ سہی کسی قریب کے دوسرے گاؤں میں ہی دفن کر دیا جائے۔ کبھی نہیں وہ مرنے مارنے پر تل جائیں گے...... مگر شہید عامر کے والدین کے ساتھ آخر یہ ظلم

کیوں ڈھایا گیا؟

ذرا سا غور کرنے سے ساری حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔ یہ حکمران امریکہ کی غلامی میں اس قدر جکڑے جا چکے ہیں کہ مجاہد کا نام سنتے ہی ان کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں۔ اگر راولپنڈی میں میت آ جاتی، جنازے کا وقت مقرر ہو جاتا، تو رپورٹوں کے سہارے چلنے والی حکمران اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ پاکستان کی تاریخ میں سب سے بڑا جنازہ ہوتا...... مگر ایوان اقتدار اس تصور سے ہی لرزتا رہا کہ کہیں یہ شرکاء اسلام آباد پر ہی نہ چڑھ دوڑیں، کہیں یہ شہید کا جنازہ پڑھنے آئے افراد حکمرانوں کی میت ہی نہ اٹھالیں...... یہ ازل سے ہوتا آیا ہے، وقت کا ہر فرعون ہر مجاہد کو اپنی کرسی کے لیے خطرہ جانتا ہے...... کاش کوئی حکمرانوں کو یہ بتا دیتا کہ مذہبی معاملات میں عوام کو جتنا دبایا جاتا ہے، وہ اتنا ہی ابھرتے ہیں۔ اگر راولپنڈی جنازہ کرنے دیا جاتا، تو یقیناً لوگوں کے دل کا غبار نکلتا اور آہستہ آہستہ صبر آ جاتا، مگر ان کی حسرتوں کو دبانے کا نقصان یہ ہے کہ یہ حسرتیں پہلے غم، پھر غصے اور بعد میں غیظ وغضب کا روپ دھار لیا کرتی ہیں اور جب عوام میں غیظ وغضب کی لہر دوڑ جائے، تو پھر اونچے ایوان انہی عوام کے پاؤں کی ٹھوکر سے گر کر بکھر جایا کرتے ہیں، یہ جذبات کی نہیں تاریخ کی باتیں ہیں...... اب بھی حکومت کا جنازہ روکنے والا اقدام عوام کے دل میں سیاہ نکتے کی طرح بیٹھ گیا ہے، حکومت سے نفرت تو پہلے سے ہی موجود ہے، مگر اب یہ دو چند ہو گئی ہے...... اس کے بعد قبر سارو کی میں بنانے سے جو غم حکمرانوں نے شہیدؒ کے اہل خانہ کو دیا ہے، وہ ان کی نسلوں کو بھی یاد رہے گا اور وہ ساری زندگی حکومت کو بددعائیں دیتے اور ملامت کرتے رہیں گے۔

یہ کون ہوتا ہے ایس ایس پی سعود عزیز؟ ٹوپی، وردی اور سٹک کی اکڑ کچھ اس قدر ہے کہ شہید کے اہل خانہ کو دھمکیاں دینے پر اتر آیا ہے۔ اسی طرح کے ہزاروں سعود عزیزوں کی وردیاں اور جانیں بھی قربان کر دی جائیں، تو شہید عامر کی خاک پا کو بھی نہیں پہنچ سکتیں۔ پولیس کے یہ افسر نہیں جانتے کہ وہ اپنی اکڑفوں میں لاکھوں لوگوں کی نظروں سے اس طرح گر جاتے ہیں کہ ان کا جو بھی نام لیتا ہے پہلے گالی دیتا ہے، ہمیشہ برے الفاظ میں یاد کرتا ہے...... حکمرانوں اور سعود عزیزوں کو یہ بھی جان لینا چاہیے کہ اگر لاہور ایئرپورٹ کو بھی سیل نہ کیا جاتا، تو عوام کا بحر بیکراں وہاں بھی پہنچ جاتا...... پھر فراڈ یہ کیا کہ چار بجے کا وقت دے کر

ساڑھے بارہ بجے ہی صفیں بنوا دیں..... کیا حکمرانوں اور باطل کی آنکھیں کھولنے کے لیے یہ کم نہیں کہ آگ برساتی گرمی کے عین عروج کے وقت عوام دیوانہ وار عاشق کے جنازے اور آخری دیدار کے لیے اُمڈے پڑ رہے تھے، بیسویں بے ہوش یا زخمی بھی ہو گئے...... کوئی تو ایسا ہو، جو حکمرانوں کو اس گاؤں کی تصویر دکھائے، جو شہید کے جنازے کے شرکاء کا میزبان تھا۔ ''شہید دولہے'' کا استقبال جھنڈیوں اور بینروں سے کیا گیا تھا، گاؤں والوں نے کرسیاں، چارپائیاں لوگوں کے لیے مہیا کر دی تھیں...... کیا کبھی کسی نے دیکھا ہے جنازے کا ایسا استقبال؟ بے حس حکمران عوام کو گمراہ کرنے کا کوئی موقع جانے نہیں دیتے۔ کہا گیا کہ جنازہ پڑھانے میں ''مولویوں'' میں اختلاف تھا، عقل کے اندھو! جب خود پروفیسر نذیر چیمہ ہی اپنے بیٹے کا جنازہ پڑھائیں گے، تو اختلاف کیسا؟ اب قریہ قریہ اس کی غائبانہ نماز جنازہ ہوگی، اب بستی بستی میں عامر شہید کی یادوں کی خوشبو پھیلے گی، کوئی حکمران روک سکتا ہے تو روک کے دکھائے۔

(روزنامہ ''انصاف'' 17 مئی 2006ء)

وہ راہِ حق میں قربان ہو گیا

ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم

اپریل 2006ء میں جرمنی سے مسٹر پر سرگودھا آئے تو انہوں نے معروف سیاسی وسماجی رہنما الحاج چودھری خالد اقبال مسرت ایڈووکیٹ کے گھر پر منعقد سیرت کانفرنسؐ میں بھی بطور مہمان شرکت کی۔ راقم الحروف کو مسٹر پر کی موجودگی کے باعث انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں کمپیئرنگ کا اعزاز حاصل ہوا عزیزم نوید وڑائچ ایڈووکیٹ نے سرگوشی کرتے ہوئے بتایا کہ مسٹر پر کو پاکستان آتے ہوئے ڈر محسوس ہو رہا تھا کہ اس ملک کی فضا سازگار نہیں۔ قتل وغارت اور دہشت گردی عام ہے۔ لوگ عدم تحفظ کا شکار ہیں۔ مذکورہ بزم میں بیرسٹر رضی العباس' مولانا منظور احمد چشتی' خالد اقبال مسرت' راقم الحروف توقیر احمد فائق سیکرٹری ویلفیئر پنجاب نے سیرت طیبہ اور ناموس رسالتؐ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ مسٹر پر کو بتایا گیا کہ ناموس رسالتؐ کے لیے ایک مسلمان کس حد تک قربانی دے سکتا ہے۔ ایس پی ریاض میکن' بریگیڈیئر چودھری زمان چیمہ' نصیر احمد چیمہ ایڈووکیٹ صدر بار ایسوسی ایشن اور دیگر معززین بھی جرمنی کے اس مہمان سے پرجوش انداز میں ملے۔ مسٹر پر کو پاکستانیوں کا طرزِ عمل دیکھ کر اپنی سوچ پر افسوس ہوا اور وہ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ پاکستان امن کا گہوارہ اور پاکستانی حسن اخلاق کے خوگر ہیں یہاں کے عوام خصوصاً حکومت بھی غیر ملکی حتیٰ کہ امریکیوں کو بھی سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں۔ میں' مسٹر پر سے اس لیے تپاک سے ملا کہ عاشق رسولؐ حضرت ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے میونخ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کر کے پاک جرمن دوستی کو امر کر دیا ہے۔ ہم نے تو مسٹر پر کی سوچ بدل ڈالی لیکن

جرمن حکومت نے اس کے برعکس رویے کا ثبوت دیا۔

پاکستانی نوجوان عامر عبدالرحمٰن چیمہ کو برلن جیل کی کوٹھڑی میں تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ سچے عاشق رسولؐ نے اسی تشدد کے دوران جان دے دی۔ جرمن حکومت کا کہنا ہے کہ عامر عبدالرحمٰن چیمہ نے جیل میں خودکشی کی ہے۔ عاشقانِ رسولؐ کا شیوہ ہی نہیں ہے کہ وہ ظلم کے سامنے سر جھکائیں وہ تو حضرت بلالؓ کی طرح انگاروں کی طرف دیکھتے ہوئے پتھروں پر لوٹتے ہوئے بھی کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں۔ وہ غازی علم دین شہید کی طرح تختہ دار پر بھی کلمہ حق سنانے کے سائبان میں تھا۔ 4 دسمبر 1977ء کو حافظ آباد کی سرزمین پر پروفیسر محمد نذیر چیمہ کی بصیرت افروز آغوش میں پلنے والے بہادر، محب وطن، ذہین، متین اور شہید ختم نبوتؐ عامر چیمہ نے گورنمنٹ جامع ہائی سکول راولپنڈی سے میٹرک، سرسید کالج سے ایف ایس سی اور بی ایس سی انجینئرنگ نیشنل کالج آف ٹیکسٹائل فیصل آباد سے مکمل کی۔ عامر چیمہ کو اعلیٰ تعلیم کا شوق تھا اس لیے اس نے نومبر 2004ء میں جرمنی کا سفر اختیار کیا۔ وہ یونیورسٹی سے چھٹیاں گزارنے کے لیے اپنی کزن کے پاس برلن آیا تو اسے 20 مارچ کو برلن پولیس نے گرفتار کر لیا۔ اس پر الزام عائد کیا گیا کہ اس نے توہین آمیز خاکوں کے سلسلہ میں ناموس رسالتؐ کی خاطر اخبار کے ایک ایڈیٹر پر حملہ کیا۔ اخبارات میں یہ خبر بھی شائع ہوئی کہ پولیس نے عامر چیمہ کی ماموں زاد کے گھر اور یونیورسٹی ہاسٹل میں چھاپے مارے۔

محب وطن اور دینی سوچ رکھنے والے پروفیسر محمد نذیر چیمہ نے اپنے بیٹے کی گرفتاری کے سلسلہ میں پاکستانی قائدین اور حکومت سے رابطے کیے۔ 40 دن کے بعد بھی جرمن پولیس نے چالان سپرد عدالت نہ کیا۔ معصوم عامر چیمہ پر جھوٹا الزام عائد کر دیا گیا کہ وہ کسی گینگ کا سرغنہ ہے۔ چار مئی 2006ء کو برلن سے خبر آئی کہ عامر نے جام شہادت نوش کر لیا ہے۔ تین بہنوں کے چہرے کی رونق اور بوڑھی ماں کی آنکھوں کا تارہ عامر چیمہ راہ حق پر قربان ہو گیا۔

غازی علم دین شہید کے قبیلہ سے تعلق رکھنے والا ہر نوجوان اسی طرح شمع رسالتؐ پر قربان ہو جاتا ہے۔ سمندر کے قطرے اپنی ذات پر فخر کرتے ہیں لیکن اس قطرے کی خوش بختی بہت زیادہ ہے جو سمندر میں شامل ہو کر طوفان بن جاتا ہے۔ ہم دنیا میں اپنی نسبت پر زندہ ہیں، والدین سے نسبت پر فخر کرتے ہیں، اپنے رشتہ داروں سے نسبت پر خوش ہوتے

ہیں۔ اعلیٰ افسروں سے اگر نسبت قائم ہو جائے تو سر فخر سے بلند کر لیتے ہیں لیکن آقا کے غلام فخر عالم، زینت مقام، خیر الانام حضرت محمد مصطفیٰؐ کی نسبت پر ہر لحہ خوش رہتے ہیں۔ درود و سلام اور یاد نبیؐ ذکر رسولؐ سے اپنے قلوب منور کرتے ہیں۔ ہمارے ایمان کی تکمیل ہی تحفظ ناموس رسولؐ سے ہوتی ہے۔ وہ ہستی جس کا ذکر خالق کائنات خود بلند کرے انسان اس ذات کی توصیف کس حد تک کر سکتا ہے۔ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کے مصداق ہر مسلمان مسند اقتدار کی بجائے مدینے کا گداگر ہونے پر فخر محسوس کرتا ہے۔

(روزنامہ "پاکستان" 15 مئی 2006ء)

عامر چیمہ کی شہادت، ترقی یافتہ دنیا کے منہ پر طمانچہ

شہید کی آخری خواہش نظر انداز کر کے حکومتی ایماء پر ساروکی میں دفنایا گیا

شدید گرمی کے باوجود لاکھوں افراد نے جنازہ میں شرکت کی

کریم اللہ گوندل

جرمنی میں عامر عبدالرحمٰن کو جس طرح شہید کیا گیا وہ ترقی یافتہ دنیا کے منہ پر ایک زور دار طمانچہ ہے اگر اسی عامر عبدالرحمٰن نسلی طور پر امریکی یا یورپی ملک سے تعلق ہوتا تو صورت حال قطعی طور پر مختلف ہوتی۔ اول تو اس کو اس طرح حراست کے دوران شہید ہی نہ کیا جاتا اور اگر ایسا واقعہ ہو بھی جاتا تو اس کے ردعمل کے طور پر جرمن حکومت ہل کر رہ جاتی اور بڑے بڑے عہدیداران کٹہرے میں کھڑے نظر آتے۔ شہید کا پہلا جرم ایک پاکستانی ہونا تھا' دوسرا جرم مسلمان ہونا اور تیسرا بڑا جرم عاشق رسول ہونا تھا۔ جو اپنے آقا کی شان میں گستاخی برداشت نہ کر سکا اور توہین آمیز خاکے شائع کرنے والے اخبار کے ایڈیٹر پر حملہ کر دیا۔ جو نام نہاد ترقی یافتہ ملک سے برداشت نہ ہو سکا کہ تیسری دنیا سے تعلق رکھنے والا نوجوان ایسی جرأت کیونکر کرے جس پر اس کو نشان عبرت بنانے کی کوشش کی گئی۔ لیکن شہید تو شہید ہوتا ہے اگر جرمن حکومت کو یہ معلوم ہوتا کہ شہید کے جسد خاکی کا پاکستان میں اس طرح استقبال ہو گا تو شاید وہ عامر عبدالرحمٰن کے ساتھ کوئی اور سلوک کرتے۔ شہید کا جسد خاکی ہفتہ کو فرینکفرٹ سے ایک پرواز کے ذریعے لاہور لایا گیا۔ جہاں سے ہیلی کاپٹر میں راہوالی کینٹ اور ایمبولینس کے ذریعے شہید کے آبائی گاؤں ساروکی چیمہ لایا گیا وہاں اس کے استقبال کیلئے

لاکھوں افراد موجود تھے۔ مختلف تنظیموں اور انتظامیہ کی طرف سے نماز جنازہ کیلئے کافی انتظامات کیے گئے تھے۔ کئی ایکڑ پر مشتمل جنازہ گاہ تیار کی گئی تھی جس میں شہید کے والد پروفیسر نذیر چیمہ کی اجازت سے ان کے دوست سرفراز احمد سیفی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جہاں پر مختلف جماعتوں کی طرف سے نماز جنازہ پڑھانے کی کوشش کی گئی جس کی شہید کے والد نے اجازت نہ دی اور شہید عامر کے والد کا فیصلہ ہی ماننا پڑا۔ بعض سیاسی اور مذہبی تنظیموں نے غائبانہ نماز جنازہ بھی ادا کی بعض نے کئی اضلاع میں نماز جنازہ ادا کرنے کا اعلان بھی کیا۔ شاید گرمی اور کڑکتی دھوپ میں لاکھوں کا جنازہ' عجیب منظر تھا' گرمی کے باعث درجنوں افراد بے ہوش ہو گئے۔

حکومت کی طرف سے جنازہ کے موقع پر کسی بھی قسم کی کشیدگی روکنے کے لئے خاطر خواہ انتظامات کئے گئے تھے۔ ڈی آئی جی ظفر عباس لک انتظامی افسران پولیس اور ناظمین سے مسلسل رابطے میں رہے اور انہیں ہدایات جاری کرتے رہے نماز جنازہ میں صوبائی وزیر خوراک چودھری اقبال' ناظم ضلع فیاض احمد چٹھہ' ناظم تحصیل نوازش علیؒ چیمہ نے حکومت کی نمائندگی کی۔ جبکہ اپوزیشن سے تعلق رکھنے والے جماعت اسلامی پاکستان کے مرکزی جنرل سیکرٹری سید منور حسن' متحدہ مجلس عمل کے ایم این اے فرید پراچہ' متحدہ مجلس عمل کے ایم این اے قاضی حمید اللہ خان کے علاوہ جماعت الدعوۃ کے ضلعی قائدین بھی اس موقع پر موجود تھے۔

تدفین کے سلسلے میں حکام اور شہید کے والدین میں کافی اختلاف پایا جاتا تھا۔ پروفیسر نذیر احمد چیمہ ان کی اہلیہ اور ان کی بیٹیاں اپنے پیارے عامر عبدالرحمٰن شہید کو راولپنڈی میں سپرد خاک کرنا چاہتے تھے کیونکہ وہ گذشتہ 23 سال سے راولپنڈی میں درس و تدریس کے سلسلے میں ہی مقیم تھے۔ ان کی خواہش یہ تھی کہ وہ اپنے بیٹے کو اپنی رہائش گاہ کے قریب ہی دفن کریں تا کہ جب بھی دل اداس ہو وہ اپنے شہید بیٹے کی قبر کا دیدار کر سکیں اور اپنے جی کو ہلکا کر سکیں۔ لیکن حکام کو خدشہ تھا کہ اگر راولپنڈی میں جسد خاکی کو تدفین کی اجازت دی گئی تو عوام کا اتنا بڑا جم غفیر سنبھالنا مشکل ہو گا اور بڑا شہر ہونے کی وجہ سے امن و امان کا مسئلہ بھی پیدا ہو سکتا ہے اس لئے شہید کی راولپنڈی میں تدفین کی اجازت نہ دی گئی اور انتظامیہ اپنی طے شدہ حکمت عملی میں کامیاب رہی۔ شہید کی نماز جنازہ کے موقع پر امن و امان کا کسی بھی قسم

کا مسئلہ پیدا نہ ہوا۔

شہید کی بہنوں کی خواہش تھی کہ ان کے لاڈلے بھائی کو فیصل مسجد کے احاطے میں دفن کیا جائے لیکن اس پر بھی حکام نے توجہ نہ دی۔ عامر عبدالرحمٰن کے اپنے خط کے مطابق وہ جنت البقیع یا اولیاء کے مزار کے قریب دفن ہونا چاہتے تھے جبکہ ان کی یہ خواہش بھی پوری نہ ہو سکی۔ حالانکہ جب کسی کو پھانسی دی جاتی ہے تو اس کی بھی جان بخشی کے علاوہ ہر خواہش کا پورا احترام کیا جاتا ہے لیکن حکام نے اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق تمام خواہشات اور شہید کی وصیت کو ملحوظ خاطر نہ رکھا جس کی وجہ سے شہید عامر عبدالرحمٰن کے ورثاء نے حکومتی اقدامات پر سخت ناراضی کا گاہے بہ گاہے اظہار بھی کیا مگر خواہشات تو دور کی بات جذبات کی بھی قدر نہ کی گئی۔

آفرین ہے اس والد پر جو اپنے لخت جگر کو لحد میں اتارتے وقت صبر و تحمل اور استقامت کا پیکر رہا اور جنازہ میں شرکت کیلئے آنے والے ہزاروں افراد کے ساتھ پرنم آنکھوں سے گلے ملتا رہا۔

(روزنامہ ''ایکسپریس'' - 16 مئی 2006ء)

عامر شہیدؒ

ہارون الرشید

کراچی کے تاثرات لکھنے کی کوشش کرتا، ہر چند یہ آسان نہیں کہ اس کیلئے چیتے کا جگر اور جادوگر کا قلم چاہیے تاہم کوشش تو کرتا لیکن اب ایک شہید کی میت درمیان پڑی ہے اور کیسا شہید؟ وہ جو ایک لوک کہانی بن جائے گا اور ابدالآباد تک ہماری یادوں کو منور کرتا رہے گا۔

مغرب ہم مسلمانوں کو سمجھ نہیں سکتا۔ شاید وہ ہمیں سمجھنا چاہتا ہی نہیں، صرف برتنا اور پامال کرنا چاہتا ہے۔ ہمیں، ہمارے ایمان، اس ایمان سے پھوٹنے والی امنگوں اور ایقان سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ اس ایمان، ایقان اور امنگوں کے بغیر ہم کیا ہوں گے۔ کیا اس زندگی سے موت اچھی نہیں جو ہمیں قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کی محبت سے محروم کر دے۔ اگر ہم میں زندگی کی کوئی رمق باقی ہے تو اس میں غازی علم دین شہید اور عامر چیمہ شہید ایسے لوگوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ہر اس شخص کی گردن پر جو اللہ کے آخری پیغمبر، یوم آخرت پر اور خود خدا پر ایمان رکھتا ہے، عامر چیمہ کا کبھی نہ ختم ہونے والا احسان ہے وہ احسان جو کبھی تمام نہ ہوگا اور دائم ہماری گردنوں پہ رہے گا۔ ہم اس کے شکر گزار اور احسان مند ہیں کہ اس نے ہماری طرف سے فرض کفایہ ادا کر دیا۔ اس شہید نے ہمیں ثروت مند کر دیا اور ہمیں ادراک ہوا کہ اس راکھ میں ابھی چنگاریاں باقی ہیں۔ تاہم کیا عجیب ہے کہ کبھی ان چنگاریوں سے الاؤ روشن ہو۔ پھر ایک کے بعد دوسری قندیل، حتیٰ کہ چراغاں ہو جائے۔ ہم سے مغرب کا مطالبہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی فلاں اور فلاں آیات سے دستبردار ہو جائیں اور اپنے بچوں

کوان کی تعلیم نہ دیں۔ مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے ایک اجلاس میں میاں محمد نواز شریف نے ایک بار کہا تھا اگر ایک دن وہ ہم سے یہ کہیں کہ تم کلمہ پڑھنا چھوڑ دو تو کیا ہم چھوڑ دیں گے۔ لیکن نواز شریف اور بینظیر بھٹو سمیت تقریباً ہماری تمام تر اشرافیہ مغرب سے خوف زدہ ہے اور اسے راستہ سجھائی نہیں دیتا۔ ابھی حال ہی میں توہین رسالت کے مسئلہ پر انسانوں کے ہزاروں ہجوم گھروں سے امنڈ کر شاہراہوں پہ نکلے اور نون لیگ کی قیادت پوری یکسوئی سے ان میں شامل ہوئی تو نواز شریف نے پیغام بھیجا کہ لیگی لیڈر اعتدال اور احتیاط سے کام لیں۔ کسی اور نے نہیں' ان کے ایک قریبی ساتھی نے راز کی یہ بات بتائی اور وہ خوش نہ تھا۔ قرآن کریم کا مطالبہ اور ہے ''ادخلوا فی السلم کافۃ'' اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ اس سے مراد عمل کی کوتاہی نہیں۔ خامی اور خرابی' خامی اور خرابی ہی ہوتی ہے لیکن توبہ کا دروازہ کھلا ہے اور اللہ غفور الرحیم ہے۔ اصحابؓ کے ایک گروپ نے عالی مرتبتﷺ سے ایک بار یہ کہا ''ہم نے ارادہ کرلیا ہے کہ کسی گناہ کا ارتکاب نہ کریں گے۔ آنجنابﷺ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور اس مفہوم کا جملہ ارشاد کیا: اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تمہیں برباد کردے گا اور تمہاری جگہ نئے لوگ بروئے کار لائے گا۔ اس لئے کہ وہ معاف کرنا محبوب رکھتا ہے۔ آدمی کو خطا ونسیان سے بنایا گیا ہے اور پچھلے ایک ہزار برس کے سب سے بڑے عارف حضرت علی بن عثمان ہجویریؒ نے کشف المحجوب میں یہ لکھا ہے: ایک ولی اللہ بھی ستر مرتبہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوسکتا ہے۔ اگر اللہ کے بے پایاں کرم اور توبہ کے دائم کھلے دروازے کو جواز بنا کر گناہ کو روش کرلیا جائے تو یہ جہل کی بدترین صورت ہے جو لازماً تباہی پہ منتج ہوگی' ورنہ بخاری شریف کے مطابق سرکارﷺ نے یہ کہا تھا ''ابوذرؓ جس نے کہا اللہ ایک ہے اور محمدﷺ اس کے رسول ہیں وہ جنت میں جائے گا''۔ ان ابوذرؓ نے، جن سے زیادہ سچے آدمی پر آسمان نے کبھی سایہ نہ کیا' اس پر سوال کیا: یا رسول اللہ خواہ اس نے چوری کی ہو اور وہ بدکاری کا مرتکب ہوا ہو۔ فرمایا: ہاں خواہ اس نے چوری اور بدکاری کا ارتکاب کیا ہو۔ صاحب صدق وصفا کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا اور پھر سے سوال دہرایا: ارشاد کیا: ہاں' خواہ ابوذرؓ کو کتنا ہی ناگوار ہو۔ ظاہر ہے کہ توبہ درکار ہے اور پکی توبہ لیکن جہاں تک ایمان اور عقیدے کا تعلق ہے اس میں رتی برابر انحراف کی گنجائش نہیں۔ دین کوئی درخت نہیں کہ جس کی زائد شاخیں آپ تراش یا جس کی ٹہنیوں پر آپ جنیٹک انجینئرنگ کے تجربات کریں۔ عمل کی کوتاہی ایک دوسری چیز

نہیں ہوتا' پاکستان رہا نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ پاکستان تبھی رہا ہوگا جب ہم بندوں کی بجائے اپنے رب کی طرف دیکھیں گے۔

ہم کب اس کی طرف دیکھیں گے۔ عامر شہید کا مزار یہ سوال ہم سے پوچھتا ہے اور ہمیشہ پوچھتا رہے گا۔

(روزنامہ ''نوائے وقت''۔ 16 مئی 2006ء)

"فکرِ اقبال اور غازی عامر چیمہ شہید"

محمد عاکف طاہر

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

حکیم الامت، نباض عصر علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ سے تو خیر بچپن سے ہی آشنائی ہو گئی تھی لیکن اقبالیات کا شغف حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ کے در کی نیاز مندی کے بعد نصیب ہوا۔

اقبال علیہ الرحمۃ کی فلسفیانہ زندگی کا راز افشا کرنیوالا مذکورہ شعر جب بھی میری سماعتوں کی نذر ہوا یا نوک زباں پر آیا تو اس کی تاثیر اسی طرح محسوس ہوئی جس طرح پھول کی خوشبو بغیر کسی رکاوٹ کے انسان کے مشامِ جاں کو معطر کر جاتی ہے۔

پڑھنے اور سننے کی حد تک تو یہ شعر ہر مسلمان کی زبان اور سماعت کی زینت بنتا چلا آ رہا ہے لیکن اسے میری کوتاہ فہمی سمجھ لیں یا کم علمی کہ میری نظر میں اقبال علیہ الرحمۃ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں گزرا جس پر کماحقہ یہ شعر صادق آتا ہو۔ میری وضاحت کا مطلب یہ نہیں کہ اقبال علیہ الرحمۃ کے بعد عاشقانِ مصطفی ﷺ اور شہر خوباں مدینہ منورہ سے محبت کرنیوالوں کا معاذ اللہ قحط پڑ گیا ہے، بلکہ میری مراد یہ ہے کہ میری نظر میں کوئی ایسا شخص نہیں آیا ہے جو تنگ و تاریک اور خار دار جھاڑیوں والے راستے سے بھی گزرا ہو اور اس کا دامن بھی محفوظ رہا ہو۔ یعنی جلوۂ دانش فرنگ دیکھا بھی ہو اور اس سے متاثر بھی نہ ہوا ہو لیکن اقبال علیہ الرحمۃ چونکہ ادب خوردہ نگاہِ محبت، اداشناس مزاج نبوت اور مولانا روم علیہ الرحمۃ کی مملکت عشق و محبت

ہے۔ اس کا تعلق افتادِ طبع سے ہوتا ہے، تربیت کی کمزوری، ماحول کی خرابی اور ادراک اور عرفان کی کمتری سے لیکن وحی پر استوار عقیدے کو پوری طرح قبول کرنا ہوتا ہے اور زبان سے نہیں دل سے۔ پروفیسر احمد رفیق اختر نے ایک دن یہ کہا: بندہ ہزار غلطی کر کے بندہ ہی رہے گا مگر اللہ ایک بھی غلطی کرے اللہ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس کی کتاب اس جملے سے آغاز ہوتی ہے۔ یہ ہے وہ کتاب جس میں ہرگز کوئی شک نہیں۔ اب اس کتاب کو پڑھو اور اختیار کر لو یا اس کتاب کو پڑھو اور اگر کوئی دلیل رکھتے ہو تو مسترد کر دو، مگر پھر وہ اپنے بندوں سے پوچھتا ہے: کیا تم ان بے شمار آیات جیسی ایک آیت بھی تخلیق کر سکتے ہو اور یہ ارشاد کرتا ہے: اگر تم دلیل اور قوت رکھتے ہو تو زمینوں اور آسمانوں کی ان قطاروں میں سے نکل جاؤ۔

نہیں، ہم کوئی دلیل اور کوئی طاقت نہیں رکھتے۔ ہم سر جھکاتے ہیں اور ہمیشہ کے لئے جھکاتے ہیں۔ قرآن اس دین کی جڑ اور اللہ کے آخری رسول ﷺ اس کا تنا ہیں۔ جڑ کاٹی جا سکتی ہے اور نہ تنے پر کلہاڑا چلانے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ جو اس شجر پہ کلہاڑا چلانے کی کوشش کرتے ہیں، وہ ہماری گردنوں پہ چلاتے ہیں اور کون ہے جو اپنی گردن کلہاڑے کیلئے پیش کرے۔ سرکار ﷺ کا فرمان یہ ہے "ھو المعطی و انا القاسم" وہ عطا کرنے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا۔ اقبال نے کہا تھا: دنیا میں جہاں کہیں روشنی ہے وہ مصطفی ﷺ کے طفیل ہے یا مصطفی ﷺ کی تلاش میں۔

ہم برصغیر کے مسلمانوں پر دوہری ذمہ داری ہے اور اس کا سبب عالی مرتبت ﷺ کا ایک ارشاد ہے: ہند کے ساحلوں سے مجھے خوشبو آتی ہے۔ اسلامی تہذیب کے بس دو ہی ستون ہیں۔ اللہ اور ان کے آخری رسول ﷺ۔ اگر ہم ان ستونوں کو منہدم کرنے کی اجازت دیں گے تو اپنی آخرت برباد کر لیں گے اور دنیا بھی۔ اس کرہ خاک پہ ہمارے وجود کا جواز ہی باقی نہ رہے گا۔

عامر شہید کے مرقد پہ تا ابد نور برستا رہے، اس کے جنازے میں شریک ہونے والے لاکھوں افراد مذہبی جنونی نہ تھے۔ ان میں اکثر مذہبی جماعتوں کے ووٹر نہیں بلکہ نواز شریف اور بینظیر کے حامی ہیں۔ یہ الگ بات کہ امتحان کے ہنگام یہ لوگ اللہ نہیں، امریکہ کی طرف دیکھتے ہیں اور اسی لئے خوار و زبوں ہیں۔

انشاء اللہ کراچی کا احوال بھی کسی دن لکھوں گا۔ اس لئے کہ جب تک کراچی رہا

کا وارث ہونے کی وجہ سے اس معاملہ میں انفرادی حیثیت کے مالک تھے لیکن اقبال کے بعد تاریخ ایسا موصوف پیش کرنے سے قاصر رہی ہے۔ جو اس صفت سے متصف نظر آتا ہو۔

ایسا نہ ہونے کی بیشمار وجوہات میں سے سب سے بڑی وجہ یورپ اور اقوام مغرب کا یہ مشن ہے جس کی نشاندہی علامہؒ نے اپنے اس شعر میں کی ہے۔

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد مسٹر گلیڈ سٹون نے انگلینڈ میں تمام اسلام مخالف قوتوں کی گول میز کانفرنس کا انعقاد صرف اس لئے کیا تھا کہ اس طاقت کا سراغ لگایا جائے جو مسلمانوں کو ایک عارضی شکست کے بعد پھر سے نئے ولولوں کے ساتھ ہمارے سامنے لا کر کھڑا کرتی ہے تو اس کانفرنس کے شرکاء نے جو نتیجہ اخذ کیا وہ یہ تھا کہ جب تک ان کے دلوں سے محمد عربی ﷺ کا عشق اور محبت ختم نہیں ہوگی ان کو ختم کرنا ممکن نہیں۔ ایک ادنیٰ مسلمان جب یہ یقین رکھتا ہے کہ

نہ کٹ مروں جب تک میں خواجہ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

تو ایسی قوم کو شکست دینا صرف اسی صورت میں ممکن ہو گا کہ ان کے دلوں سے محبت رسول کو ختم کر دیا جائے اور اس مقصد کے لئے تمام مخالفین اسلام نے مل کر یہ عہد کیا کہ۔

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دیکر فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو
افغانیوں کی غیرتِ دیں کا ہے یہ علاج
ملا کو اس کے کوہ و دامن سے نکال دو

اگرچہ یہ کام آج سے کئی سال پہلے شروع ہوا تھا لیکن تاریخ شاہد ہے کہ یورپ اس معاملے میں بڑا مستقل مزاج واقع ہوا ہے۔ بالخصوص بیسویں صدی عیسوی یورپ کے ناپاک ارادوں کی تکمیل کی ناکام کوششوں اور اسلام دشمنی پر مبنی بے شمار مناظر پیش کر چکی ہے

لیکن تاریخ گواہ ہے کہ ہر بار فتح اور کامیابی اسلام ہی کو نصیب ہوئی۔ حال ہی میں یورپ نے اپنی اسلام دشمن پالیسی کو تسلسل کیساتھ جاری رکھتے ہوئے مختلف اخبارات میں توہین ناموس رسالت پر مبنی کارٹون شائع کر کے اپنی تنگ نظری اور اسلام دشمنی کا واضح ثبوت دیا ہے۔ جس پر ردعمل کی سعادت اللہ تعالیٰ نے جرمن یونیورسٹی میں ایم ایس سی کے ایک پاکستانی طالب علم کے نصیب میں لکھی اور اسے شہید ناموس رسالت کا اعزاز عطا فرما کر قافلہ حسینی میں داخل فرمایا۔

جانشین غازی علم الدین شہیدؒ غازی عامر چیمہ شہید نے ناموس رسالتؐ پر گستاخانہ حملہ کرنیوالے ملعون پر خنجر کے پے در پے وار کر کے جہاں رسول کریم ﷺ کا سچا عاشق ہونے کا ثبوت دیا وہاں اقوام عالم پر یہ بھی واضح کر دیا کہ پاکستان کی سرزمین ابھی تک بنجر نہیں ہوئی بلکہ جب کبھی ناموس رسالت ﷺ کا مسئلہ پیش آیا اس دھرتی کے نوجوان لبیک یا رسول اللہ کہتے ہوئے میدان عمل میں کود پڑے اور پھر چشم فلک نے یہ نظارا دیکھا کہ فکر اقبال کے ترجمان غازی عامر چیمہ شہید نے تن تنہا یورپ کی ناپاک سازشوں کو تہ خاک روند ڈالا۔ وہ یورپ جو کہ غازی عامر چیمہ کو شہید کر کے امت مسلمہ کی صدائے تحفظ ناموس رسالت کو دبانا چاہتا تھا اور دہلیز کفر سے چلنے والے توہین ناموس رسالت کے تیز رو سیلاب کیلئے راستے ہموار کر کے امت مسلمہ کی ساکھ اور جذبہ عشق مصطفیٰ ﷺ کو بہا لے جانا چاہتا تھا یقیناً اسے معلوم نہیں تھا کہ اس نوجوان کے خون میں اللہ اکبر' یا رسول اللہ اور غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے' کے جانفزا نعروں کی گونج گردش حال رہتی ہے۔ جب اس کا لہو ٹپکے گا تو قطرے قطرے سے محمد' محمد ﷺ کی صدائیں بلند ہونگی اور چار دانگ عالم معطر' معطر ہو جائیگا۔ اور اس خوشبو کو پا کر ہر مسلمان باپ یہ تمنا کرے گا کہ وہ اپنے بیٹوں کی نعشوں کے بند باندھ کر ناموسِ رسالت کی طرف بڑھنے والے سیلاب کو روکنے کی سعادت حاصل کرے۔

ہر مسلمان ماں جستجو کرے گی کہ اس کی گود میں پلنے والا بچہ جلد جواں ہو کہ وہ اسے ناموس رسالت کے تحفظ کیلئے غازی عامر چیمہ کی طرح قربان کر کے بارگاہِ فاطمۃ الزہرا میں سرخرو ہو جائے۔

تمام مسلمان بھائی معاذ و معوذ کی طرح گستاخانِ رسول پر جھپٹتے دکھائی دیں گے بوڑھے اسوۂ صدیقی و فاروقی رضی اللہ عنہما کے پیرو دکھائی دیں گے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں

که اگر یورپ اس حقیقت سے آشنا ہو جاتا تو کبھی بھی جرمن جیل میں غازی عامر چیمہ کیساتھ ایسا سلوک نہ کیا جاتا۔ لیکن اس کے سوا چارہ کار بھی نہ تھا کہ ہر صورت میں عاشق رسول ﷺ کو انعام تو ملنا تھا اور اس انعام کی دو ہی صورتیں تھیں یا تو وہ شہید ہو کر رسول ﷺ کی بارگاہ میں پہنچ جاتا یا غازی کہلا کر گستاخانِ رسول ﷺ کیلئے تا دیر شرمندگی کا باعث بن جاتا۔

لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ کو عامر بھائی کی شہادت منظور تھی لہٰذا ایسا ہی ہوا اور مورخہ 14 مئی کو غازی عامر عبدالرحمٰن شہید کو درود و سلام کی صداؤں کیساتھ ان کے آبائی گاؤں میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

کہنے کو تو عامر چیمہ اپنی قبر میں موجود ہے لیکن سمجھنے کو ہر عاشق رسول ﷺ کا دل اس کی آماجگاہ بن چکا ہے۔

غازی عامر چیمہ شہید نے گستاخ رسول ﷺ پر وار کر کے اور اپنی جان جان جہاں پر وار کر نوجوانانِ امت مسلمہ کو یہ پیغام دیا ہے کہ سائنس اور ماڈرن ٹیکنالوجی پڑھنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں۔ علم حاصل کرنا چاہیے چاہے اس کیلئے چین ہی جانا پڑے۔ لیکن علم حاصل کرنے کا یہ طریقہ' رسالے' کتابیں اور جدید ٹیکنالوجی ہماری مادی زندگی کو تو بہتر کر سکتے ہیں لیکن دل و نگاہ کے سکون کیلئے عشق مصطفیٰ ﷺ ہی کام آتا ہے۔

اور ہاں..... اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ یورپ حسین نظاروں کا مالک ہے دیکھنے والوں کو حسن فطرت کے نظاروں میں گم کر دیتا ہے کہیں سبزہ و شادابی کہیں پہاڑوں پر جمی برف' کہیں صاف شفاف سڑکیں اور کہیں سمندر کی رقص کرتی ہوئی دلکش لہریں یقیناً انسان کے دل و دماغ میں گھر کر جاتی ہیں لیکن جن عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ نے مدینہ کے خشک پہاڑوں اور راہِ طیبہ پر بکھرے ہوئے ذروں اور خاروں کو جانِ جاناں ﷺ کے قدمین شریفین کی نسبت سے جانا ہوتا ہے ان کے دل و نگاہ کو یورپ کی چکا چوند کبھی خیرہ نہیں کر سکتی۔ کسی نے سچ کہا تھا کہ

تخت سکندری پہ وہ تھوکتے نہیں
بستر لگا ہوا ہو جن کا تیری گلی میں

عامر شہید

عبدالقدوس محمدی

جس وقت جرمنی کی جیل میں عامر عبدالرحمٰن چیمہ نامی ایک پاکستانی نوجوان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے، جبر و تشدد کا ہر حربہ آزمایا جا رہا تھا، اس وقت پاکستانی سفارتخانے کی غفلت، بے بسی اور بے حسی کی وجہ سے شاید ہٹلر کے ان جانشینوں کا یہ خیال تھا کہ اس نوجوان کا کوئی والی وارث نہیں۔ جب ان درندہ صفت لوگوں نے عامر کو شہید کر دیا، اس وقت شاید وہ یہ سمجھے ہوں کہ اس بے جان لاشے کو لاوارث قرار دے کر کہیں پھینک دیا جائے گا اور کوئی اس کی خیر خبر لینے والا بھی نہیں ہوگا، لیکن انہیں کیا خبر تھی کہ وہ جس نوجوان کو لاوارث اور بے سہارا سمجھ رہے ہیں، وہ کروڑوں زخمی دل مسلمانوں کی آنکھوں کا تارا ثابت ہوگا۔

چنانچہ آنے والے وقت نے یہ ثابت کر دیا کہ دیارِ غیر میں اپنے پیارے آقا ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفظ کے جذبے سے سرشار اور عشق رسالت کی دولت سے مالا مال وہ نوجوان لاکھوں لوگوں کی دلی تمناؤں کا ترجمان اور ان کے مچلتے ہوئے جذبات کے لیے باعث تسکین بنا۔ عامر کی شہادت کی خبر نے پورے عالم اسلام میں بالعموم اور پاکستانی قوم میں بالخصوص جوش و خروش کی لہر دوڑا دی۔ لوگ جنتی حوروں کے اس دولہے اور امت مسلمہ کے قابل فخر سپوت کے جسد خاکی کی آمد کا بڑی بے چینی اور بیتابی سے انتظار کرنے لگے۔ پاکستانی اور جرمنی حکومتوں کی ملی بھگت سے جوں جوں جسد خاکی کی آمد کا معاملہ التواء کا شکار ہوتا گیا لوگ کرب کے دہکتے ہوئے انگاروں پر لوٹنے لگے۔ عام حالت میں پردیس

سے لوٹ کر آنے والوں کی راہوں میں پتیاں نچھاور کی جاتی ہیں، لیکن میٹھی اور دائمی نیند سو کر پردیس سے واپس لوٹنے والے عامر شہید کے جسد خاکی میں پھولوں کی پتیوں کے ساتھ پلکیں بچھانے کا بھی اہتمام کیا گیا۔ قلب وجگر فرشِ راہ کرنے کا پورا پورا بندوبست کیا گیا۔ پورے دس دن لوگوں کی بیتاب نگاہیں جرمنی سے آنے والے راستوں پر لگی رہیں۔ ان کے کان عامر شہید کی آمد کا غلغلہ بلند ہونے کے لیے بیتاب رہے، دس دن تک اپنے ہیرو سے عقیدت ومحبت کے جذبات سے معمور دل بے طرح تڑپتے رہے۔ جوں جوں عامر شہید کی آمد میں تاخیر ہوتی گئی لوگوں کا اشتیاق بڑھتا گیا۔ ان کی بیتابی میں اضافہ ہوتا گیا۔ ان کی عقیدت ومحبت کے جذبات دو آتشہ ہوتے چلے گئے۔ لوگوں کے جذبات کا طلاطم اور ان کے ولولوں کے طوفان کے تیور دیکھ کر حکومت بھی گھبرا اٹھی اور پھر 12 مئی بروز جمعہ کو دن ڈھلے شہید کے والد گرامی پروفیسر نذیر چیمہ کو ڈرا دھمکا کر یہ بات ماننے پر مجبور کر دیا کہ جسد خاکی راولپنڈی لانے کی بجائے سیدھا ساروکی چیمہ (وزیر آباد) لے جایا جائے گا۔ اس فیصلے کی بھنک پڑتے ہی لوگ راولپنڈی میں عامر چیمہ کے گھر کے باہر جمع ہو گئے اور نعرے بازی اور احتجاج کرنے لگے، لیکن ان بیچاروں کی کون سنتا۔ جب ایک بند کمرے میں پروفیسر نذیر چیمہ کو کچھ موہوم خدشات وخطرات سے ڈرایا جا رہا تھا، اس وقت اس کی بہنوں اور دیگر کئی بہی خواہوں نے بہت سے نام نہاد رہنماؤں سے کچھ کرنے کی درخواست کی، لیکن سمجھ نہیں آتی کہ یہ ان رہنماؤں کی بے بسی تھی یا بے حسی کہ کسی نے کچھ نہ کیا۔ حتیٰ کہ کسی نے عامر چیمہ شہید کے گھر آنے کی زحمت تک گوارا نہ کی اور پھر نہ صرف شہید کے اہل خانہ بلکہ پوری پاکستانی قوم کی معصوم سی خواہشات کو بوٹوں تلے مسلتے ہوئے جسد خاکی کو لاہور ایئر پورٹ پر اتار کر ساروکی چیمہ لے جانے کا فیصلہ کیا گیا۔ شاید یہ فیصلہ کرنے والوں نے یہ سوچا ہوگا کہ اس دور افتادہ گاؤں میں عامر کا استقبال کرنے کون جائے گا، اس طرح ہماری روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا بھرم رہ جائے گا۔ جب چند لوگ عامر شہید کا جسد خاکی لحد میں اتار رہے ہوں گے تو کوئی ہمیں دہشت گردی اور انتہاء پسندی کی حمایت کا طعنہ نہیں دے سکے گا۔ چنانچہ بہتیری کوشش کی گئی کہ شہید کا ان کے شایانِ شان استقبال نہ ہو سکے۔ ان کی نماز جنازہ میں کم سے کم افراد شریک ہوں، ان مقاصد کے حصول کے لیے کبھی جسد خاکی کی آمد کی جگہ کے بارے میں دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی، کبھی غیر ضروری تاخیری حربوں کے

ذریعے عوام کا جوش وخروش کم کرنے کی سعی لاحاصل کی گئی، کبھی ان کی آمد کے دن کے بارے میں اشتباہ پیدا کیا گیا، کبھی ان کی نماز جنازہ کے وقت کے معاملے میں کنفیوژن پیدا کرنے کی کوشش کی گئی، لیکن اس کے باوجود شہید کا استقبال بھی یادگار ہوا اور ان کا جنازہ بھی دھوم سے اٹھا۔

13 مئی بروز ہفتہ صبح تقریباً ساڑھے نو بجے جب جرمنی سے آنے والی پی آئی اے کی فلائٹ نمبر PK-764 لاہور ایئر پورٹ پر اتری تو وہاں ایک عجیب ہلچل مچ گئی...... سرکاری ملازمین اپنی ڈیوٹیاں اور اپنی سیٹیں چھوڑ کر جسد خاکی کے تابوت کی طرف دوڑ پڑے...... بڑے بڑے افسر تابوت کے ساتھ لپٹ گئے۔ یوں لگتا تھا جیسے اس وقت ان میں سے کسی کو یہ یاد نہیں تھا کہ وہ کسی روشن خیال، اعتدال پسند سرکار کا تنخواہ دار ملازم ہے۔ محبت اور ملازمت کی کشمکش میں محبت جیت گئی تھی اور ملازمت ہار گئی تھی...... شہید کا جسد خاکی وصول کرنے کے لیے جانے والے شہید کے چچا عصمت اللہ چیمہ بتاتے ہیں کہ تابوت سے ایئر پورٹ کے عملے اور دیگر سرکاری اہلکاروں کی عقیدت اپنی جگہ، ہماری شہید سے نسبت کی وجہ سے وہ لوگ ہمارے سامنے بھی بچھے جا رہے تھے۔ عجیب طرفہ تماشہ تھا کہ شہید کے والہانہ استقبال اور انہیں ان کے شایانِ شان الوداع کہنے کی راہوں پر روڑے اٹکانے والی سرکار کے وزراء اور دیگر اعلیٰ حکام شہید کے تابوت پر پھولوں کی چادریں چڑھانے کی سعادت حاصل کر رہے تھے...... تابوت کو چوم چوم کر اپنے دل ٹھنڈے کر رہے تھے۔

وزیر آباد کے ایک دور افتادہ، پسماندہ اور غیر معروف سے قصبے ساروکی چیمہ کی قسمت یکا یک بدل گئی تھی، اس قصبے میں مبارکبادی اور تہنیتی بینرز آویزاں کر دیئے گئے تھے...... راستوں کے دونوں جانب پھول سجا دیئے گئے تھے...... جگہ جگہ جھنڈیاں لگائی گئی تھیں...... گھروں کے باہر پانی کی سبیلیں لگائی گئی تھیں...... الغرض اس قصبے کو صحیح معنوں میں کسی نئی نویلی دلہن کی طرح سولہ سنگھار کروا دیئے گئے تھے...... کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ 13 مئی کو جب ساروکی کے ایک سپوت کا جسد خاکی یہاں پہنچے گا تو اس قصبے کی فضائیں اداس اور سوگوار ہو جائیں گی، لیکن سب تخمینے غلط ثابت ہوئے...... وہاں تو جشن کا سماں تھا...... خوشیاں ہی خوشیاں تھیں...... مبارک بادوں کے تبادلے ہو رہے تھے...... ساروکی کے مکین اپنی خوش قسمتی پر نازاں تھے...... دوسرے دیہاتوں کے باسی ساروکی والوں پر رشک کر رہے

تھے...... یوں لگتا تھا جیسے ساروکی کے مکین ہی نہیں بلکہ وہاں کی سرزمین بھی شہید کی قدم بوسی کے لیے بیتاب ہے۔

ساروکی نامی وہ قصبہ جس کا آج تک شاید گوجرانوالہ اور گجرات کے رہنے والوں نے بھی نام نہ سنا ہو، لیکن شہید کے ساتھ نسبت کی وجہ سے آج چہار دانگ عالم میں اس شہر کے ڈنکے بجنے لگے...... وہ ایک عام اور گمنام سا شہر جس کے قریب سے گزرنے والے شاید کبھی اس پر نگاہ غلط انداز ڈالنے کی زحمت بھی نہ کرتے ہوں، آج وہاں لوگ جوق در جوق آرہے تھے۔ 13 مئی کو پو پھٹتے ہی لوگوں نے ساروکی میں جمع ہونا شروع کر دیا تھا...... ساروکی کی گلیاں و بازار اور کھیت و کھلیان انسانوں سے بھر گئے تھے...... تاحد نگاہ سر ہی سر نظر آرہے تھے...... انسانوں کے اس جم غفیر میں لحہ بہ لحہ اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا...... عورتیں چھتوں اور بالکونیوں سے ساروکی کی طرف آنے والی راہوں پر مشتاق و بے تاب نظریں لگائے بیٹھی تھیں...... عشق رسالت کے طلاطم خیز جذبات سے معمور لوگ ہلکی ہلکی آہٹ پر بھی چونک اٹھتے...... اور پھر جب دور سے پولیس کی گاڑیوں کے جلو میں اور زائرین کی گاڑیوں کی طویل قطار میں ایمبولینس آتی دکھائی دی جس پر شہید کا جسد خاکی رکھا گیا تھا تو لوگوں کا مجمع بے قابو ہوگیا...... سب کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے...... انسانوں کے اس ہجوم میں ایک بھونچال سا آ گیا...... ساروکی کی سرزمین نعروں سے گونج اٹھی...... اور جب وہ قافلہ ساروکی پہنچا تو لوگون نے بے تابانہ ایمبولینس کے ساتھ بھاگنا شروع کر دیا...... لوگ اپنی جانوں کی پرواہ کیے بغیر دیوانہ وار بھاگ رہے تھے...... ساروکی کی گلیوں نے نہ تو اسے پہلے کبھی بیک وقت اتنے قدموں کی چاپ سنی تھی اور نہ ہی شاید قیامت تک کبھی اتنے کثیر قدموں کی چاپ سن پائیں گی۔

عامر شہید یوں تو پہلے بھی کئی بار اس قصبے میں آئے ہوں گے، انہی راستوں انہی جگہوں اور انہی کوچہ و بازار سے ان کا گزر ہوا ہوگا لیکن شاید کسی نے ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے اور انہیں سلام تک کرنے کی ضرورت نہ سمجھی ہوگی...... ان کا حال احوال تک نہ پوچھا ہوگا، لیکن اس دن وہ جس شان اور جس دھج سے اس قصبے میں آئے تھے اس پر سب ہی رشک کر رہے تھے...... لاکھوں انسان ان کا والہانہ استقبال کر رہے تھے...... ان پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کی جا رہی تھیں...... جس ایمبولینس میں ان کا جسد خاکی رکھا تھا اسے ہاتھ لگانا سعادت سمجھا جا رہا تھا...... اور پھر جب کھیتوں کے بیچوں بیچ بنی پگڈنڈی نما سڑک سے ہوتے ہوئے ایمبولینس شہید کے آبائی گھر کی طرف بڑھی تو اس کا سائرن اور لوگوں کے نعرے عورتوں کے نالوں اور سسکیوں میں ڈوب گئے...... عامر شہید کی بوڑھی ماں نے بانہیں پھیلا کر اپنے شیر پتر کا استقبال کیا...... اپنے بانکے سجیلے ویر کے گھوڑی چڑھنے کے خواب دیکھنے والی بہنوں نے جب ایمبولینس میں دھرا ہوا اپنے اکلوتے بھائی کا وجود دیکھا تو پہلے تو ان کا دل ڈوبنے لگا مگر پھر بھائی کی شہادت پر فخر و اطمینان کے احساس نے انہیں حوصلہ دے دیا۔ اس موقع پر شہید کے چہرے کا دیدار کیا گیا...... نور و نکہت کا پیکر، اجالوں کا مرکز، روشنی نے اس معصوم سے چہرے کے گرد ہالہ سا بنا رکھا تھا...... اس ایمان افروز اور یادگار نظارے سے آنکھیں ٹھنڈی کرنے والے بتاتے ہیں کہ یوں لگتا تھا جیسے عامر مسکرا رہے ہوں اور وہ ابھی بول اٹھیں گے۔ مدت سے اس چہرے کے دیدار کے لیے ترسی ہوئی نگاہیں اور میٹھی چاہتیں ابھی سیراب نہ ہو پائی تھیں کہ عامر شہید کے بہنوئی کے بقول کچھ اجنبی ہاتھوں نے آناً فاناً تابوت اچک لیا...... شہید کی بوڑھی ماں اللہ کے واسطے دیتی رہ گئیں...... ان کی بہنیں احتجاج کرتی رہ گئیں...... دوسری عورتوں نے منتیں ترلے کیے، لیکن ان کی ایک نہ سنی گئی اور تابوت جنازہ گاہ کی طرف لے جایا گیا۔ ہر ہاتھ اس یاقوت کے صرف ایک ہلکے سے لمس کے لیے ترس رہا تھا...... ہر آنکھ تابوت کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے مضطرب تھی...... اس ایمان افروز منظر کا نظارہ کرنے والوں کے دل زور زور سے دھڑک رہے تھے...... ہر زبان کلمہ طیبہ اور درود شریف کے ورد میں مگن تھی، وقفے وقفے سے نعرے گونج رہے تھے...... جن لوگوں کی تابوت تک رسائی ممکن نہ ہو سکی وہ دور کھڑے ہواؤں میں بوسے اچھال رہے تھے...... یوں تو 4 بجے نماز جنازہ کی ادائیگی کا اعلان تھا، لیکن حکومتی دباؤ کے نتیجے میں تین گھنٹے قبل ہی نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے لیے صفیں ترتیب پانے لگیں...... دور دراز علاقوں سے نماز جنازہ میں شرکت کی خواہش لے کر دوڑتے بھاگتے اور گاڑیاں بھگاتے ہوئے آنے والے عقیدت مندوں کے دوست احباب نے انہیں جب اس غیر متوقع صورتحال کی اطلاع دی تو ان کے دل چھوٹنے لگے...... احساسِ محرومی سے ان کے چہرے مرجھا گئے...... اور ادھر نمازِ جنازہ میں شریک خوش قسمت لوگ اپنی اپنی قسمت پر ناز کرنے لگے...... ان لوگوں نے زندگی میں نجانے کتنے جنازے پڑھے ہوں گے، لیکن جس عقیدت،

جس شوق، جس یکسوئی اور جس استحضار سے کڑکتی دھوپ میں پسینے میں ڈوبے ہوئے، انہوں نے عامر شہید کی نماز جنازہ ادا کی اس کی نظیر خود ان کی اپنی زندگیوں میں نہیں ملتی...... شہید کے والد گرامی نے کمال صبر و ضبط سے کام لیتے ہوئے خود اپنے لخت جگر کی نمازِ جنازہ پڑھائی...... نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد جب جسد خاکی اٹھایا گیا تو لوگوں کی چیخیں نکل گئیں...... ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ گئے...... وہ لوگ عامر شہید کی شہادت پر نہیں رو رہے تھے بلکہ اپنی بدقسمتی کا ماتم کر رہے تھے...... وہ آنسو، وہ سسکیاں غم اور سوگ کا اظہار نہیں تھا بلکہ شہید کے لیے عقیدت و محبت اور تحسین و آفرین کے نذرانے تھے...... وہ دکھ کے آنسو نہیں تھے بلکہ اپنے دلی جذبات کا اظہار تھا......

اس موقع پر لوگوں کے والہانہ پن اور ہجوم کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ دم گھٹنے کی وجہ سے دسیوں لوگ بے ہوش ہو گئے...... شہید کا جسد خاکی ہجوم کے ہاتھوں پر تیرتا ہوا مدفن تک پہنچا...... ہر شخص انہیں لحد میں اتارنے کی سعادت حاصل کرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا...... جب جسد خاکی لحد میں اتار دیا گیا تو ہر کسی کی کوشش تھی کہ وہ قبر پر مٹی ڈالنے میں کامیاب ہو جائے اور یوں 13 مئی بروز ہفتہ ظہر کے وقت عالم اسلام کا وہ قابل فخر سپوت کلمہ طیبہ اور درود شریف کے ورد، نعروں کی گونج، آنسوؤں کی بارش اور عقیدت و محبت کے جذبات کے عالم میں خاک کی چادر اوڑھ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سو گیا...... اس وقت جب ایک سورج شعلے برسا رہا تھا دوسرا آفتاب ساروکی کی مٹی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو رہا تھا...... ہر روز آسمان سے روشنیاں بانٹنے والا سورج جب غروب ہوتا ہے تو دنیا اندھیر ہو جاتی ہے، لیکن وہ ایسا انوکھا آفتاب ہے جس کے غروب ہونے کے بعد بھی اس کی کرنوں سے تاابد دہر میں اجالا رہے گا کیونکہ:

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

دلخراش منظر

13 مئی کا سورج مغرب کی گود میں جا کر سو چکا تھا...... ملک کے کونے کونے سے آنے والے اہل محبت واپس لوٹ چکے تھے...... ساروکی جہاں دن بھر جشن کا سماں

رہا...... وہاں اب ہر طرف خاموشی اور سکوت طاری تھا...... میرے ساتھ اسلام آباد اور راولپنڈی سے آنے والے تمام دوست واپس چلے گئے تھے اور محترم مفتی امداد اللہ یوسفزئی اور میں وہیں ٹھہر گئے تھے...... ہم شہید کے والد اور ان کے دیگر اہل خانہ اور اہل علاقہ سے کچھ کہنا سننا چاہتے تھے...... شہید کی لحد کی پائنتی کھڑے ہو کر ان کے لیے کچھ ہدایا پیش کرنا چاہتے تھے...... اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم یہ جاننا چاہ رہے تھے کہ شہید کی والدہ اور بہنیں اپنے بیٹے اور بھائی کو رخصت کرنے کے بعد کیا محسوس کر رہی ہیں؟ ان کے جذبات و تاثرات یقیناً لاکھوں ماؤں، بہنوں اور بھائیوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہو سکتے تھے...... شہید کے والد گرامی تو تھکن سے چور چور تھے تاہم عزم و حوصلے اور صبر و استقامت کا کوہ گراں بنے ہوئے تھے، انہیں زیادہ تنگ کرنا مناسب نہ جانا بس ایک مختصر سی نشست ہوئی...... شہید کا ایئر پورٹ پر استقبال کرنے والے چچا عصمت اللہ سے تفصیلی بات چیت ہوئی شہید کے بہنوئی رب نواز سے تفصیلی گفتگو ہوئی...... ان کے خاندان اور علاقے کے دیگر لوگوں سے ملے...... اور آخر میں جھجکتے ہوئے ڈائری پر کچھ سوالات لکھ کر اندر بھجوا دیے......
وہ موقع ہی ایسا تھا، اس وقت مجھے ان سوالات کے جوابات ملنے کی کوئی توقع نہیں تھی اور شاید کوئی اور اخبار نویس یہ مطالبہ کرتا تو اس کا مطالبہ پورا نہ ہوتا لیکن میری بہنوں نے کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے قلم سے میرے سوالات کے جوابات لکھ دیے...... اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

شہید کی بہنوں کے تاثرات سوالاً جواباً پیش خدمت ہیں...... میں انہیں بار بار پڑھ چکا ہوں، ہر مرتبہ ایمان میں نئی تازگی محسوس کرتا ہوں، آپ بھی پڑھئے اور اپنے ایمان کو تازہ کیجئے۔

o...... آپ نے اپنے شہید بھائی کے چہرے کا دیدار کرنے کی سعادت حاصل کی...... ان کے چہرے کی کیا کیفیت تھی؟

☆...... میرے بھائی کا چہرہ، ایک شہید کا چہرہ، کتنا نور تھا اور کس قدر روشنی تھی میرے بھائی کے چہرے پر، ایسا لگتا تھا جیسے مسکرا رہے ہوں۔

o...... بھائی کو رخصت کرتے وقت کیا محسوس کیا؟

☆...... ہمیشہ بھائی بہنوں کو رخصت کرتے ہیں، لیکن بہن کے لیے اپنے اکلوتے

اور پیارے بھائی کو رخصت کرنے کا دلخراش منظر میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔

o.....اب کیا محسوس کر رہی ہیں؟

☆..... بھائی نے جو بلند رتبہ پایا ہے اور اپنی جان ناموس رسالت پر قربان کی ہے محسوس کریں تو فخر کا احساس ہوتا ہے کہ ہمارا پیارا بھائی جرمنی دنیاوی تعلیم کی ڈگری لینے گیا تھا لیکن دنیا اور آخرت کی سب سے اعلیٰ ڈگری لے کر آیا۔

o.....حکومت کے رویے پر آپ کا ردعمل؟

☆.....حکومت کا رویہ بہت ہی ظالمانہ رہا ہے، انہوں نے ہمیں کوئی کام بھی اپنی مرضی کے مطابق نہیں کرنے دیا لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔

(روزنامہ ''اسلام'' 19 مئی 2006ء)

جب میں عامر چیمہ کی قبر میں اُترا

مولانا امیر حمزہ

عامر چیمہ نے تیز دھار چاقو خریدا، جرمن اخبار کے جس ایڈیٹر نے رسول کریم ﷺ کے خاکے شائع کیے تھے، بعض خبروں کے مطابق، محبت رسول ﷺ میں چیمہ نے اسے چاقو کے چرکے لگائے..... رب کے حبیب ﷺ کا گستاخ مر گیا ہے، یا زخمی حالت میں ہے، جرمن حکام اسے چھپائے ہوئے ہیں۔

شہید کا جسد خاکی پاکستان میں کب آئے گا، جنازہ پنڈی میں ہوگا یا وزیرآباد کے پنڈ ساروکی میں ہوگا؟ حکومت نے سب کچھ مبہم رکھا۔ پھر جنازہ کس وقت ہوگا؟ ساروکی میں گیارہ بجے ہوگا۔ ٹی وی چینل کہہ رہے تھے، چار بجے سہ پہر ہوگا۔ الغرض یہ سارا کچھ اس لیے کیا گیا کہ ملک بھر کے محبان رسول ﷺ کو زیادہ سے زیادہ روکا جائے تاکہ حکومت کے لیے کوئی بڑا مسئلہ کھڑا نہ ہو جائے۔

دنیا بھر کے حکمرانوں نے اسلام آباد میں اپنے اپنے سفیروں کو احکامات جاری کر رکھے تھے کہ جنازے کی تفصیلات کو لحہ بہ لحہ مرتب کر کے ان کے ملکوں میں بھیجا جائے..... سب سے زیادہ سرگرم جرمنی کا سفارت خانہ تھا۔ اس کے بعد امریکہ، برطانیہ اور پھر یورپ و آسٹریلیا وغیرہ۔

انتظامات کے پیش نظر حکومت کو ایک روز قبل، یعنی بارہ مئی کو بہرحال آگاہ کرنا پڑا کہ شہید کا تابوت 9 بجے کے قریب لاہور ایئرپورٹ پر آئے گا اور وہاں سے ہیلی کاپٹر پر روانہ کر دیا جائے گا..... ادریس صاحب مجھے بتا رہے تھے کہ ساروکی کے قبرستان سے بالکل

الگ تھلگ ایک شخص نے ایک کنال قطعہ اراضی وقف کیا ہے کہ یہاں شہید کو دفن کیا جائے۔ وہاں قبر کھدوائی گئی...... لیکن جب شہید کی وصیت کو دیکھا گیا، تو پتہ چلا کہ عامر نے قبرستان سے الگ ہونا پسند نہیں کیا۔ ماں نے عامر نام رکھا تھا، عامر نے قبرستان کے اصول عمرانیات کو کیا خوب سامنے رکھا جو رسول کریم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے عین مطابق ہے۔ باپ نے نام عبدالرحمٰن رکھا تھا، رب رحمان کا یہ بندہ عقیدے کا پختہ تھا، فرزند توحید اور اللہ واحد کے پیارے رسول ﷺ کا سچا محبّ تھا، چنانچہ قبرستان سے الگ جو قبر بنائی گئی تھی اسے بند کیا گیا اور عام قبرستان کے اس حصے میں قبر بنائی گئی، جہاں عامر عبدالرحمٰن چیمہ کے دیگر رشتہ داروں کی قبریں موجود ہیں۔

حافظ فیاض صاحب، جو گوجرانوالہ میں جماعۃ الدعوہ کے عمومی ذمہ دار ہیں، وہ چند دنوں سے ساروکی میں شہید کے اہل خانہ سے رابطہ رکھے ہوئے تھے، خدمات پیش کر رہے تھے۔ جنازے سے ایک روز پہلے انہوں نے جنازے کی جگہ کو منتخب کیا، وہاں سٹیج لگایا، لاؤڈ سپیکر کا بندوبست کیا، ساری رات اس جگہ کا پہرہ دیا تا کہ کسی بد بخت تخریب کار کی تخریب کاری سے بچا جا سکے۔

میں نے اور بھائی خالد ولید نے چند دوستوں کے ہمراہ روانہ ہونا تھا، لیکن امیر محترم حافظ محمد سعید حفظہ اللہ کا فون صبح آٹھ بجے آیا کہ جلدی سے وہاں پہنچو، حافظ فیاض صاحب انتظار کر رہے ہیں، چنانچہ میں تیزی سے دوڑا، گوجرانوالہ سے حافظ فیاض صاحب کو ہمراہ لیا، ہم گوندلانوالہ کے گاؤں سے ہوتے ہوئے تیزی سے جا رہے تھے کہ گاڑی کا ٹائر پنکچر ہو گیا۔ ڈی ایس پی سکھیرا صاحب جو اسی روٹ پر اپنی گاڑی میں سرپٹ بھگاتے چلے آ رہے تھے، انہوں نے مجھے باہر دیکھا تو پہچان لیا، گاڑی کو روکا اور ہمیں سوار کر لیا۔ اللہ ان کو اور ان کے ساتھیوں کو جزائے خیر دے۔

ساروکی گئے تو ہر جانب انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا، بلا کی گرمی تھی۔ جنازے والی جگہ گئے تو میدان وہاں لگا تھا، جہاں گندم کی کٹائی کے بعد ہل پھیرا جاتا ہے۔ سہاگہ پھیرے بغیر اس کیفیت کو پنجابی میں ''ہلوان'' کہا جاتا ہے۔ ہلوان میں جو شامیانے لگے ہوئے تھے، وہ انسانوں کے سمندر میں ایک چھتری نظر آ رہی تھی۔ اردگرد کے کھیتوں کی صورت حال یہ تھی کہ وہاں گندم کی بچی ہوئی پرالی کو آگ لگا دی تھی۔ وہ سیاہ راکھ ہر طرف

نظر آ رہی تھی۔ ان فصلوں کی باؤنڈری کو پنجابی میں ''وٹ'' کہتے ہیں، ان وٹوں پر جو کہیں بکھرے ہوئے کیکر اور شیشم کے درخت تھے، ان کے نیچے بھی لوگ ہی لوگ تھے۔ محبان رسول ﷺ کے قدموں سے گرد بھی اڑ رہی تھی اور سیاہ راکھ بھی اڑ رہی تھی۔ آسمان پر سورج نصف النہار پر تھا، وہ آگ برسا رہا تھا...... میں سوچ رہا تھا حکومت نے محبان رسول ﷺ کا خوب خوب امتحان لیا ہے۔

قارئین کرام! کوئی آدھا گھنٹہ پیدل چلنے کے بعد آخرکار میں سٹیج پر پہنچ گیا۔ میرا بھائی اشفاق علماء کی تقاریر کروا رہا ہے، خود بھی بولتا جا رہا ہے۔ میں پہنچا ہوں تو میرے نام کا اعلان کروا دیا جاتا ہے، لیکن سٹیج پر رش اور سامنے لوگوں کا رش اور جذبہ اس قدر ہے کہ سٹیج کے سامنے جو جگہ چھوڑی گئی تھی کہ یہاں شہید کا تابوت آئے گا، سیکورٹی کا یہ سارا پلان لوگوں نے درہم برہم کر دیا ہے۔ سٹیج کے قریب دائیں بائیں انسانوں کا سمندر ہے، بڑی مشکل سے مائیک میرے سامنے آیا ہے۔ اشفاق صاحب تھک چکے ہیں، بے حال ہو چکے ہیں۔ وہ مائیک مجھ تک پہنچا کر چلے گئے ہیں۔ میں نے چند منٹ تقریر کی، پھر خود ہی سٹیج سیکرٹری بن گیا۔ اہلسنّت والجماعت کے علماء کی تقاریر کروائیں۔ جماعت اسلامی کے محترم فرید احمد پراچہ پر میری نظر پڑ گئی۔ بڑی مشکل سے انہیں میری جماعت کے ساتھیوں نے مجھ تک پہنچایا، ان کی گفتگو کروائی...... اب سٹیج پر دباؤ اس قدر بڑھ گیا کہ لوہے کے گارڈروں پر جو موٹے موٹے پھٹے رکھے گئے تھے، وہ ہلنے لگے۔ کوئی سٹیج سے اترنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا، چنانچہ ہم نے قربانی دی، سٹیج کے ساتھیوں اور سیکورٹی والوں سے کہا کہ سٹیج سے اتر جاؤ...... میں خود بھی سٹیج سے اتر گیا، لیکن ہوا یہ کہ اور علماء سٹیج پر چڑھ گئے۔ اب آگے سے سٹیج ٹوٹ گیا، لوہے کے گارڈر مڑ گئے، پھٹے ٹوٹ گئے اور لاؤڈ سپیکر کا نظام ختم ہو گیا۔

شہید کا تابوت لاہور سے گوجرانوالہ کینٹ پہنچا، وزیراعلیٰ چودھری پرویز الٰہی کے ہیلی کاپٹر سے تابوت کو نکالا گیا۔ ساروکی کا سفر شروع ہوا۔ الدعوہ کی ایمبولینسوں کے جلو میں تابوت شہید کے گھر پہنچا۔ وہاں جماعۃ الدعوہ اور جماعت اسلامی کی ذمہ دار خواتین نے ہزاروں خواتین کو صبر و استقامت اور شہادت کے فضائل سے آگاہ کیا اس کے بعد الدعوہ ایمبولینسوں کے جلو میں شہید کا تابوت بڑی مشکل سے سٹیج کے قریب لایا گیا۔ اللہ کے شیروں نے ہمت کر کے مجھے وہاں پہنچایا۔ امین کا پاؤں تو کچلا گیا، لیکن اس نے جگہ بنا دی۔ تابوت

باہر نکالا گیا، تو وہ پون گھنٹے تک لوگوں کے ہاتھوں پر فضا میں معلق رہا۔ کہاں رکھیں، کیسے جنازہ پڑھائیں، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

اس اژدہام میں کئی لوگ بیہوش ہو کر گرنے لگ گئے۔ جماعۃ الدعوہ کے جوان ان لوگوں کو الدعوہ کی ایمبولینسوں میں ڈال کر میڈیکل ایڈ کے لیے بھاگنے لگے۔ ہمارا ایک سیکورٹی کا ساتھی بھی بیہوش ہو گیا۔ جب یہ صورتحال پیدا ہو گئی تو ساتھیوں نے ہمت کر کے مجھے یہاں سے نکالا۔ ہلوان اور راکھ سے اٹے سیاہ کھیت سے گزر کر ہم ایک درخت کے نیچے گئے۔ وہاں سے پھر ایک اور درخت کے نیچے۔

آخر کار...... ہمارے ساتھیوں اور حکومتی انتظامیہ کے لوگوں نے ہمت کی، تابوت کو پکڑ کر زمین پر رکھا۔ شہید کے چچا جناب عصمت اللہ صاحب کہ جو ایک بزرگ ہیں، ریٹائرڈ کرنل ہیں، ان کو آگے کیا گیا۔ انہوں نے جنازہ پڑھایا۔ لاکھوں کا مجمع تھا۔ روزنامہ ''پاکستان'' نے پانچ لاکھ لکھا، ایک اور اخبار نے چار لاکھ، جبکہ ''نوائے وقت'' نے دو تین لاکھ کا بتایا۔ لاکھوں کے سمندر میں بزرگ ریٹائرڈ کرنل صاحب کی چار تکبیروں کی آواز کو بس چند لوگوں نے سنا اور جنازہ ختم ہو گیا۔

جی ہاں! معرکے کے شہید کو تو جنازے کی ضرورت ہی نہیں اور عامر چیمہ تو معرکہ لڑا ہے حرمت رسول ﷺ کا...... اور لڑا ہے یورپ میں...... جرمنی کے اندر اور اکیلے ہی لڑا ہے اور وہ لڑتا لڑتا شہید ہوا ہے...... جو تفصیلات مل سکیں، ان کے مطابق...... تفتیش کے دوران جب ایک جرمن پولیس افسر نے اللہ کے رسول ﷺ کی توہین کی تو عامر چیمہ، جس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے، وہ اپنے جسم سے ضرب لگانے کے لیے اس پر اچھل پڑا، اس کے گندے، خبیث اور ناپاک بوتھے پر تھوکا...... کہ اس ناپاک ترین بوتھے سے حرمت رسول ﷺ کا توہین کا ارتکاب ہوا تھا...... اللہ اللہ...... کیا کہنے عامر چیمہ کے مقدر کے کہ وہ پابند سلاسل بھی تھا تو حرمت رسول ﷺ کی توہین کا ارتکاب کرنے والوں پر جھپٹ پڑا۔ کیا خوب کہا ہے علامہ اقبال نے ؎

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

بھائی یحییٰ مجاہد کے ساتھی جناب حبیب اللہ صاحب بیہوش ہوتے ہوتے بچے

ہیں، خطرہ اب بھی ہے کہ بیہوش اب ہوئے کہ اب ہوئے...... میں نے امین سے کہا کہ میں آ جاؤں گا، انہیں میرے والی گاڑی میں لے کر گوجرانوالہ پہنچ جاؤ۔ میں سوچ رہا تھا کہ میرے بھائی یحییٰ مجاہد یہاں ہوتے تو نہ جانے ان کا کیا بنتا!

یہ ایک اور منظر ہے۔ شہید کے والد محترم پروفیسر نذیر احمد چیمہ صاحب اور ان کے بھائی عصمت اللہ صاحب کو لوگوں نے گھیر لیا ہے۔ جپھے، مصافحے، بوسے، ہم نے صورتحال نازک پائی تو جماعۃ الدعۃ کے ساتھیوں نے کمانڈو ایکشن کرتے ہوئے دونوں کو الدعوہ ایمبولینسوں میں بٹھایا۔ میں بھی ساتھ بیٹھ گیا ہوں۔ عظیم غازی جناب افتخار صاحب بھی ساتھ ہی بیٹھ گئے ہیں۔ رش اس قدر کہ قبر تک پہنچنے میں کافی دیر لگ گئی۔ شہید کے والد اور چچا نے کہا کہ کسی طرح قبر پر موجود لواحقین تک پیغام پہنچا دو کہ جب تک ہم آخری دیدار نہ کر لیں، قبر کو بند نہ کریں۔ رش کے باعث قبر کی سلیبیں پہلے ہی ایک بار ٹوٹ چکی تھیں...... سلیبیں دوبارہ لائی گئیں...... اب جب ہماری ایمبولینس وہاں پہنچی تو ہوٹر چلا چلا کر بڑی مشکل سے قبر کے قریب پہنچے۔ جماعۃ الدعوہ کے سیکورٹی والے ساتھیوں نے ہمت کر کے راستہ بنالیا۔ اب گاڑی کے اردگرد اور وہاں تک حصار بنایا۔ میں نے شہید کے والد محترم کا ہاتھ تھاما اور ہم دونوں بڑی مشکل سے قبر تک پہنچے۔ قبر میں اترے، تابوت کا ڈھکن اٹھایا گیا تو میں بالکل چہرے کے اوپر تھا۔ گلاب کی طرح کھلا ہوا چہرہ دیکھا۔ اتنے میں میرے اوپر ایک شخص دھڑام سے گرا تو میں تابوت پر جا پڑا۔ جسم اس قدر نرم تھا شہید کا کہ جیسے ابھی ابھی شہید ہوا ہو۔ شہید کے والد بھی دب گئے، میں بھی اور شہید کے چچا بھی...... پیچھے سے لوگوں کے اژدہام کا مزید ریلا آیا۔ اب ساتھیوں نے ہمت کی، پچھلے لوگوں کو آگے بڑھنے سے روکا، ہمارے اوپر پڑے ہوؤں کو اٹھایا اور پھر نیچے سے ہمیں نکالا...... غازی ابوریحان نے بڑی ہمت کی کہ مجھ پر پڑے ہوئے ایک موٹے دیوہیکل شخص کو اٹھا لیا، اب ہم تینوں ایمبولینس میں جا بیٹھے۔

اب یہاں بھی اس طرح کی صورتحال تھی کہ بڑی مشکل سے ایمبولینس یہاں سے نکلی۔ فیصلہ ہوا کہ ایک بار گاؤں سے باہر نکلیں...... باہر نکل کر ایک پٹرول پمپ پر کچھ وقت گزارا۔ لوگ ابھی تک دھڑا دھڑ آ رہے ہیں، قبر پر سلیبیں رکھی گئی ہیں، پھر اژدہام کی وجہ سے ٹوٹ گئی ہیں۔ لوگ پریشان ہیں کہ ہم اتنی دور سے آئے اور جنازہ نہیں پڑھ سکے،

چنانچہ شہید کے والد محترم نے کہا کہ اب آپ جنازہ پڑھا دیں...... چنانچہ ہم پھر قبر کے قریب پہنچے، ہزاروں لوگ اکٹھے ہوگئے، پھر دوسرا جنازہ میں نے پڑھایا...... جنازے سے قبل گفتگو بھی کی...... بحمدللہ! شہید کو لحد میں اتارنے کے بعد آخری دیدار کی توفیق سے بھی اللہ نے نوازا اور دوسرا جنازہ بھی پڑھایا...... عالم کفر انگشت بدنداں ہے کہ اہل پاکستان نے محبت کی انتہا کردی ہے اس نوجوان کے ساتھ، جس نے جرمنی کے خبیث شاتم اور گستاخ پر حملہ کیا ہے۔ جی ہاں! عالم کفر پریشان ہے کہ یہ ریت جو چل نکلی ہے، اب گورے گستاخوں کا کیا بنے گا؟

(روزنامہ ''پاکستان'' 18 مئی 2006ء)

عامر شہید...... ہمارے قتل کو کہتے ہیں، خودکشی کی ہے

حافظ سجاد ستی

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے لڑائی کے میدان میں اپنا خیمہ نصب کرایا اور قیدیوں کو سامنے لانے کا حکم دیا، عیسائی بادشاہ گائی اور اس کا بھائی ریجی نالڈ دونوں خیمے میں لائے گئے۔ سلطان نے عیسائی بادشاہ کو اپنے پہلو میں بٹھایا، اسے پیاسا دیکھ کر ٹھنڈا پانی پلایا، گائی نے پانی پیا اور بچا ہوا پانی ریجی نالڈ کو دے دیا۔ سلطان یہ دیکھ کر غضب ناک ہوگیا اور ترجمان کے ذریعے گائی کو کہا ''میں اس شخص کو پانی نہیں دینا چاہتا تھا۔ ہم جسے اپنا روٹی نمک دیتے ہیں وہ محفوظ سمجھا جاتا ہے، مگر یہ بدبخت میرے جذبۂ انتقام سے نہیں بچ سکتا۔''

سلطان ایوبی اتنا کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور ریجی نالڈ سے کہا ''سن! میں نے تجھے قتل کرنے کی دو مرتبہ قسم کھائی تھی۔ ایک مرتبہ اس وقت جب تو نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ زادھما اللہ شرفا (اللہ ان کی عظمت کو زیادہ کرے) جیسے مقدس شہروں پر حملہ کرنا چاہا تھا اور دوسری مرتبہ اس وقت جب تو نے دھوکے سے حجاج کے قافلے پر حملہ کیا تھا اور بیکس و بے بس حاجیوں سے گستاخانہ طور پر کہا تھا کہ اپنے محمد (ﷺ) سے کہو کہ وہ تمہیں مجھ سے بچائیں اور تمہاری مدد کریں۔ یہ بکواس تو نے اس وقت کی جب حاجیوں نے رحم کی درخواست کی تھی۔'' سلطان نے تلوار نکالی اور ریجی نالڈ سے کہا ''دیکھ! میں اب تیری گستاخی اور توہین کا انتقام لیتا ہوں۔'' اتنا کہہ کر اپنے ہاتھوں سے اس کا سر قلم کردیا اور پھر فرمایا ''لو! یہ رہا حضرت محمد ﷺ کی توہین کا بدلہ۔''

عشق نبی مومن کی وہ میراث ہے جو شاہ و گدا، حاکم و محکوم، اطاعت شعار اور

گناہگار تمام مسلمانوں کے ایمان کا حصّہ ہے۔ جب سے اسلام اور عیسائیت کا آمنا سامنا ہوا، اس وقت سے عیسائیت اور یورپ نے اسلام کے خلاف اپنی جنگ کا مرکز و ہدف ذات محمدی (ﷺ) اور رسالت محمدی ﷺ کو بنا رکھا ہے۔ مغرب کا دور ظلمت (Dard Ages) ہو یا ازمنہ وسطیٰ (Medieval Ages)، روشن خیالی کا زمانہ ہو یا موجودہ غلبے اور تسلط کا عہد، مغرب نے حضور اکرم ﷺ کی سیرت مطہرہ کو داغدار کرنے کے لیے زبان وقلم دونوں کا بے محابا استعمال کیا۔ سائنٹیفک انداز فکر، علمیت اور غیر جانبداری کے تمام تر دعوؤں کے باوجود الزامات اور دشنام طرازی میں کبھی فرق نہیں آیا۔ بقول نارمن ڈینیل (Norman Deniel) ''ہم انتہائی غیر جانبدار اسکالر کی تحریر بھی پڑھیں تو ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ قدیم عیسائیت نے اسلام اور محمد ﷺ کے بارے میں جو انداز فکر و گفتگو اختیار کیا تھا، وہ انداز ہمیشہ ہر مغربی ذہن کا لازمی جزو رہا ہے اور آج بھی ہے۔'' (Islam and the West: The Making of Image) ہفت روزہ اکانومسٹ (لندن) نے 1996ء میں یہ اعتراف کیا ''آج رسالت محمدی پر ایمان و یقین ہی مغربی تہذیب کے لیے واحد حریف اور سب سے بڑا خطرہ ہے اور یہی ایمان مسلمانوں کے لیے بے پناہ قوت کا سرچشمہ ہے۔'' روح محمد ﷺ کو مسلم قوم کے بدن سے نکالنے کے لیے مغرب وقفے وقفے سے اہانت رسالت کا ارتکاب کرتا رہتا ہے، نائن الیون کے بعد اس مہم میں خاصی تیزی آئی ہے۔ اس سے قبل مسلم قوم کے احتجاج کے بعد کچھ عرصہ کے لیے خاموشی اختیار کرلی جاتی یا اسے زبان وقلم کی پھسلن سے تعبیر کر کے جان چھڑائی جاتی تھی مگر اس بار ایک منصوبہ بندی کے تحت توہین رسالت کا ارتکاب کیا گیا اور پھر اس آگ کو بڑھکنے کے لیے پورا مغرب ''آزادئ اظہار'' کی آڑ میں تسلسل کے ساتھ جلتی پر تیل ڈالتا رہا۔ جس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ 30 ستمبر 2005ء کو ڈنمارک کے اخبار جیلینڈز پوسٹن نے 12 شیطانی خاکے شائع کیے، اس پر مسلم دنیا کا ردعمل کمزور رہا تو جنوری 2006ء میں 22 ممالک کے 75 اخبارات و رسائل میں انہیں دوبارہ شائع کیا گیا۔ 200 ریڈیو اور ٹی وی چینلوں پر انہیں بار بار نشر کیا گیا، ہالینڈ کے اخبارات نے ان توہین آمیز خاکوں کو ہر ہفتے شائع کرنے کا اعلان کیا تا کہ مسلمان اس کے عادی ہو جائیں، اٹلی کے ایک وزیر نے ان خاکوں کی ٹی شرٹ استعمال کی اور اسے بطور فیشن فروغ دینے کا اعلان کیا۔ بش اور بلیئر سمیت دوسرے

مغربی حکمرانوں نے ڈنمارک کو تعاون کا یقین دلایا تو ڈنمارک کے وزیراعظم نے کہا ''اسلامی دنیا کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم تنہا نہیں ہیں۔''

14 فروری 2006ء کو ڈیلی ٹائمز میں ڈینش وزیراعظم کا یہ بیان چھپا تو 18 فروری کو کارٹونسٹ کرٹ ویسٹر گارڈ (Kurt Westtergaurd) نے ہیرالڈ میگزین کے اس استفسار پر کہ کیا اسے خاکوں کی اشاعت پر افسوس ہے؟ جواب دیا ''نہیں'' اور کہا کہ ''اس کے پیچھے ایک جذبہ (دہشت گردی کی بے نقابی) کارفرما تھا جسے اسلام سے روحانی اسلحہ فراہم ہوتا ہے۔'' امت مسلمہ نے ابتدا احتیاط لیکن بعد میں مغرب کی عالمی مہم کو دیکھتے ہوئے سیاسی کمزوری کے باوجود غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھرپور احتجاج کر کے تاریخ کا ایک نیا باب رقم کیا۔ یہ جنگ طویل اور فیصلہ کن ہے۔ مغرب کو اپنی بقا کا معاملہ درپیش ہے اس لیے اگر وہ حربی، تقریری، تحریری اور میڈیائی قوتوں کو حضور اکرم ﷺ اور اسلام کے خلاف بے دردی سے استعمال کر رہا ہے تو مسلمانوں میں بھی اپنے دین، ایمان، قرآن اور نبی کی ناموس کی حفاظت کے لیے جان کی بازی لگانے کا شعور بیدار ہو رہا ہے۔ عامر نذیر چیمہ بھی ان خوش نصیب افراد میں سے تھا جسے عشق رسول نے غازی علم دین شہید، غازی عبدالرشید اور دوسرے غازیان ناموس رسول کی صف میں اس وقت شامل کر دیا جب فروری 2006ء میں ایک جرمن اخبار ''ڈی ویلٹ'' نے پیغمبر اسلام کے توہین آمیز خاکوں کو دوبارہ شائع کیا تو عامر نے اس کے ایڈیٹر ہنرک بروڈر (Henryk Broder) پر ایک تیز دھار چاقو سے حملہ کیا۔ اسے 20 مارچ کو گرفتار کیا گیا، تین دن بعد عدالت سے ریمانڈ لیا گیا جس کے بعد مقدمہ چلائے بغیر برلن کے ایک بدنام زمانہ جیل میں رکھا گیا جو ''موآبٹ'' کے علاقے میں واقع ہے۔

یہ جیل اب سے 130 برس قبل تعمیر کی گئی۔ یہ سخت قواعد وضوابط، قیدیوں اور حوالاتیوں کی اموات اور خودکشی کی تعداد کے حوالے سے اپنی پہچان رکھتی ہے۔ سیاسی انقلاب کے دوران مشہور شخصیات بھی یہاں قید رہیں جن میں مشرقی جرمنی کے آخری حکمران ''ایرش ہونیکر'' مشرقی ومغربی جرمنی کے اتحاد کے بعد یہاں قید رہے۔ برلن کی ریاستی پارلیمنٹ (ایوان نمائندگان) نے موآبٹ سمیت برلن کی 5 جیلوں کے اعداد وشمار اکٹھے کیے تو معلوم ہوا کہ پانچوں جیلوں میں 58 اموات ہوئیں جن میں سے 29 خودکشیاں تھیں جو

اس بات کا ثبوت ہے کہ جیل میں تشدد اور غیر انسانی سلوک روا رکھا جاتا ہے گوانتا ناموبے اور ابوغریب کی مثالیں دنیا کے سامنے ہیں۔ ''موآبٹ'' جیل میں 1999ء تا 2000ء 30 خودکشیاں ہوئیں، 2001ء سے 2005ء تک جن 20 افراد کی موت واقع ہوئی ان میں سے 12 حوالاتی تھے جن میں سے 8 نے خودکشی کی۔ عامر پر اس کے دوست سعود قاسم کے بقول کیمرے نصب تھے، ایسے میں خودکشی کو جرمنوں کا ڈرامہ ہی کہا جاسکتا ہے۔

خودکشی (Sricide) کسی شخص کے خود کو قصداً اور غیر قدرتی طریقے سے ہلاک کرنے کے عمل کو کہتے ہیں۔ دنیا میں 85 فیصد افراد ذہنی خرابی اور 15 فیصد دیگر امراض کے سبب خودکشی کرتے ہیں۔ کالوں کے مقابلے میں سفید فام زیادہ تعداد میں خودکشی کرتے ہیں، جاپان میں خودکشی کو ایک مقدس اور بہادرانہ فعل سمجھا جاتا ہے، جاپانی اسے ہاراکری (Harakiri) (اچھا انجام) کہتے ہیں اور یہ تلوار سے پیٹ پھاڑ کر خودکشی کا روایتی طریقہ ہے۔ پہلے یہ طریقہ عام تھا، اب 51 فیصد جاپانی پھانسی 9.5 فیصد غرقابی کرتے ہیں۔ 1976ء میں خودکشی کی سب سے زیادہ وارداتیں ایک خوشحال ملک آسٹریا میں ہوئیں جہاں 1818 افراد نے خودکشی کی، سویڈن دوسرے اور امریکہ تیسرے نمبر پر رہا۔

خودکشی اسلام سمیت تمام الہامی مذاہب میں حرام ہے۔ خودکشی کے زیادہ تر واقعات مغرب میں ہوتے ہیں، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ روشن خیالی اور مادیت نے لوگوں کا تعلق خدا سے توڑ دیا ہے، جب انہیں کاروبار، عشق اور دیگر معاملات میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے تو وہ خودکشی کر کے غم زمانہ سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ مسلم معاشروں میں خودکشی کی اموات نہ ہونے کے برابر ہیں، آج اگر ایسی اموات معاشرے میں ہونے لگی ہیں تو اس کی بنیادی وجہ بھی مذہب اور خدا سے بیگانگی ہے۔ غازی عامر عبدالرحمٰن چیمہ کا اوڑھنا بچھونا عشق مصطفیٰ ﷺ تھا۔ غازی علم دین شہید کے تذکرے سے اپنے دل کو بہلانے والا جو ناموس رسالت پر قربان ہونے کو اپنی زندگی کی معراج سمجھتا ہو، ایوبی کے اس فرزند سے ایسی توقع ممکن ہی نہیں۔

مغرب کا طریقۂ واردات یہ ہے کہ وہ اپنے گناہوں کو چھپانے کے لیے دوسروں کو گناہگار ثابت کرتا ہے، دہشت گردی کے خلاف مہم اس کی واضح مثال ہے جو جھوٹ کی بنیاد پر شروع کی گئی۔ ظالم مظلوم کا روپ دھارے ہوئے افغانستان و عراق اور فلسطین میں

مسلمانوں کا قتل عام کر رہے ہیں، عامر کی روح پکار پکار کر ان کے ''بے لاگ انصاف'' کی گواہی دے رہی ہے۔

عجیب لوگ ہیں، کیا خوب منصفی کی ہے
ہمارے قتل کو کہتے ہیں، خودکشی کی ہے

(روزنامہ ''اسلام'' 13 مئی 2006ء)

عامر چیمہ کا لہو رائیگاں نہیں جائے گا

یاسر محمد خان

برلن میں واقع موبٹ (Moabit Prison) جیل جرمنی کی بدترین جیل ہے۔
اس جیل میں 44 دن تک غازی عامر پر تشدد کے تمام حربے استعمال کیے گئے، بالآخر 4 مئی کو شہید کر دیا گیا۔ 5 مئی کو پاکستانی اخبارات میں غازی عامر کی شہادت کی خبر شائع ہوئی جس کے بعد پاکستان کے تمام ذرائع ابلاغ میں عامر چیمہ کے نام اور کارنامے نے شہ سرخیوں کی جگہ لے لی۔ آنے والے دنوں میں عامر چیمہ پاکستانی نوجوانوں کے ہیرو بن گئے۔ ان کا آبائی قصبہ ساروکی تھا۔ یہ وزیر آباد کے قریب ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ ان کے والدین تیس برس پہلے ساروکی سے راولپنڈی منتقل ہو گئے تھے۔ وہ راولپنڈی کی ایک متوسط بستی ڈھوک کشمیریاں کی گلی نمبر 18 میں رہتے تھے۔ جب عامر چیمہ کی شہادت کی خبر پاکستان پہنچی تو ڈھوک کشمیریاں کی یہ گلی راولپنڈی، اسلام آباد اور ملک بھر سے عامر چیمہ کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے آنے والوں کا مرکز بن گئی۔ یہ لوگ عامر چیمہ کے والد کے ہاتھ چومتے تو وہ اپنے شہید بیٹے کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے آنے والوں کو خود حوصلہ دیتے۔ پروفیسر نذیر چیمہ سے ملنے والے ہر شخص کی زبان پر یہ الفاظ ہوتے:

"یہ ہیں شانِ رسالت ﷺ پر قربان ہونے والے پروانے کے خوش نصیب والد محترم، آپ ہمارے لیے بھی دعا کریں، آپ کے درجات عظیم ہیں۔"

گلی نمبر 18 کو ڈویژنل پبلک سکول، ڈھوک کالا خان، سکستھ روڈ، سروس روڈ،

ڈھوک پراچہ، ٹرانسفارمر چوک سے آنے والے تمام راستے ملاتے ہیں وار اس گلی تک پہنچنے کے لیے دن بھر عقیدت مندوں کا جم غفیر رواں دواں رہتا تھا۔ اس گلی میں آنے والے افراد شہید عامر چیمہ کے گھر پہنچنے سے قبل وضو کرتے اور باادب شہید کے والد اور رشتہ داروں کے عقیدت سے ہاتھ چومتے تھے۔ گلی گلدستوں، ہاروں اور پھولوں سے لدگئی تھی اور پھولوں کی خوشبو عجب منظر پیش کرتی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اس گلی میں نور کی بارش ہو رہی ہو۔ سیاسی کارکن، سیاسی قائدین، نوجوان اور معمر افراد جن میں خواتین بھی شامل تھیں جوق در جوق اس گلی کی طرف آتے جاتے نظر آتے تھے۔ عامر شہید کے والد، والدہ اور بہنیں صرف یہ کہتے نظر آتیں کہ ہمارے بیٹے، ہمارے بھائی کا جسد خاکی لایا جائے۔ ان دنوں گلی نمبر 18 کے حفاظتی انتظامات بھی سخت کر دیئے گئے تھے۔ جا بجا پولیس نے خفیہ چوکیاں قائم کر رکھی تھیں جن میں سادہ کپڑوں میں اہلکار تعینات تھے۔ پولیس کی ایک گاڑی گلی میں مسلسل گشت کرتی رہتی تھی جبکہ مسلح دستہ بھی گلی کے آس پاس سیکورٹی کی نگرانی کرتا رہتا تھا۔
یہ سلسلہ 13 مئی تک جاری رہا۔ 13 مئی کو عامر چیمہ کا جسد خاکی پاکستان پہنچا۔ یہ جسد خاکی ساروکی لے جایا گیا، وہاں ان کے جنازے میں شریک ہونے کے لیے پاکستان بھر سے 2 لاکھ سے زائد لوگ ساروکی آئے ہوئے تھے۔ یہ ایک حیران کن جنازہ تھا۔

اس جنازے کی کوریج پوری دنیا کے میڈیا نے کی۔ اس کوریج کے بعد یورپ اور امریکہ میں ایک نئی بحث چھڑ گئی، وہاں کے سیاستدانوں اور دانشوں نے یہ کہنا شروع کر دیا اگر اسلامی دنیا میں عامر چیمہ جیسے دس بیس مزید لوگ پیدا ہو گئے تو ہمارا کیا بنے گا۔ اس جنازے کے بعد امریکہ میں ایک نیا تھنک ٹینک ابھرا اور اس تھنک ٹینک نے سنجیدگی سے توہین رسالت کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا ہے۔

ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اقوام متحدہ کو ایک ایسا قانون پاس کرنا چاہئے جس کے تحت دنیا کے تمام ممالک اور ان ممالک میں کام کرنے والے ادارے اس بات کے پابند ہوں کہ وہ اور ان کا کوئی کارکن کسی مذہب کی مقدس ہستی کے بارے میں کوئی توہین آمیز کلمہ نہیں بولے گا۔

اس تھنک ٹینک کا خیال ہے اگر اقوام متحدہ نے کوئی ایسا قانون نہ بنایا تو عامر چیمہ کے جنازے سے بے شمار عامر چیمہ پیدا ہو جائیں گے جو پورے یورپ، امریکہ اور

مشرق بعید پر عرصہ حیات تنگ کر دیں گے، جو ہماری زندگی عذاب کر دیں گے۔

مجھے کل ایک دوست نے پوچھا تھا:

"عامر چیمہ نے جان دے کر کیا پایا؟"

میں نے امریکی تھنک ٹینک کی رپورٹ اس کے سامنے رکھی اور اس کے بعد عرض کیا:

"عامر چیمہ نے دنیا کے ان تمام گستاخوں کے دل میں خوف پیدا کر دیا جو ہمارے مذہب، ہمارے عقائد اور ہماری مقدس ہستیوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ میں نے کہا: ایک غازی علم دین شہید نے جان دی تھی تو اس کے بعد کسی ہندو کو ہمارے رسول ﷺ کے بارے میں بات کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آج ایک عامر چیمہ نے جان دی ہے تو مجھے یقین ہے آج کے بعد یورپ کا کوئی راج پال یہ جرأت نہیں کرے گا۔ عامر چیمہ کا لہو رائیگاں نہیں گیا۔

برلن جیل سے شہید کا وصیّت نامہ

محمد جمیل راہی

جرمنی میں شاتم رسول ایڈیٹر کو گستاخی رسول کی ناپاک جسارت کرتے ہوئے توہین آمیز خاکے چھاپنے کی سزا دینے کی کوشش میں گرفتار ہونے اور بعد ازاں پولیس کی حراست میں شہید ہونے والے انجینئر عامر عبدالرحمان شہید کے خالہ زاد بھائی نے جرمنی سے ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا وصیت نامہ بھیجا ہے جس کی ایک نقل راقم نے شہید کے قریبی رشتہ دار سے لی اور آپ کی خدمت میں حرف بہ حرف پیش خدمت ہے۔ یہ ذہن میں رہے کہ یہ کاپی شہید کو دفنائے جانے کے اگلے روز خاندان سے باہر کے افراد کو ملی۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: تمام مسلمانوں اور میرے والدین سے گزارش ہے کہ میرے مرنے (شہادت) کی صورت میں جلد از جلد بغیر پوسٹ مارٹم کے جنت البقیع میں یا کسی بڑے قبرستان میں دفنایا جائے تاکہ آخرت میں میرے لئے آسانی ہو۔ والدین سے گزارش ہے کہ اگر سعودی عرب جنت البقیع میں دفن کرنے کا انتظام ہو جائے تو اس کی اجازت دے دی جائے۔ دوسری صورت میں کسی بھی ایسے بڑے قبرستان میں دفنائیں جہاں بہت سے نیک لوگوں کی قبریں ہوں اور میرا جنازہ بڑا کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ میرے لئے آسانی ہو۔ باقی تمام مسلمانوں سے گزارش ہے کہ میرے لئے بخشش کی دعا کریں تاکہ میرے لئے آسانی ہو۔

سعودی حکومت سے میری درخواست ہے کہ خانہ کعبہ اور مسجد نبوی میں میرا نام لے کر دعا کروائی جائے تاکہ میرے لئے آسانی ہو اور مجھے جنت البقیع میں دفن کرنے کی

اجازت دی جائے۔ میرے والدین، بہنوں و دیگر عزیز و اقارب، دوستوں اور تمام مسلمانوں سے گزارش ہے کہ میرے گناہ (غلطیاں) معاف کر دیں اور میرے ذمے اگر قرض ہو تو معاف کر دیں اور میرے لئے دعا کریں تا کہ آخرت کا حساب کتاب آسان ہو۔ اللہ آپ کی دعاؤں کو قبول فرمائے۔ اگر ہو سکے تو کوئی مسلمان میرے لئے خانہ کعبہ اور مسجد نبوی میں دعا کر دے۔ میں تمام لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ میری موت خودکشی ہرگز نہ ہو گی۔ عامر عبدالرحمٰن 06-4-3"

یہ وصیت نامہ لانے والے شہید کے کزن نے بتایا کہ آخری مرتبہ ملاقات میں اس نے بتایا کہ مجھے تشدد سے شہید کر کے خودکشی کا ڈرامہ رچانے کی تیاریاں کی جا رہی ہیں اور اس کی دھمکیاں بھی دی جا رہی ہیں۔ آج عامر چیمہ شہید یقیناً رب کی جنتوں کا مہمان ہو گا لیکن تحریک روح محمد ﷺ کا جو چراغ وہ اپنے لہو سے روشن کر گیا اسے جلائے رکھنا امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔

کسے معلوم تھا کہ دریائے چناب کے کنارے آباد وزیر آباد کے نواحی قصبے ساروکی چیمہ میں پیدا ہونے والا عامر نذیر شہید امت مسلمہ کی آنکھوں کا تارا بن جائے اور لوگ اس کا جنازہ پڑھنے اور شہید کا آخری دیدار کرنے کے لیے ملک بھر کے کونے کونے سے اُمڈے چلے آئیں گے۔ چند ہزار نفوس کی آبادی کے اس گاؤں میں لاکھوں افراد کی آمد سے ایک عظیم اجتماع برپا ہو چکا تھا جس کے لیے کسی اشتہار کو چھاپنے کی ضرورت نہ تھی۔ نبی رحمت ﷺ کے اس جانثار پروانے کا جسد خاکی جب لحد میں اتارا جا رہا تھا فضا سسکیوں، آہوں، فلک شگاف نعروں سے گونج رہی تھی۔ عاشق رسول ﷺ کا جنازہ ذرا دھوم سے نکلنے کی عملی جھلک دکھائی دے رہی تھی۔

حکومت نے روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا بھرم رکھنے کے لیے ابتداءً سرد مہری کا مظاہرہ کیا۔ عامر شہید کی گرفتاری پر سفارتی کوششوں سے لے کر شہادت کے بعد جسد خاکی کی وصولی تک حکومت کی کوشش رہی ہے کہ جسد پاک ملک پاکستان نہ آنے پائے۔ وصیت نامہ تو بعد میں ہاتھ لگا، راقم کو براہِ راست ان لوگوں نے یہ بات بتائی جو مسلسل عامر شہید کے والد کے ساتھ رہے کہ پروفیسر نذیر چیمہ صاحب نے بتایا کہ ان پر مختلف حکومتی ایجنسیوں نے دباؤ ڈالا کہ وہ ٹی وی سکرین پر ایک پریس کانفرنس میں اعلان کریں کہ ان

کے بیٹے کو سعودی عرب لے جا کر جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔ حکومت کوشش کر کے ایسا کر لے گی اور ہم پاکستان میں ممکنہ انتظامی مسائل سے بچ جائیں گے۔ جب شہید کے ورثاء کو وصیت کا پتہ چلا تو وقت کافی گزر چکا تھا۔ اب وہ شہید کی یہ خواہش پوری کرنا چاہتے تھے کہ پاکستان کے کسی بڑے شہر کے بڑے قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت دی جائے یا کم از کم راولپنڈی ہی میں دفن کی اجازت دی جائے جو کہ ان کا قانونی حق بھی تھا۔ لیکن حکومت نے عالمی برادری میں اپنا وقار بچانے کے لیے وہ تمام امور سرانجام دیئے ہیں جس سے یہ تاثر ابھرتا کہ ناموس رسالت ﷺ کے اس کیس میں انفرادیت ہے پاکستان کے اجتماعی شعور سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ بظاہر وزیر اعلیٰ پنجاب نے جسد مبارک لاہور سے شہید کے آبائی گاؤں لے جانے کے لیے اپنا ہیلی کاپٹر دیا لیکن ایئر پورٹ تک آنے کی زحمت نہیں کی۔ یہ بھی حکومت کا تدبیری عمل تھا تا کہ گاڑیوں کے ممکنہ جلوس سے بچا جا سکے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ جنازہ میں کسی اعلیٰ حکومتی عہدیدار نے شرکت نہیں کی۔ ضلع ناظم فیاض چٹھہ کی شرکت اپنا گاؤں اور حلقہ انتخاب ہونے کے علاوہ برادری کی مجبوری تھی۔ میڈیا پر بھی چیک لگا دیا گیا اور دانستہ جنازے کا درست وقت جاری نہ کیا گیا تا کہ لوگ کنفیوز رہیں اور اجتماع کم سے کم رہے لیکن محبان رسول ﷺ کے قافلے صبح ہی سے پہنچنے شروع ہو چکے تھے اور شہید کے استقبال کی تیاریاں جاری تھیں۔ متعدد مرتبہ شہید کا جنازہ پڑھایا گیا اور دفنائے جانے کے بعد شام تک غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھائی جاتی رہی اور ملک بھر سے اطلاعات ہیں کہ یہ سلسلہ پھیل رہا ہے۔ انجینئر عامر شہید نے اپنے لہو سے گستاخان رسول کو سزا دینے کی تحریک کا آغاز کر دیا ہے اور اس کے بعد وہ تمام عناصر جنہوں نے ان ناپاک جسارتوں کا آغاز کیا ہے ان کی نیندیں حرام ہو چکی ہیں۔ دنیا کے جس جس ملک کے جس اخبار نے توہین آمیز خاکے چھاپے تھے انہیں ہر مسلمان عامر شہید دکھائی دینے لگا ہے۔ اس بات کا فیصلہ آنے والا وقت ہی کرے گا کون سرخرو ہوتا ہے اور کون روسیاہ عامر شہید تیری لحد پر سلام!

(روزنامہ "انصاف" 19 مئی 2006ء)

پاسبان ناموس رسالت ﷺ

ڈاکٹر زاہد اشرف

ایک ارب سے زائد مسلمانوں میں عامر چیمہ تو بس ایک ہی تھا۔ صرف ایک اس نے اسلام کے صدر اوّل سے لے کر غازی علم دین شہید اور غازی عبدالقیوم شہید تک کی تابندہ درخشاں روایت کو گہنانے نہیں دیا۔ بحر ظلمات میں ڈبکیاں کھائے ہوئے اسلام کے لاتعداد نام لیواؤں میں سے صرف اسی نے پاسبان ناموس رسالت کا اعزاز پالیا۔ اور یہ وہ اعزاز ہے جس پر ہزاروں نشان حیدر، کروڑوں ہلال جرأت، اربوں ستارہ بسالت، لاتعداد ہلال امتیاز، ان گنت تمغہ ہائے حسن کارکردگی قربان کئے جاسکتے ہیں۔ عامر نے اس ہستی کی ناموس کے تحفظ کی خاطر اپنی جان قربان کر دی جنہیں کائنات کا گل سرسبد کہا جاتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ کے بعد کائنات کی ہر ہستی، ہر شخصیت اور ہر ذات سے زیادہ محبت کے بغیر ایمان کی تکمیل تو دور کی بات، خود ایمان ہی وجود پذیر نہیں ہو پاتا۔

نبی کریم ﷺ کے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یورپ کی بدترین سازشوں کا نقطہ عروج تھا۔ ان خاکوں کی لگاتار اشاعت سے امت مسلمہ انگاروں پر لوٹ گئی۔ اس کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔ اس کے جذبات مشتعل ہو گئے اور اس کے دل و دماغ پر تازیانے سے برسنے لگے۔ کروڑوں انسان سراپا احتجاج بن گئے۔ اس احتجاج کے دوران شمع رسالت کے بیسیوں پروانوں نے موت کو گلے لگا لیا، اپنے ہی دین کے ماننے والوں کے ہاتھوں، اپنے ہی محافظوں کی چلائی ہوئی گولیوں کی زد میں آ کر، اور اپنے ہی حکمرانوں کی بے حسی و بے حمیتی کا نشانہ بن کر۔ یہ لوگ بھی بلاشبہ مرتبہ شہادت پر

فائز ہو گئے۔ وہ بھی یقیناً اس اعزاز کے سزاوار قرار پائے، جس کے سامنے ہر دنیوی اعزاز ہیچ بن جاتا ہے اور ہر مرتبہ و عہدہ ان کے مقام سے فروتر۔ لیکن جو اعزاز عامر عبدالرحمٰن چیمہ کے حصے میں آیا، اس کی شان و شوکت اس کی عظمت و سربلندی اور اس کی آن بان تو منفرد ہے، بالکل منفرد۔ کوئی بھی اعزاز اس کی ہمسری کر ہی نہیں سکتا۔

عامر عبدالرحمٰن چیمہ کو شہادت کا مرتبہ بلند تو ملا ہی، لیکن ناموس رسالت کی پاسبانی کا حق ادا کرتے ہوئے اپنی جان کی قربانی سے اس نے عظمت کے ہر مینار سے کہیں اونچے مقام کو اپنا مسکن و ماوریٰ بنا لیا۔ اس کی یہ قربانی ایک ارب سے زائد مسلمانوں کی جھکی ہوئی گردنوں کو ذرا اونچا کرنے کا حوصلہ دے گئی۔ اپنوں اور اغیار کے دباؤ سے خمیدہ ان کی کمریں کچھ سیدھی ہونے کے قابل ہو گئیں۔ نبی محتشم حضرت محمد ﷺ کی محبت کا جو فرض اور قرض امت کے ایک ایک فرد پر عائد ہوتا تھا، عامر کی اکلوتی قربانی نے کسی حد تک اس کا کفارہ ادا کر دیا۔ عامر شہید چیمہ نے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت سے لے کر اپنی شہادت تک جس جرأت، پامردی، استقلال اور پختگی کردار کا مظاہرہ کیا، اس نے ایک طرف اگر عظمتوں کو اس پر نچھاور کیا تو دوسری طرف اس سے یورپ کی ملمع سازی کا پردہ چاک ہو گیا۔ آزادی اظہار رائے کے اس کے نظریے کی ہنڈیا بیچ چوراہے کے پھوٹ گئی۔ اس کی تہذیب کا جنازہ بڑی دھوم سے اٹھ گیا، انسانیت سے اس کی محبت کے ہر دعوے کی قلعی کھل گئی، اور نام نہاد عدل و انصاف کے اصولوں پر قائم اس کا عالی شان محل دھڑام سے کچھ یوں زمین بوس ہو گیا کہ 9/11 کو جڑواں ٹاورز کا انہدام، اس محل کی اڑتی ہوئی دھول میں دفن ہو کر رہ گیا۔ جرمنی کی جیل میں عامر چیمہ شہید سے تفتیش کا جو انداز اپنایا گیا اور وحشیانہ تشدد کی جو روش اختیار کی گئی، اس سے یوں لگا کہ نازی ازم کو حیات نو مل گئی ہو اور نازیوں کی ایک نئی نسل نے وہاں جنم لے لیا ہو۔ جرمن حکومت اور مغرب کے ثناخواں کالے انگریز، لاکھ اسے خودکشی قرار دیتے رہیں، شہادت کی بجائے ہلاکت سے اس کی تعبیر کرتے رہیں، ان کی تحقیقاتی اور پوسٹمارٹم رپورٹس میں اسے کوئی سا بھی نام دیا جاتا رہے، یہ حقیقت اب اپنے آپ کو منوا چکی کہ مغرب میں انسانیت اور انسانی اقدار ملیا میٹ ہو چکیں، شرافت و نجابت اور رواداری و روشن خیالی کا ہر تصور اس سرزمین کو خیر باد کہہ چکا۔ اخلاق باختگی، بے حیائی اور عریانی و فحاشی، اس کی تہذیب کا طرہ امتیاز تو تھا ہی، اب بنیادی انسانی اقدار سے

بھی اس سرزمین کا کوئی ناطہ باقی نہیں رہا۔ ہم تو اپنی پولیس اور کلچر میں شرفاء کے لئے موجود دہشت کو ختم کر کے اسے جرائم پیشہ افراد کے لیے دہشت میں تبدیل کرنے کے لیے کوشاں تھے۔ اور اس ضمن میں ہم مغرب کی انسان دوستی اور انسانی شرف و مجد کے احترام کی مثالیں دے دے کر ہلکان ہوئے جاتے تھے۔ مغرب کی ہر ہر ادا پر قربان ہونے والے ہمارے روشن خیال اس حوالے سے ہمیں مرعوب بھی کیا کرتے تھے اور اس سے سبق سیکھنے کی تلقین مسلسل بھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حکمت و دانائی کی کوئی سی بھی بات، کوئی سا بھی عمل کہیں سے میسر آ جائے، مومن کو اسے اپنے گم گشتہ میراث سمجھتے ہوئے اسے اپنا لینا چاہیے، لیکن یہ کیا ہوا کہ مغرب کے تاریک چہرے پر تنا ہوا روشنی کا دبیز پردہ لمحہ بھر میں تار تار ہو گیا اس پر تھوپے ہوئے غازے کی دبیز تہوں کے پیچھے کیسا بھیانک روپ روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا۔ یوں لگتا ہے کہ مغرب، اسلام اور مسلم دشمنی میں باؤلا سا ہو گیا، ہے عقل و شعور بے بیگانگی اس کا روز مرہ بنتا جا رہا ہے اور وحشیانہ پن اس کے طور و اطوار کا بنیادی عنصر ترکیبی۔ اسلام اور اس کے نام لیواؤں کو صفحہ ہستی سے ناپید کرنا اس کا مقصد اولین قرار پا چکا ہے۔ افغانستان پر حملے سے لے کر عامر عبدالرحمٰن چیمہ کی شہادت تک کے سبھی دل دوز و واقعات اسی مقصد کی تکمیل کی کڑیاں ہیں۔ بش نے اپنے ہی بپا کردہ 9/11 کیب عد جس کروسیڈ (صلیبی جنگیں) کا آغاز کیا تھا، عامر چیمہ کی شہادت اسی کا ایک حصّہ ہے۔ یورپ نے بھی اپنے اسلام دشمن اقدامات کے ذریعے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اسلام دشمن اور مسلم کشی میں وہ امریکہ سے کسی طور پر بھی پیچھے نہیں ہے۔ برطانیہ تو قدم بقدم، امریکہ کا ہم سفر رہا اور یورپی یونین کے باقی ماندہ ممالک نے بھی یہ ٹھان لی ہے کہ وہ اپنی ابتدائی ست روی کی کسر نکال کر رہیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ڈنمارک نے اسلام کے خلاف سب سے اوچھا وار کیا۔ اس سرزمین لعین سے ہی نبی اکرم ﷺ فلاہ ارواحنا و انفسنا کے توہین آمیز کے خاکے چھاپنے کے ہولناک ترین جرم کا ارتکاب ہوا پھر یہیں سے مسلم امہ کے سینے پر مونگ دلے جائے رہے۔ ایک تسلسل کے ساتھ ان خاکوں کی اشاعت اسلام کے خلاف جاری امریکی صلیبی جنگوں میں یورپ کی فعال مساوی شراکت کا ناقابل تردید ثبوت تھا۔ پوری یورپی یونین نے بیک آواز جس طرح ڈنمارک کی تائید و پشت پناہی کی، اس سے یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آ گئی کہ:

پورے یورپ اور مغرب نے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر کسی ندامت، شرمندگی وار خجالت کا اظہار کیا، نہ ہی اس نے اس جرم کا ارتکاب کرنے والوں کی سرزنش کی، بلکہ اسے اظہار رائے کی آزادی کا حق قرار دیتے ہوئے مسلمانوں کے زخموں پر مزید نمک پاشی کی اور اب جرمنی کی جیل میں دوران تفتیش وحشیانہ تشدد کے نتیجے میں عامر عبدالرحمٰن چیمہ کی شہادت اس امر کی غماز ہے کہ یورپ میں مسلمانوں کے خلاف نازی ازم بڑا مضبوط اور توانا ہو چکا ہے۔

امریکہ اور یورپ کو تو مسلمانو ں کے خلاف اسنازی ازم کا احیاء کرنا ہی تھا سوویت یونین کی شکست وریخت کے بعد انہوں نے اپنے تئیں اسلام اور مسلمانوں کو اپنا دشمن قرار دے لیا تھا اس لیے اس دشمنی کا بھرپور مظاہرہ کئے بغیر انہیں سکون کیسے میسر آ سکتا ہے؟ چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف ہر محاذ پر جنگ کا آغاز کیا، صرف عسکری پہلو ہی نہیں، تہذیب و تمدن، تعلیم و تدریس، قانون، معاشرت اور معیشت، الغرض کون سا زاویہ حیات ہے، جس پر انہوں نے بھرپور یلغار نہ کی ہو۔ انہوں نے اسلام کو دہشت گردی پروان چڑھانے والا دین قرار دیا اور مسلمانوں کو من حیث الجموع دہشت گردان کے میڈیا نے اس حوالے سے اسلام اور مسلمانوں پر پے در پے حملے کئے۔

مغربکی اس بدترین مہم کی حقیقت جاننے کے لیے کسی دانش بقراط ضرورت نہ تھی، کیونکہ اس کا ہر ہر عمل اس کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ امت کے ایک بڑے طبقے نے بخوبی جان لیا تھا کہ کروسیڈ کا لفظ، نشے کی حالت میں بش کی زبان سے پھسل نہیں گیا تھا، بلکہ یہ امریکہ اور یورپ کی اسلام کے خلاف جن کے سوچے سمجھے منصوبے کا نقطہ آغاز تھا۔ اگر کوئی اس حقیقت کو نہ جان سکا تو وہ حکمران طبقہ جو اس وقت اسلامی ممالک پر مسلط ہے۔ اس طبقے میں بالعموم نہ اسلام پر ایمان کی کوئی رمق دکھلائی دیتی ہے اور نہ ہی انبی اکرم ﷺ سے محبت کا کوئی داعیہ اس کے دلوں میں موجزن ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک مسلمان جو اپنے آپ کو مقتدر سمجھتا ہو، اس کے سامنے توہین رسالت پر مبنی خاکے شائع کئے جائے رہیں اور وہ ٹس سے مس نہ ہو۔ اسے اگر ہوش بھی آئے تو اس وقت جب شمع رسالت کے پروانوں کے گرم گرم لہو سے زمین سرخ ہونے لگے۔ تب ایک آدھ احتجاجی بیان، ایک دو فورمز پر اس کا تذکرہ اور چند ایک حکمرانوں سے ملاقاتوں کے دوران اسے تہذیبی جنگ کو تیز کرنے کا سبب

قرار دینا۔۔۔ اس سے آگے کیا ہوا؟ کیا کیا گیا؟ جونہی عوامی جدوجہد کمزور پڑی، حکمرانوں کے ایوانوں کا درجہ حرارت بھی نقطہ انجماد سے نیچے گر گیا۔ ان کے تو جذبات ہی نہ تھے اور اگر ان میں کہیں ارتعاش پیدا بھی ہوا، تو جلد ہی اس پر موت کے سائے پھر سے دراز ہو گئے۔

یہی کیفیت عامر چیمہ کی شہادت کے حوالے سے بھی برقرار رہی، یہ کتنا بڑا ستم ہے کہ آپ میں جرمنی کی حکومت سے اپنے ایک تعلیم یافتہ، معزز شہری کے بہیمانہ قتل پر احتجاج کا تو یارانہ ہو لیکن آپ اپنی قوت اس شہید کے اہل خانہ کو دباؤ میں لانے کے لیے استعمال کر گزریں۔ آپ انہیں اس حق سے بھی محروم کر دیں کہ اکلوتے لخت جگر کو اپنے ہی شہر میں دفن کر سکیں۔ جن لوگوں نے بھی عامر چیمہ شہید کے والدین کو ان کے اس بنیادی حق سے محروم کیا ہے، انہیں نرم سے نرم الفاظ میں بھی سنگ دل ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ ایسے سنگ دلی جس کے ہوتے ہوئے اسلام کی کوئی کرن کہیں جھلملاتی ہے اور نہ ہی محبت نبوی ﷺ کسی سینے میں جلوہ گر ہوتی دکھلائی دیتی ہے۔

اس سنگ دلی کے باوجود تپتی دوپہر میں، آگ برساتے ہوئے سورج کی چھاؤں تلے ساروکی کے ویرانے میں لاکھوں افراد کا جم غفیر جہاں حکمرانوں کے لیے تازیانہ تھا وہیں اس نوید جانفزا کا پیامبر بھی کہ عامر چیمہ کی شہادت اور اس کے پاسبان ناموس رسالت ﷺ کا اعزاز انقلاب نو کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

(روزنامہ ''اساس'' 22 مئی 2006ء)

شہید عامر کا سفر آخرت

خالد یزدانی

شہید عامر چیمہ آج ہم میں نہیں۔ گزشتہ دنوں لاکھوں مسلمانوں نے آہوں سسکیوں میں ساروکی میں سپرد خاک کیا تھا۔ چند روز قبل تک کسی کو علم نہ تھا کہ عامر چیمہ کون ہے؟ ابتدائی اطلاعات میں بتایا گیا تھا کہ جرمنی میں پاکستانی حکام کے مطابق کارٹون تنازعہ کے سلسلے میں گرفتار کیے گئے ایک پاکستانی طالب علم عامر چیمہ برلن جیل میں مردہ پائے گئے ہیں۔ بعد ازاں بتایا گیا کہ عامر چیمہ نے برلن جیل میں رات کے وقت خود کو پھندا لگا کر خودکشی کر لی۔ جبکہ اس کے والد کا کہنا تھا کہ ان کا بیٹا خودکشی کا سوچ بھی نہیں سکتا، بلکہ اسے جرمن پولیس نے تشدد کر کے ہلاک کیا ہے۔

عامر چیمہ ایک ریٹائرڈ پروفیسر نذیر احمد چیمہ کے بیٹے تھے اور بسلسلہ تعلیم جرمن گئے تھے۔ ٹیکسٹائل انجینئرنگ کے کورس کی تکمیل میں صرف دو ماہ رہتے تھے۔ عامر چیمہ کے اہل خانہ کا کہنا ہے کہ عامر نے پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں توہین آمیز خاکے چھاپنے کے بعد جرمن اخبار کے ایڈیٹر پر حملہ کیا اور بعد میں اس بات کا اعتراف بھی کیا۔ تاہم ان کا الزام ہے کہ جرمن حکام نے ان کے بیٹے کو تشدد کے بعد قتل کیا جبکہ جرمن حکام کا کہنا ہے کہ عامر چیمہ نے خودکشی کی ہے۔

بالآخر کئی دن کے انتظار کے بعد عامر چیمہ کو ہفتہ کی سہ پہر گوجرانوالہ کے قریب ان کے آبائی گاؤں ساروکی چیمہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ جہاں ان کے جنازے میں دو لاکھ سے زیادہ افراد شریک تھے۔ عامر چیمہ کی میت سرکاری ہیلی کاپٹر میں گوجرانوالہ کینٹ

پہنچی۔ جہاں سے اسے وزیر آباد کے پاس ان کے آبائی گاؤں ساروکی چیمہ میں لایا گیا تو ہزاروں لوگوں نے میت کا پرجوش استقبال کیا۔

اردگرد کے قصبوں اور دیہاتوں سے آئے ہوئے لوگ ساروکی چیمہ میں جمع تھے۔ گاؤں میں تاحد نظر استقبال کے لیے آنے والے لوگ دکھائی دے رہے تھے۔ عامر چیمہ کی نمازِ جنازہ ان کے والد چوہدری نذیر احمد نے پڑھائی۔ اس کے بعد ان کے والد نے کہا کہ ان کے مرشد سید پیر افضل شاہ بھی نماز جنازہ پڑھائیں گے۔ جس کے بعد دوسری نماز جنازہ پڑھائی گئی۔

تقریباً دو بجے سہ پہر گاؤں کے قبرستان سے ملحق زمین میں ان کی تدفین کر دی گئی۔

بی بی سی کی ایک رپورٹ کے مطابق ساروکی گاؤں میں غم اور سوگ کی بجائے ایک جشن کی سی فضا تھی۔ گاؤں کی سڑکوں اور بازاروں کو رنگ برنگی جھنڈیوں سے سجایا گیا تھا۔ گاؤں کے لوگوں نے جگہ جگہ پانی کی سبیلیں لگائی ہوئی تھیں۔

ہفتہ کی صبح لاہور ائرپورٹ پر پی آئی اے کی پرواز عامر چیمہ کی میت جرمنی سے لاہور لے کے آئی تھی۔ پنجاب کے صوبائی وزیر شجاع خانزادہ نے میت کو وصول کیا تھا اور اس پر پھول چڑھائے۔ صوبائی وزیر کا کہنا تھا کہ پنجاب حکومت عامر چیمہ کے خاندان کے غم میں شریک ہے۔

میت کو پنجاب حکومت ے سرکاری ہیلی کاپٹر میں عامر چیمہ کے چچا عصمت اللہ اور ان کے ماموں چوہدری اسلم کے ہمراہ گوجرانوالہ کینٹ پہنچایا گیا۔ گوجرانوالہ کینٹ میں ضلعی رابطہ افسر (ڈی سی او) اور کور کمانڈر گوجرانوالہ نے میت وصول کی۔ عامر چیمہ کے والد، ان کی ہمشیرہ اور والدہ نے ساروکی میں عامر کی تدفین پر احتجاج بھی کیا اور کہا کہ انتظامیہ نے زبردستی ان کے بیٹے کو ساروکی کے مقامی قبرستان میں دفن کرنے کا پروگرام بنایا۔ ان کے مطابق انہیں راولپنڈی سے زبردستی آبائی گاؤں لایا گیا۔ حالانکہ عامر کی وصیت تھی کہ اسے جنت البقیع یا کسی ولی اللہ کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ حکومت کی طرف سے ہمارے خاندان پر بہت دباؤ ہے۔ جبکہ ہمارے والد کو دھمکیاں بھی دی گئیں۔ حالانکہ ہم گزشتہ 30 سال سے راولپنڈی میں مقیم ہیں اور ہماری خواہش تھی کہ تدفین بھی راولپنڈی میں ہو۔ مگر

حکومت نے ایسا نہ ہونے دیا اور ساروکی لے جا کر طے شدہ پروگرام سے پہلے تدفین کر دی۔ اس موقع پر عامر کی ہمشیرہ نے مزید کہا کہ اگر حکومت ایک پاکستانی شہری کی جان نہیں بچا سکتی تو اس کی وصیت کو پورا کر کے شہید کے خاندان کو کم از کم دلاسہ تو دے سکتی تھی۔

عامر شہید کی رسم قل میں بھی بیس ہزار سے زیادہ افراد نے شرکت کی تھی اور 72 ملکوں کے میڈیا نے اس کی کوریج کی تھی۔ اس موقع پر دعا کے بعد شہید عامر کے والد نے کہا تھا کہ سیاسی جماعتیں میرے بیٹے کی شہادت کو ایشو نہ بنائیں۔

عامر شہید کو بلاشبہ غازی علم دین شہید کا جانشین قرار دیا گیا اور نمازِ جنازہ کے دوران بھی جگہ جگہ یہ بینر لگے ہوئے تھے

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

(روزنامہ ''نوائے وقت'' 21 مئی 2006ء)

شہید ناموس رسالت کا فقید المثال جنازہ......
حکومت کا ناپسندیدہ طرز عمل

”شہید ناموس رسالت عامر چیمہ کو فقید المثال نماز جنازہ کے بعد ان کے آبائی گاؤں ساروکی میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ نمازِ جنازہ میں ایک محتاط اندازے کے مطابق 70 ہزار سے زائد افراد نے شرکت کی۔ شہید عامر چیمہ کی میت کو ”خصوصی اہتمام“ کے ساتھ لاہور لایا گیا۔ جہاں سے سرکاری ہیلی کاپٹر پر میت گوجرانوالہ کینٹ لے جائی گئی۔ جہاں سے ساروکی پہنچا دی گئی۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ میت کے استقبال کی خاطر ساروکی گاؤں میں جمع تھے۔ شدید گرمی کے باوجود ہزاروں افراد ابھی آ رہے تھے۔ شہید کے والد پروفیسر نذیر چیمہ نے اپنے لخت جگر کی نماز جنازہ پڑھائی، اس دوران لوگوں کی مزید بہت بڑی تعداد کے آ جانے کے سبب دوبارہ نماز جنازہ پڑھائی گئی۔

جماعۃ الدعوۃ کے راہنما مولانا امیر حمزہ اور جماعت اسلامی کے قائم مقام امیر سیّد منور حسن نے جنازہ میں شرکت کی۔ شدید گرمی اور حبس کے باعث نمازِ جنازہ میں شریک کئی افراد بے ہوش ہوگئے، جنہیں ایمبولینسوں کے ذریعے گوجرانوالہ منتقل کر دیا گیا۔ نمازِ جنازہ کے موقع پر وقفے وقفے شہادت مبارک کے نعرے بھی بلند ہوتے رہے۔ اس موقع پر ساروکی گاؤں کو رنگ برنگی جھنڈیوں سے سجایا گیا تھا۔ گاؤں والوں نے جگہ جگہ پانی کی سبیلیں لگا رکھی تھیں۔ پورا گاؤں میزبان تھا، جہاں سڑکوں پر ہزاروں افرادا کا سمانا ناممکن ہوا جا رہا تھا۔

جماعت اسلامی کے قائم مقام امیر سیّد منور حسن نے جنازہ کے بعد اعلان کیا کہ ملک بھر میں تحصیل وضلع کی سطح پر عامر شہید کے لیے غائبانہ نماز جنازہ ادا کی جائے گی، جس کا

شیڈول بعد میں جاری کیا جائے گا۔

عامر چیمہ شہید کو تقریباً 10 روز قبل جرمنی کی ایک جیل میں تشدد کر کے شہید کر دیا گیا تھا۔ وہ توہین آمیز خاکے شائع کرنے والے اخبار کے چیف ایڈیٹر پر حملہ کے الزام میں گرفتار تھے۔ جرمن حکام نے عامر چیمہ کی موت کو خودکشی قرار دیا تھا، جسے دنیا بھر میں کسی نے تسلیم نہیں کیا۔ جرمنی میں پاکستان کے سفیر نے بھی شکوک وشبہات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ موت کی وجہ واضح نہیں، تاہم ایف آئی اے کی دو رکنی تحقیقاتی ٹیم کی رپورٹ کا انتظار ہے، جس کی موجودگی میں لاش کا پوسٹمارٹم کیا گیا ہے۔

شہید عامر چیمہ کے والد اور پوری امت نے خودکشی کا دعویٰ مسترد کرتے ہوئے اسے قتل عمد قرار دیا ہے۔ پاکستان کے طول وعرض میں مسلمانوں نے دن رات شہید کے لئے دعائیں کیں اور فاتحہ خوانی کی۔ 10 روز سے جہاں شہید کے اہلخانہ میت کے منتظر تھے وہیں پوری قوم بھی چشم براہ تھی کہ وہ شہید کی میت کو فقید المثال استقبال کر کے عشق رسول ﷺ کا ثبوت دے سکے۔ شہید کے ورثاء نماز جنازہ راولپنڈی میں اور بعد ازاں تدفین ساروکی میں چاہتے تھے۔ پوری قوم میں اس حوالے سے جوش وجذبہ پایا جاتا تھا۔ مگر بدقسمتی سے حکومت پاکستان جو ایک میت سے خوفزدہ تھی پہلے تو اس نے میت وطن واپس لانے میں تاخیر کا مظاہرہ کیا۔ بعد ازاں جنازہ راولپنڈی میں پڑھانے کی اجازت دینے سے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ شرمناک رویہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے شہید کے ورثاء سے بدتہذیبی کی۔ شائع ہونے والی تفصیلات کے مطابق شہید کی بہن نے ایک نمائندہ کو فون پر بتایا کہ ”ان کے والد کو ڈی ایس پی نے گھر سے باہر حراست میں لے رکھا ہے اور اہل خانہ کو زبردستی پولیس گاڑیوں میں سوار کروانا چاہتی ہے تاکہ انہیں ساروکی منتقل کیا جا سکے۔“ ایک اور رپورٹ کیمطابق شہید کی بہن نے بتایا کہ پولیس افسر سعود عزیز نے انہیں دھمکی دی ہے کہ اگر حکومت کی بات نہ مانی گئی تو وہ بھائی کا آخری دیدار بھی نہیں کر سکیں گی۔“

ان تفصیلات سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ حکومت ایک عاشق روسول کی میت سے کس قدر خوفزدہ تھی اور اسے توہین رسالت کے مجرم ممالک کی خوشنودی کس قدر عزیز تھی۔

حکومت پاکستانکا ناروا اور ناپسندیدہ رویہ اس کے بعد بھی جاری رہا جب میت صبح 10 بجے ساروکی پہنچ گئی تو ملک بھر کے ٹی وی چینلز پر سرکاری ذرائع سے خبر چلوائی گئی کہ نماز جنازہ 4

بجے شام ہوگا۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد 4 بجے کے پیش نظر تاخیر سے پہنچی اور نماز جنازہ سے محروم رہ گئی۔ اطلاعات کے مطابق تدفین کے بعد بھی ہزاروں کی تعداد میں لوگ شہید کے گاؤں کی طرف رواں دواں تھے۔

عامر چیمہ شہید کی میت اپنی آخری آرام گاہ تک پہنچائی جا چکی ہے۔ پوری قوم کی دعائیں اور محبتیں عامر چیمہ کے ساتھ ہیں اور ان کے اہل خانہ کی ڈھارس بندھا رہی ہیں۔ عامر چیمہ کو اب کبھی بھی قوم کے دل سے نکال نہیں جاسکتا، وہ ہمیشہ قوم کی دعاؤں میں زندہ رہے گا لیکن حکومت نے جو رویہ رکھا یہ رویہ نا صرف شہید کے خاندان بلکہ قوم کو بھی یاد رہے گا اور حکومت کے لیے ناپسندیدگی کی وجہ بنا رہے گا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام آباد کے ایوان اقتدار میں جلوہ افروز شخصیات کو خطرہ کیا تھا؟ انہوں نے یہ حرکت کیوں کی؟ جبکہ شہید یا شہید کے والد عام شہری تھے اور ان کا کسی سیاسی جماعت یا سیاسی عزائم سے کوئی ساط نہیں تھا، جو خطرہ ہوتا کہ جنازہ کے شرکاء اقتدار پر قبضہ کرلیں گے جبکہ شہید کے والد پوری صراحت کے ساتھ ایک روز قبل قوم سے یہ اپیل کر چکے تھے کہ سیاسی عناصر ان کے حال پر رحم کریں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ سیاسی عزائم رکھتے تھے نہ ان سے کوئی سیاسی خدشہ تھا۔ پھر صرف حکومت کو مسئلہ کیوں بنا؟

اس کی دو وجہات سامنے آتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ حکمران اپنے معاملات اور عوام میں عدم مقبولیت کے سبب اس قدر خوف کا شکار ہیں کہ دہی کی میت بھی ان کے لیے قابل برداشت نہیں تھی جسے ان کے اتحادی جرمن نے اپنے خبث باطن کا نشانہ بنایا۔ اس لیے انہوں نے اقتدار کے ایوانوں کو جنازہ کی بھیڑ بھاڑ سے بچانے اور اپنے امن وسکون کو برقرار رکھنے کے لیے فیصلہ کیا کہ جنازہ کو دارالحکومت سے دور رکھا جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ نماز جنازہ حکومت کے خلاف مظاہرہ میں بدل جائے لیکن دوسری وجہ اس فیصلہ پر غالب نظر آتی ہے۔ کیونکہ عامر چیمہ جرمنی جیسے مغربی ملک کی پولیس کا نشانہ بنا، اس لیے مغربی ممالک اور پوری دنیا کو پتہ چلتا کہ پاکستانی قوم ایک عاشق رسول کو کیا اہمیت دیتی ہے۔ اس سے عین ممکن ہے کہ حکومت کی روشن خیالی کو دھچکا لگتا امریکی ناراض ہو جاتے۔ اس لیے ارباب اختیار نے اپنی تمام تر کوشش کی کہ نماز جنازہ پر بڑا اجتماع ممکن نہ ہو سکے۔ اس کے لیے عین آخری موقع پر جنازہ کا شیڈول بدلا گیا۔ شہید کے والد سے توہین آمیز رویہ روا رکھا گیا شہید کی بہنو کو

زبردستی گاڑی میں ٹھونسا گیا اور پھر ٹی وی چینلز پر غلط وقت نشر کیا گیا لیکن ان تمام ہتھکنڈوں اور حربوں کے باوجود ہزاروں افراد تاریخ کے اس عظیم سپوت کو الوداع کہنے کے لیے جمع ہو گئے۔ یقینی سی بات ہے کہ یہ لوگ گردونوح سے تعلق رکھتے تھے جو صبح صبح اخبار میں خبر دیکھ کر ایک آدھ گھنٹے میں وہاں پہنچ سکے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر مناسب پروگرام کے تحت نماز جنازہ ہوتی تو کتنا بڑا اجتماع ہوتا اور یہ اجتماع کسی سیاسی غرض یا مقصد کے تحت نہیں صرف عشق رسول ﷺ کی بنیاد پت تھا۔ جس میں تمام مکاتب فکر کے لوگ شریک ہوتے اور فرقہ وارانہ رواداری کا عظیم الشان مظاہرہ دیکھنے میں آیا۔

حقیقت یہ ہے کہ حکمران اپنی تمام تر جدوجہد کے بعد بری طرح سے ناکام ہوئے ہیں اور عشق رسول ﷺ کامیاب ٹھہرا۔ شہید عامر چیمہ کے ساتھ ساتھ وہ ہزاروں شرکاء جنازہ بھی قابل تعریف ہیں جو محض عشق رسول ﷺ کی بنیاد پر وہاں جمع ہوئے اور انہوں نے 14 کروڑوں عوام کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا سوا ارب مسلمانوں کی طرف سے فرض کفایہ ادا کرنے والے عامر چیمہ کا یہ حق بھی تھا کہ قوم اسے سلام پیش کرتی۔ مگر افسوس یہ کہ حکومت نے بلاوجہ بدنامی کا ٹیکہ لگوالیا۔

(روزنامہ ''انصاف'' 15 مئی 2006ء)

دیکھو تو کون آیا......؟

عرفان صدیقی

اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ اس کا تابوت کس ہوائی اڈے پر اترا؟ اس کی میت کو کس نے کندھا دیا؟ اس کی قبر کہاں کھدی؟ اس کی نماز جنازہ کہاں پڑھی گئی؟ اس کی تجہیز وتکفین میں کن عالی مرتبت ہستیوں نے شرکت کی؟ یہ سب کچھ ہم دنیاداروں کے لئے ہے وہ جو پیچھے رہ گئے وہ جنہیں دل بہلاؤں کی حاجت رہتی ہے عامر تو نورانی پروں والے فرشتوں کے جلو میں ہفت افلاک سے بہت آگے نکل گیا اسے ان باتوں سے کیا غرض؟

لیکن جو کچھ ہوا وہ نہیں ہونا چاہئے تھا شہید کے والدین اور اس کی بہنوں کو اتنا حق ضرور ملنا چاہئے تھا کہ وہ اپنے بیٹے کی میت اپنی مرضی کے شہر میں وصول کرسکیں اپنی خواہش کے مطابق اس کی نماز جنازہ ادا کرسکیں اپنی آرزو کے مطابق اس کی تدفین کرسکیں انہیں پکڑ جکڑ کر مجبور نہیں کردینا چاہئے تھا کہ وہ حکومتی مصلحتوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیں۔ دو دن قبل اطلاعات ونشریات کے وزیر مملکت جناب طارق عظیم عامر شہید کے گھر تشریف لے گئے انہوں نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے دوٹوک اعلان کیا کہ عامر کی تجہیز وتکفین اس کے والدین کی مرضی ومنشا کے مطابق ہوگی ان کا یہ اعلان جلی سرخیوں کے ساتھ پاکستان بھر کے اخبارات کی زینت بنا لیکن جمعہ کی شام مقامی انتظامیہ اور پولیس نے پروفیسر نذیر چیمہ کے گھر کے آس پاس ڈیرے ڈال دیئے دل گرفتہ اور نڈھال باپ کے اعصاب پر ضربیں لگائیں جانے لگیں خوفناک مناظر کی تصویر کشی ہونے لگی یہاں توڑ پھوڑ ہوگیا تو کون ذمہ دار ہوگا؟ بم دھماکہ ہوگیا تو بے گناہوں کا لہو کس کی گردن پر ہوگا۔ پروفیسر چیمہ کے پاس کسی سوال کا

جواب نہ تھا اس میں کسی سے جرح کرنے، بحث میں الجھنے کا یارا نہ تھا گھر کی خواتین کو خبر ہوئی تو ایک کہرام مچ گیا عامر کی زندگی کے کتنے ہی شب وروز راولپنڈی میں گزرے وہ یہیں پلا بڑھا یہیں جوان ہوا یہیں تعلیم حاصل کی یہاں کی ہواؤں میں سانس لیتا رہا، یہاں کی گلیوں میں چلتا اور یہاں کی محفلوں میں لو دیتا رہا وہ آخری بار بستی سے زندگی کے آخری سفر کو نکلا اور امر ہوگیا۔ اس کی حرماں نصیب بستی کی گلیوں، گھروں، دیواروں اور چھتوں کو عامر کے تابوت کی آخری دیدار سے محروم کردینا دل چھلنی کردینے والی حرکت تھی اس حرکت کا کوئی جواز نہ تھا گزشتہ ایک ہفتے سے عامر کا گھر اور گردوپیش کی گلیاں دور ونزدیک سے آئے لوگوں سے بھری رہتی تھیں امن وامان کا کوئی مسئلہ پیدا نہ ہوا حکومت کے خلاف کوئی نعرہ نہ لگا۔ شیخ رشید احمد، طارق عظیم، مولانا فضل الرحمان اور قاضی حسین کو یکساں فراخ قلبی سے خوش آمدید کہا گیا گہرے اضطراب اور شدید غم کے باوجود عامر کے اہل خانہ نے حکومت کی کوتاہیوں کو ہدف تنقید نہ بنایا میت راولپنڈی آجاتی اور لاکھوں لوگ بھی اس کے نماز جنازہ میں شریک ہوجاتے تو بھی کوئی افتاد نہ ٹوٹتی راولپنڈی کے درودیوار یہاں کی خاک اور یہاں کی لوگوں سے ان کا حق چھین لیا گیا۔ یہ ہر اعتبار سے ایک ناروا، ایک دلآزار اور ایک ناپسندیدہ اقدام تھا وہ جو شہید کی میت اور اس کے چاہنے والوں کی خواہشات کے درمیان دیوار بنے جب ان کی وردیاں اتر جائیں گی جب ان کے کروفر کا سورج غروب ہوجائے گا اور جب انہیں اپنی قبریں قریب آتی دکھائی دینے لگیں گی تو ۱۳ مئی ۲۰۰۶ء کے دن کا دہکتا سورج ہر آن ان کے سروں پر آگ برساتا رہے گا۔

عامر عبدالرحمان شہید اسلامی جمہوریہ پاکستان نامی ریاست کے اس سلوک کا مستحق نہ تھا اگر وابستگان دربار میں اس کے تابوت کو کندھا دینے کا حوصلہ نہ تھا اگر ان کی روشن خیالی انہیں اس کے جنازے میں شرکت کی اجازت دینے سے گریزاں تھی اگر وہ اس کی قبر پر پھول چڑھانے کو اعتدال پسندی کے تقاضوں کے منافی خیال کرتے تھے اگر شہنشاہ عالم پناہ کے خوف سے اس شہید کے لئے تعزیتی پیغام جاری کرنا ان کے لئے ممکن نہ تھا تو بھی وہ اس کی میت کی آمد اور تجہیز وتکفین کے معاملات کلی طور پر شہید کے والدین اور راولپنڈی کے عوام پر چھوڑ سکتے تھے۔ انہیں مطلوبہ ضمانتیں بھی فراہم کی جاسکتی تھیں۔ شہید کی میت کے تقدس کا پاس ہر ایک کو تھا اور کوئی نہ تھا جو اس موقع کو حکومت کے خلاف غم وغصہ کے لئے استعمال کرتا۔ البتہ

اب پاکستان کے طول وعرض سے کسی کے ہاتھ ارباب اختیار کو دعاؤں کے لئے نہیں اٹھیں گے اور بہت سی پھیلی جھولیاں ان نوکر پیشہ لوگوں کے لئے نہ جانے کیا کیا کچھ مانگ رہی ہوں گی۔

جمعہ کی صبح میں لاہور جانے کے لئے اسلام آباد ائیر پورٹ کے لاؤنج میں بیٹھا تھا کہ میرا فون بجا۔اس کی آواز رندھی ہوئی تھی اوراس کے منہ سے نکلنے والا ہر لفظ کرب میں ڈوبا ہوا تھا۔وہ بولی: ”میں عامر چیمہؒ کی بہن بول رہی ہوں ۔دیکھئے ہمارے گھر پولیس آ بیٹھی ہے۔ ہمارے والد صاحب کو پریشان کیا جارہا ہے ہمیں ڈرایا دھمکایا جارہا ہے۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارے بھائی کی میت یہاں نہ آنے پائے ۔دیکھیں ہم پچھلے دس دنوں سے اس کی راہ دیکھ رہے ہیں ۔ہم اسے پنڈی کے قبرستان میں دفنانا چاہتے ہیں۔ان لوگوں کو خدا کا ڈر نہیں ہے۔“ میں جو کچھ کرسکتا تھا کیا۔لاہور پہنچ کر بھی رابطے میں رہا لیکن کوئی بڑا لیڈر عامر کے والدین کی مدد کو نہ پہنچا۔نہ کوئی رکن قومی اسمبلی ،نہ وارثان محراب ومنبر، نہ صاحب جبہ ودستار اور پھر شام گہری ہوتے ہی حرماں نصیب خاندان نے ریاستی رعونت کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔

ماں چیختی رہ گئی ،بہنیں بلکتی رہ گئیں ،باپ منت سماجت کرتا رہ گیا لیکن ریاست کو خطرہ تھا۔سواس کی میت لاہور پہنچادی گئی ۔ائیر پورٹ جانے والے راستوں کی کڑی نگرانی کی گئی ۔میت کو ہیلی کاپٹر میں ڈال کر شہید کے آبائی گاؤں ساروکی پہنچادیا گیا۔نماز جنازہ کے وقت کے بارے میں سخت کنفیوژن پھیلادیا گیا ۔اخبارات ،ٹی وی چینلز ، اشتہارات ،ذاتی رابطے سب الگ الگ کہانی سنارہے تھے ۔والدین نے آخری خواہش کے طور پر چاہا کہ نماز جنازہ چار بجے شام ادا کی جائے لیکن اہل سرکار کو یہ بھی قبول نہیں تھا۔بھری دوپہر کے وقت اس کی نماز جنازہ پڑھادی گئی لیکن اس وقت اور اس حال میں بھی انسانوں کے ایک سمندر نے اسے الوداع کہا۔سمندر کی لہریں ساروکی جانے والے راستوں پر رات گئے تک متلاطم دریاؤں کا منظر پیش کرتی رہیں۔

غازی علم الدین شہید کو جب 31 نومبر 1929ء کو پھانسی دی گئی تو انگریز سامراج کے کارندوں نے بھی یہی طرز عمل اختیار کیا تھا۔ انہیں بھی ڈر تھا کہ شہید کے ورثا اورعوام کی مرضی کے مطابق تجہیز وتکفین ہوئی تو قیامت آجائے گی۔عوام تڑپتے رہ گئے اور شہید کو میانوالی

جیل کے احاطے میں قبر کھود کر دفن کردیا گیا ۔اس پر عوام سراپا احتجاج ہو گئے اور ملک بھر میں مظاہرے پھوٹ پڑے۔تب علامہ اقبال کی سربراہی میں ان اکابرین کا ایک وفد گورنر سے ملا۔ تیرہویں دن میت کو میانوالی جیل کے احاطے سے نکال کر لاہور لایا گیا جہاں ان کی تدفین ہوئی۔لیکن آج تو کوئی علامہ اقبال بھی نہیں ۔ہوتا بھی تو وہ بھی آج کے سامراج کو کیسے سمجھاتا؟

عامر شہید کے نیک دل اور پاکباز استاد کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا اور وہ تھم تھم کر رک رک کر پروفیسر نذیر چیمہ کو اپنا خواب سنارہے تھے ۔” میں نے خواب میں ایک بڑا ہی مقدس اور پاکیزہ اجتماع دیکھا ۔ہر سو نور کے فوارے پھوٹ رہے تھے ۔ پتہ چلا کہ صحابہ کرام تشریف فرما ہیں۔ کسی نے کہا کہ حضور ﷺ بھی قریب ہی ہیں۔لیکن آپ ﷺ کا رخ انور نہیں دکھائی دے رہا تھا ۔پھر حضور ﷺ کی مشکبو آواز سنائی دی ”عامر آرہا ہے“ صحابہ کبار کھڑے ہوگئے اور ایک خاص سمت دیکھنے لگے ۔پھر رحمت دوعالم ﷺ نے بلند آواز سے پکارا ”حسن حسین دیکھو کون آیا ہے میں اسے تمہارے پاس بھیج رہا ہوں اس کا خیال رکھنا۔“

تم اس کا تابوت ساروکی لے جاؤ یا اس سے بھی دور کی کسی بستی پہنچادو ۔اس کے جسد خاکی کو کسی شاداب زمین کے حوالے کردو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ۔اسے تو سرکار دوجہاں ﷺ نے جوانان جنت کے سرداروں کے حوالے کردیا ہے ۔لیکن تمہارا نام ان میں لکھ دیا گیا ہے جو خسارے میں رہتے ہیں اور میرا دل تو اس خسارے کا تصور کرتے ہوئے بھی لرز جاتا ہے۔

غازی عامر چیمہ شہید کا سوانحی خاکہ

ملک جاوید اقبال کھارا

ہلال نو زمانے کی گردش کو برداشت کر کے بدرِ کامل بنتا ہے۔ کلی کو گل شگفتہ بننے کے لیے خاص ماحول اور عرصہ درکار ہوتا ہے۔ رجال کار کو کسی منزل پر پہنچنے کے لیے زندگی کے نشیب و فراز سے گزرنا پڑتا ہے، اسی نشیب و فراز کا نام کسی شخصیت کا سوانحی خاکہ کہلاتا ہے۔

نام: عامر عبدالرحمٰن چیمہ

والد کا نام: پروفیسر نذیر احمد چیمہ

والدہ کا نام: ثریا بیگم

تین بہنیں: صائمہ، کشور، سائلہ جبکہ عامر ان کا اکلوتا بھائی تھا۔

مذہب: حنفی المذہب اور اہلسنّت سے ان کا تعلق تھا۔ جس کی ترجمانی امام احمد رضا خان بریلوی نے کی ہے۔

تاریخ پیدائش: ذوالحجہ 1397 بمطابق 4 دسمبر 1977ء

مقام ولادت: حافظ آباد (اس وقت ضلع گوجرانوالہ کی تحصیل تھی)

ابتدائی تعلیم: ڈھوک کشمیریاں، راولپنڈی

میٹرک: 1993ء گورنمنٹ کیمبری ہنو سکول

حاصل کردہ نمبر: 689

ایف ایس سی: ایف جی سرسید کالج مال روڈ راولپنڈی

حاصل کردہ نمبر: 816

بی بی ایس ڈگری: نیشنل کالج فار ٹیکسٹائل فیصل آباد 2000ء

جرمن روانگی: 26 نومبر 2004ء

شعبہ جس میں زیر تعلیم تھے: ٹیکسٹائل مینجمنٹ

ملازمت: ماسٹر ٹیکسٹائل مل لاہور، الکرم ٹیکسٹائل مل کراچی، 1 سال تقریباً

بحیثیت لیکچرار: یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی

شہادت: 16 ربیع الاول 3 مئی 2006ء

مقام شہادت: برلن جیل جرمنی

اخبار کا نام: ڈائی ویلٹ جو کہ ایکسپل پبلشنگ کمپنی کی عمارت میں واقع ہے۔

جرمنی کے شہر کا نام جہاں زیر تعلیم رہے: جونش گلاڈیاغ

یونیورسٹی کا نام: اونشوے فیڈرپا

تین سمسٹر مکمل اور آخری جولائی میں ہونا تھا

نماز جنازہ: نماز جنازہ کرنل سرفراز احمد سیفی نے پڑھائی

مقامِ تدفین: ساروکی (وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ)

(رسول نگر جانے والی سڑک پر 14 کلومیٹر کے فاصلے پر)

ساروکی: محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب فیصل آباد آنے سے قبل جامع مسجد بلھے ساروکی میں امامت و خطابت فرماتے رہے۔

استادگرامی جن کو خواب میں بشارت ملی

محمد یحییٰ علوی سابقہ استاد گورنمنٹ جامعہ فار بوائز راولپنڈی

والد صاحب کا پیشہ: تدریس

مقام سروس: حشمت علی کالج راولپنڈی

تعدادِ شرکاء جنازہ: بی بی سی کے مطابق 2 لاکھ/ روزنامہ پاکستان کے مطابق 5 لاکھ

تعمیر مزار: مجاہد اہلسنّت پیر محمد افضل قادری نے مزار کا سنگ بنیاد رکھا

چچا کا نام: منظور احمد چیمہ

جیل کا نام: موآبٹ (بدنام زمانہ جیل)

وطن عزیز آمد: میت لاہور ایئرپورٹ لائی گئی وہاں سے سرکاری ہیلی کاپٹر میں راہوالی کینٹ پہنچی۔ وہاں سے ساروکی روانہ کی گئی۔

پسندیدہ مشغلہ: مذہبی وتاریخی کتب کا مطالعہ

کوریج: غازی عبدالرحمٰن شہید کے جنازے کی 72 ممالک کے میڈیا نے کوریج دی۔

شہید کی آخری وصیت: شہید عامر چیمہ کی آخری وصیت یہ تھی کہ مجھے جنت البقیع میں یا اولیائے کرام کے مزارات کے احاطہ میں دفن کیا جائے۔

عامر شہید کا سفر آخرت:

شکوک وشبہات کا ازالہ کیا جائے

جرمن پولیس کی حراست میں شہید ہونے والے عامر چیمہ کی پوسٹ مارٹم رپورٹ ان کی تدفین کے بعد جاری کرنے کا اعلان کیا گیا تھا' رپورٹ کوفوری طور پر جاری نہ کرنے میں کیا مصلحت تھی؟ اس پر غور کیا جائے تو طرح طرح کے وسوسے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔ شہید کے جسد خاکی کو جس عجلت سے بذریعہ ہیلی کاپٹر لاہور سے گوجرانوالہ اور پھر ایک ایمبولینس کے ذریعے ان کے آبائی گاؤں ساروکی پہنچایا گیا' اس پر بھی طرح طرح کے شکوک وشبہات کا پیدا ہونا فطری امر ہے۔ بات صرف یہ نہیں ہے کہ حکومت کو لا اینڈ آرڈر کے بگاڑ کا خدشہ تھا۔ اخباری اطلاعات کے مطابق راولپنڈی پولیس کے اعلیٰ افسران نے دو گھنٹے تک شہید کے ورثا پر دباؤ ڈالا کہ اس کی تدفین راولپنڈی میں نہ کی جائے۔ شہید کی بہنوں نے الزام لگایا ہے کہ ساروکی میں تدفین کے لئے ان پر سخت دباؤ ڈالا گیا' خود شہید کے والد نے گزشتہ روز اخبار نویسوں کے سامنے کہا کہ انہیں سخت اور ناقابل بیان دباؤ کا سامنا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہی پولیس صدر سے لے کر وزیراعظم تک اور گورنروں سے لے کر وزرائے اعلیٰ تک کے جلسے جلوسوں میں امن وامان کو یقینی نہیں بناتی۔ شہید کا جنازہ راولپنڈی میں ہوتا تو لازمی طور پر لوگوں نے بہت بڑی تعداد میں شرکت کرنا تھی لیکن کیا بڑے جنازے صرف اس لئے نہ کئے جائیں کہ پولیس کو امن وامان کی ڈیوٹی نہ دینا پڑے۔ پولیس کا فرض صرف حکومتی زعما کو سلامتی فراہم کرنا نہیں بلکہ عام شہری کی حفاظت کے اقدامات کرنا بھی اس کی

آئینی اور بنیادی ذمہ داری ہے۔ اس لحاظ سے راولپنڈی میں جنازے کو روک کر پولیس نے اپنی بنیادی اور آئینی ذمہ داری سے گریز کی راہ اختیار کی ہے۔

ساروکی میں تدفین کے لئے بھی پولیس نے دباؤ ڈالا کہ فوری طور پر جنازہ پڑھایا جائے۔ آخر دوپہر کی کڑی دھوپ میں جنازہ پڑھنے پر اصرار کیوں کیا گیا' اور اس کے لئے گرمی کی شدت میں کمی کا انتظار کیوں نہ کیا گیا؟ یہ خبریں بھی شائع ہوئی ہیں کہ ایک طرح سے جسد خاکی کو حفاظتی تحویل میں لے لیا گیا تھا۔ ان تمام اقدامات سے عام آدمی کو شک گزرتا ہے کہ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ اس شک کو دور کرنے کے لئے ضروری ہے کہ شہید کا پوسٹ مارٹم دوبارہ کیا جائے اور پاکستانی ڈاکٹر اس فریضے کو انجام دیں جو اللہ کو حاضر ناظر جان کر اور پیشہ وارانہ دیانت داری کو ملحوظ رکھتے ہوئے پوسٹ مارٹم کر سکیں اور بلا کسی رکاوٹ کے اپنی رپورٹ جاری کریں۔ اس رپورٹ کی روشنی میں جرمن حکومت کے خلاف قانونی چارہ جوئی کے بارے میں قدم اٹھایا جا سکتا ہے۔ پاکستان کے ایک نوجوان طالب علم کی جرمن پولیس کی حراست میں شہادت کوئی معمولی بات نہیں کہ اس پر صبر وشکر کا گھونٹ پی کر بیٹھ جائیں۔

(روزنامہ "پاکستان" 15 مئی 2006ء اداریہ)

عامر شہید کا جسد خاکی اور حکومتی بوکھلاہٹ

ملک محمد اعظم

بالآخر وہی ہوا' جس کا خدشہ ظاہر کیا جا رہا تھا۔ عامر عبدالرحمن چیمہ شہید کے جسد خاکی کو اسلام آباد ایئر پورٹ پر لانے اور راولپنڈی میں نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد ان کے آبائی گاؤں "سہاروکی" نزد حافظ آباد لے کر جانے کی بجائے امریکہ اور یورپ سے خوفزدہ حکمرانوں نے آخری وقت میں عامر شہید کے جسد خاکی کو لاہور میں اتارنے اور پھر ہیلی کاپٹر کے ذریعے وزیر آباد کے قریب ان کے آبائی گاؤں میں لے جانے کا پروگرام طے کر لیا۔ اس خبر نے عوام کو حیران کر دیا۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ عوام نے حکومت کے اس اقدام کو اچھا نہیں جانا اور ہر فرد کی زبان پر افسوس اور مذمت کے الفاظ تھے۔ ہر مکتبہ فکر کے عوام نے اس حوالے سے حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔

عامر چیمہ کی جرمنی میں جیل کے اندر شہادت کی خبر جس دن اخبارات میں چھپی' اس سے اگلے دن راقم الحروف جماعت اسلامی کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری جنرل ڈاکٹر محمد کمال اور دیگر قائدین کے ہمراہ ڈھوک کشمیریاں میں پروفیسر نذیر احمد چیمہ کی رہائش گاہ پر گیا۔ عامر چیمہ شہید کے والد محترم پروفیسر نذیر احمد چیمہ کی گفتگو سنی' وہ ایک پڑھے لکھے' سنجیدہ اور جہاندیدہ شخصیت کے مالک ہیں۔ بلاشبہ وہ عزم و ہمت کا ایک کوہ گراں اور صبر وشکر کا مجسمہ ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ بچپن میں عامر کا زیادہ وقت گھر میں اپنی بہنوں کے ساتھ گزرتا تھا۔ وہ بچپن سے ہی دینی رجحانات کا مالک تھا۔ تعلیم کے دوران وہ طلبہ سیاست سے بھی دور ہی رہا۔ 4 دسمبر 1977ء کو عامر نے وزیر آباد کے قریب ایک گاؤں میں آنکھ کھولی' ابتدائی تعلیم

راولپنڈی میں حاصل کی۔ گورنمنٹ جامعہ ہائی سکول راولپنڈی سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ فیڈرل گورنمنٹ سرسید کالج مال روڈ راولپنڈی سے 1994ء میں پری انجینئرنگ میں ایف ایس سی کے امتحان میں 80 فیصد نمبر حاصل کر کے کامیابی حاصل کی۔ بعدازاں عامر نے نیشنل کالج آف ٹیکسٹائل انجینئرنگ فیصل آباد سے بی ایس سی کی ڈگری حاصل کر کے نومبر 2004ء میں ماسٹر کرنے کیلئے جرمنی چلا گیا۔ عامر نے وہاں تین سمسٹر مکمل کر لئے۔ تھے۔ فروری کے دوسرے ہفتے میں یونیورسٹی میں ایک ماہ کی چھٹیاں ہوگئیں۔ عامر چھٹیاں گزارنے اپنی ماموں زاد بہن کے ہاں برلن چلا گیا۔ مارچ کے دوسرے ہفتے میں یونیورسٹی میں چھٹیاں ختم ہوگئیں، مگر عامر واپس نہیں آیا۔ اس دوران عامر نے 8 مارچ کو آخری مرتبہ اپنے گھر فون کیا تھا۔ 8 اپریل کو برلن میں مقیم عزیزوں نے عامر کے گھر فون کر کے یہ اطلاع دی کہ عامر 20 مارچ کو گرفتار ہو گیا تھا اور وہ ان دنوں برلن پولیس کے زیر تفتیش ہے۔ انہوں نے بتایا کہ عامر پر الزام لگایا گیا ہے کہ اس نے رسول کریم ﷺ کے بارے میں گستاخانہ خاکے شائع کرنے والے اخبار کے ایڈیٹر پر قاتلانہ حملہ کیا ہے' اس دوران جرمنی کی پولیس نے برلن میں عامر چیمہ کی ماموں زاد بہن کے گھر پر بھی چھاپہ مارا اور عامر کے بارے میں باز پرس کرتی رہی۔ اس کے علاوہ یونیورسٹی میں عامر کے کمرے کی بھی تلاشی لی گئی۔ اس ضمن میں عدالت میں جو کاغذات پیش کئے گئے ان میں لکھا گیا ہے کہ ''عامر نذیر نے ایک روزنامے ''Die Welt'' کے دفتر میں داخل ہونے کی کوشش کی' سکیورٹی گارڈ نے اسے روکا تو اس نے شکاری چاقو نکال لیا اور بم چلانے کی دھمکی دی تاکہ وہ بیورو چیف کے دفتر میں داخل ہو سکے۔ بعد کی خبروں میں بتایا گیا کہ عامر نے توہین رسالت ﷺ کے مرتکب اخبار کے ایڈیٹر پر حملہ کیا' جس سے ایڈیٹر کو گہرے زخم آئے۔ اس دوران گارڈ نے عامر پر قابو پالیا۔''

پروفیسر نذیر چیمہ نے کہا کہ اب یہ کہا جا رہا ہے کہ عامر نے جیل میں خودکشی کر لی ہے۔ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ عامر اس قسم کا نہیں تھا' وہ بہت پختہ ارادے اور سچے عقیدے کا مالک تھا۔ اس نے جو بیان قلمبند کروایا تھا، اس میں اس نے شاتم رسولؐ پر قاتلانہ حملے کا اقرار کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ اس گستاخ کو ختم کرنے کی نیت سے آیا تھا۔ اس نے اپنے اس عزم کا اظہار بھی کیا کہ اگر مجھے پھر موقع ملا تو میں دوبارہ بھی رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والے ایڈیٹر کو قتل کرنے کی کوشش کروں گا۔ عامر نے اپنے اس فعل پر کوئی

ندامت ظاہر کی اور نہ ہی معذرت کی ہے۔ عامر شہید کے والد نذیر چیمہ نے کہا کہ ایک مہینے سے زیادہ اس کو جیل میں رکھا گیا' اس پر تشدد کیا گیا' اسے ٹارچر کیا گیا۔ یہ وجہ ہے کہ پولیس نے اسے عدالت میں پیش نہیں کیا اور اس کا چالان پیش کر کے اس کے خلاف باقاعدہ مقدمہ کی سماعت نہیں کی گئی۔ یہ صورتحال شکوک وشبہات میں اضافہ کرتی ہے۔ اس موقع پر ڈاکٹر محمد کمال نے کہا کہ حکومت جرمنی کے اس تاثر کو دور کرنے کیلئے کہ عامر نے خودکشی کی ہے' ہمیں حکومت پاکستان سے یہ مطالبہ کرنا چاہئے کہ وہ یہاں عامر کی لاش کا پوسٹمارٹم کروائے' تاکہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے۔ مگر پروفیسر نذیر چیمہ نے کہا کہ میں یہ نہیں چاہتا اور نہ ہی اس واقعہ کو سیاسی رنگ دینا چاہتا ہوں۔ میری ایک ہی خواہش ہے کہ میرے بیٹے کا جسد خاکی یہاں آجائے اور نماز جنازہ کے بعد اس کو دفنا دیا جائے۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر اس قسم کے مطالبات کئے گئے تو خدشہ ہے کہ جرمنی کی حکومت میت کو لانے ہی نہ دے یا پھر حکومت پاکستان یہاں راولپنڈی میں جسد خاکی کو لانے کی بجائے سیدھا گاؤں لے جائے اور وہیں جلدی میں نماز جنازہ اور تدفین کے عمل کو مکمل کروایا جائے۔''

دس دن تک عامر چیمہ شہید کے والد پروفیسر نذیر احمد چیمہ کے گھر عوام کا تانتا بندھا رہا۔ اپوزیشن کے رہنماؤں میں سے متحدہ مجلس عمل کے سربراہ اور امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد' اپوزیشن لیڈر اور ایم ایم اے کے مرکزی سیکرٹری جنرل مولانا فضل الرحمان سمیت پاکستان پیپلز پارٹی' مسلم لیگ (ن)' مختلف دینی وسیاسی اور سماجی تنظیموں بالخصوص راولپنڈی اور اسلام آباد کے سیاسی و سماجی اور مذہبی رہنماؤں کے علاوہ علماء کرام' وکلاء' تاجروں' مزدوروں' طلبہ اور ہر مکتبہ فکر کے عوام نے شہید کے گھر حاضری دی۔ پورے علاقے کو بینروں' کتبوں اور عامر شہید کی شہادت کے حوالے سے تحریروں سے بھر دیا گیا۔ پہلے دو تین روز کے بعد باہر سے ڈھوک کشمیریاں میں آنے والے کسی فرد کو پروفیسر نذیر چیمہ کے گھر کا پتہ پوچھنے کی زحمت گوارا نہیں کرنا پڑی

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

حکومت عامر چیمہ کی شہادت کے حوالے سے عوام میں پائے جانے والے جوش و خروش اور عقیدت کے اظہار سے خوفزدہ ہوگئی۔ پھر حکومتی کارندوں نے بھی شہید کے گھر آنا

شروع کر دیا۔ وزارت خارجہ والے شہید کے والد کو اپنی مخصوص بریفنگ دیتے رہے، تاہم اس دوران پروفیسر نذیر احمد چیمہ نے متحدہ مجلس عمل کے قائدین کو اپنی اس خواہش سے آگاہ کیا کہ عامر شہید کے جسد خاکی کے اسلام آباد ایئر پورٹ پر آنے، وہاں استقبال کرنے، گورنمنٹ حشمت اسلامیہ کالج کے گراؤنڈ میں نماز جنازہ کی ادائیگی اور گاؤں میت کے لے جانے کے انتظامات ایم ایم اے کرے۔ چنانچہ متحدہ مجلس عمل ضلع راولپنڈی نے عامر شہید کے والد کی طرف سے اس کی اجازت ملتے ہی اپنا اجلاس بلایا اور انتظامات اور تیاریوں کے حوالے سے تفصیلی لائحہ عمل طے کر لیا۔ اس دوران پاکستان مسلم لیگ (ن) اور پی پی پی کی مقامی قیادت سے بھی رابطے کر لئے گئے۔ کمیٹیاں تشکیل دیدی گئیں، علماء کرام، وکلاء، تاجروں، طلباء اور خواتین کے علاوہ عام شہریوں کی بڑے پیمانے پر شرکت کیلئے تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ ایم ایم اے کے مظاہرے ختم ہوئے تو اگلے دن پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا پر اس خبر کو کاؤنٹر کرنے کیلئے عامر شہید کی میت کو لاہور لانے اور پھر اسی دن گاؤں میں جنازے کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان کے ساتھ ہی راولپنڈی کی پولیس پروفیسر نذیر چیمہ کے گھر پہنچ گئی اور گھر والوں کو گاؤں جانے کیلئے کبھی نرمی اور کبھی سختی سے قائل کرتی رہی۔ گویا دوسرے لفظوں میں شہید عامر کے گھر والوں کو زبردستی ان کی مرضی کے خلاف گاؤں لے جایا گیا کیونکہ عامر شہید کے والد کی یہ خواہش تھی کہ شہید کی نماز جنازہ راولپنڈی میں ادا کی جائے۔ مگر

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

شہید ناموس رسالت کی تدفین، عوام و حکام کے لیے چند غور طلب پہلو

شہید ناموس رسالت عامر نذیر چیمہ کو ہفتے کی سہ پہر 3 بجے ان کے آبائی گاؤں ساروکی میں سپردِ خاک کر دیا گیا، شہید کا جسد خاکی صبح ساڑھے 9 بجے پی آئی اے کی پرواز کے 764 کے ذریعے جرمنی کے شہر برلن سے لاہور پہنچا جسے وزیر اعلیٰ پنجاب کے خصوصی ہیلی کاپٹر میں گوجرانوالہ اور وہاں سے ایمبولینس کے ذریعے ساروکی پہنچایا گیا۔ نماز جنازہ میں شرکت کے لیے ملک بھر کے مختلف شہروں سے بے شمار افراد ساروکی جمع ہو رہے تھے، مجمع کے بے قابو ہو جانے کے خدشے سے وقت مقررہ سے 3 گھنٹے قبل ہی نماز جنازہ پڑھا دی گئی جس کے باعث لاتعداد افراد نماز جنازہ میں شرکت سے محروم رہے۔ بعد میں پہنچنے والے لوگ شہید کے لواحقین کو مبارکباد دے کر رخصت ہوتے رہے۔ جنازے کے موقع پر رقت آمیز مناظر دیکھنے میں آئے اور عاشق رسول کی محبت وعقیدت میں عوام کے ناقابل فراموش ولولے کا اظہار ہوا۔

تحفظ ناموس رسالت کی خاطر عامر نذیر چیمہ کی شہادت اہل پاکستان کے لیے ایک ایسا اعزاز ہے جس پر جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے...... تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومت شہید کی نماز جنازہ اور تدفین کے حوالے سے کسی نہ کسی دباؤ یا مصلحت کا شکار ضرور رہی ہے ورنہ شہید کے والدین اور ورثاء کی خواہش کے مطابق نماز جنازہ اور تدفین کے لیے راولپنڈی ہی کا انتخاب ہونا چاہیے تھا جہاں شہید کا گھرانہ 30 برس سے آباد ہے۔ شہید کے والد پروفیسر نذیر چیمہ اور دیگر ورثاء کی گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں انہیں حکومت

کی جانب سے مجبور کیا گیا اور ملک کے ایک بڑے شہر کو چھوڑ کر دور دراز دیہات میں تدفین کو نہایت عجلت کے ساتھ اس طور پر ممکن بنایا گیا کہ کم سے کم افراد جنازے میں شریک ہوں، نیز نماز جنازہ میں شرکت کے لیے آنے والے درجنوں قافلوں کو روکا اور وزیر آباد کو عملاً سیل کر دیا گیا۔

بعض مبصرین کے مطابق حکومت کے اس اقدام کی وجہ یہ بتائی جا رہی ہے کہ وہ دارالحکومت سے متصل شہر میں ایک عظیم اور پرجوش مذہبی اجتماع کی شکل پیدا ہو جانے سے خوفزدہ تھی۔ اگر یہ بات درست ہے تو ہمارا خیال ہے کہ یہ ایک بے بنیاد خدشہ تھا جس کے باعث شہید کے ورثاء اور لاکھوں عوام کے جذبات کو مجروح کرنا حکومت کو کسی طرح زیب نہیں دیتا تھا۔ نماز جنازہ میں اعلیٰ سرکاری افسران کی عدم شرکت بھی یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے کہ حکومتی سطح پر قوم کے اس نامور سپوت کو کسی خاص اعزاز کے قابل سمجھا گیا نہ اس کے کارنامے کو کوئی بلند حیثیت دی گئی ہے۔ ممکن ہے کہ اعلیٰ ایوانوں کے مکین تحفظ ناموس رسالت کی خاطر عامر چیمہ شہید کے کارنامے کو اہل مغرب کی نظر میں ''دہشت گردی'' قرار پانے کے باعث کوئی مقام دینے کو تیار نہ ہوں مگر مسلمانان پاکستان نے اس شہید ناموس رسالت کو جو خراج تحسین پیش کیا ہے وہ اس حقیقت کو واشگاف کرنے کے لیے کافی ہے کہ پاکستان کے عوام کو لاکھ کوششوں کے باوجود اسلام سے برگشتہ نہیں کیا جاسکا، مغربی تہذیب و تمدن میں رنگ کر انہیں دین سے دور ہٹانے کی وہ تمام تر کوششیں جو سالہا سال سے جاری ہیں اب تک اپنے اہداف کی تکمیل نہیں کر سکیں۔ درحقیقت عشق رسالت کی ایک چنگاری شعلۂ جوالا بن کر کروڑوں مسلمانوں کو ایک لمحے میں وہ بھولا ہوا سبق یاد دلا دیتی ہے جسے پڑھ کر قرون اولیٰ کے عرب شہسواروں نے مشرق سے مغرب تک کے تاج داروں سے خراج وصول کیا تھا۔

اب جبکہ شہید عامر نذیر چیمہ کی تدفین ہو چکی ہے اور ساروکی میں اس پروانہ شمع رسالت کی مرقد عشاق نبوت کے لیے رہتی دنیا تک مینارۂ نور بن چکی ہے، پاکستان کے عوام و حکام دونوں کے لیے اس واقعے کے چند پہلو نہایت قابل توجہ ہیں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ جس مقصد کے لیے اس پاکستانی نوجوان نے اپنی جان قربان کی ہے کیا حکومت پاکستان اور عوام نے اس کی تکمیل کے لیے کوئی لائحہ عمل اپنایا ہے؟ یہ تو ظاہر ہے کہ

ناموس رسالت کے تحفظ کے ارفع و اعلیٰ مقصد میں کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا مگر اس کے لیے جن اقدامات کی توقع مسلم حکومتوں سے کی جا رہی تھی پاکستان نے ان میں کس حد تک پیش رفت کی ہے اور عوام نے عملی طور پر گستاخ عناصر سے اظہار نفرت کے لیے کون سے موثر اقدامات کیے ہیں؟ یہ ایسا سوال ہے جس کا جواب دیتے ہوئے ہمیں اپنے قدم وہیں گڑے نظر آتے ہیں جہاں ہم تین چار ماہ پہلے تھے۔ یہ مسئلہ اور یہ سوال اگرچہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے سامنے ایک چیلنج بن کر کھڑا ہے مگر اہل پاکستان کے لیے اب اس کی اہمیت اس لحاظ سے دوچند ہوگئی ہے کہ اس میں ان کا لہو شامل ہو چکا ہے اور کوئی غیرت مند قوم اپنے بیٹوں کے لہو کو رائیگاں نہیں جانے دیتی۔

دوسرا سوال جو خاص طور پر حکومت کے لیے توجہ طلب ہے یہ ہے کہ بیرون ملک ایک پاکستانی کے بہیمانہ قتل پر اس نے جرمن حکومت سے احتجاج میں اپنی ذمہ داریاں کس حد تک نبھائیں۔ اگر دیکھا جائے تو اب تک حکومت کا کردار اس حوالے سے نہایت مایوس کن رہا ہے۔ اگر اس واقعے کے فوراً بعد کم از کم جرمن سفیر کو اس وقت تک کے لیے ملک بدر کر دیا جاتا جب تک جرمن حکومت معذرت کرتے ہوئے اس سانحے کے مرتکب افراد کو کیفر کردار تک پہنچنے کا وعدہ نہ کر لیتی، تو اپنی عزت و وقار کا تحفظ کیا جاسکتا تھا، مگر اب یہ محسوس ہو رہا ہے کہ پاکستانیوں کی جان و مال بیرون ملک نہایت ارزاں ہے جس پر ہر کسی کو دست درازی کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ حکومت پاکستان جتنی جلد اس تاثر کو دور کرے اس کے لیے بہتر ہوگا۔

سب سے آخری اور اہم ترین بات یہ ہے کہ گستاخانہ خاکوں کی اشاعت اور عامر نذیر چیمہ کی شہادت کے سانحوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ امر بعید معلوم نہیں ہوتا کہ دنیائے اسلام اور صلیبی دنیا میں ایک نئی اور تیز تر جنگ شروع ہو جائے جس کے شعلے پہلے ہی افغانستان و عراق میں بھڑک رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورتحال عالمی امن کو تباہ و برباد کر دینے کا باعث ہوگی جس کی تمام تر ذمہ دار اس فضا کو ہوا دینے والے گستاخ مغربی میڈیا اور اس کی سرپرست حکومتوں پر ہوگی۔ اس خطرے کو سامنے رکھتے ہوئے مسلم ممالک کو ہر عالمی فورم پر توہین رسالت کو بین الاقوامی قوانین میں بدترین دہشت گردی قرار دینے کی تحریک پورے زور و شور سے چلانی چاہیے۔ حال میں ڈھاکہ میں ہونے والی سارک ممالک

کانفرنس میں جہاں دہشت گردی کے خلاف جنگ پر اتفاق کیا گیا، وہاں اس کانفرنس میں شریک دنیائے اسلام کے دو اہم ممالک پاکستان اور بنگلہ دیش اس موقع پر توہین رسالت کو دہشت گردی قرار دینے کے قانون کی منظوری کی قرارداد بھی پیش کر سکتے تھے مگر افسوس کہ اس بارے میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہ کیا گیا۔

اگر عالم اسلام کی قیادت کی غفلت کا یہی حال رہا تو نہیں کہا جاسکتا کہ باطل قوتیں اسلام کے ساتھ کیا کچھ نہ کر گزریں اور ایسے میں ایک عام مسلمان وہی کچھ کرنے پر مجبور ہوگا جو عامر چیمہ شہید نے کیا اور ماضی میں غازی علم الدین اور غازی عبدالقیوم جیسے مجاہد کر گزرے۔

(روزنامہ ''اسلام'' 15 مئی 2006ء)

جٹاں دا غیور پتر!

طیبہ ضیاء

صدر مشرف پر قاتلانہ حملے میں ملوث ملزمین پر جرم ثابت ہونے سے پہلے ہی انہیں پھانسی پر لٹکا دیا جاتا ہے۔ شوکت عزیز پر حملہ آور ہونے والوں کو سزائے موت کا پروانہ تھما دیا جاتا ہے۔ بھارت نے اپنے جاسوس منجیت سنگھ کی رہائی کے لیے شدید احتجاج کیا۔ افغانستان میں طالبان کے ہاتھوں ایک ہندو کی ہلاکت پر بھارت میں غم وغصہ کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ امریکی صحافی ڈینیل پرل کے قتل پر پاکستان کو دنیا بھر میں بدنام کر دیا گیا۔ گوری چمڑی والوں کی کالی بلی بھی مر جائے تو پاکستانیوں کو دھر لیا جاتا ہے اور پاکستان کے بے حس حکمران نبی محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کو بھی برداشت کر جاتے ہیں۔ ان کا احتجاج خفیہ ''بات چیت'' تک محدود ہوتا ہے۔

دیار غیر میں عامر چیمہ جیسے نہ جانے کتنے بے گناہ بے دردی کے ساتھ قتل کر دیئے جاتے ہیں۔ عامر چیمہ کی شہادت پر غم وغصہ تو درکنار جرمنی حکومت کے ساتھ بات چیت کا سلسلہ بھی شروع نہیں ہوا۔ اس کیس کو بھی ''مٹی پاؤ جی'' کہہ کر فائلوں میں دفن کر دیا گیا ہے۔ جرمن حکومت نے اپنی سفاکی کا برملا اعتراف کیا ہے اور نہ ہی جھوٹ پر مبنی ''حتمی رپورٹ'' منظر عام پر آئے گی۔

گوروں کی جیلوں میں دو طرح کے افراد قید ہیں۔ ایک وہ جو تمام مظالم کو برداشت کیے جا رہے ہیں اور دوسرے وہ قیدی جو ذہنی وجسمانی تشدد کو برداشت نہ کرتے ہوئے روز روز کی اس موت سے ایک ہی بار مر جانے کو ترجیح دیتے ہیں۔ خودکشی کا فعل نفسیاتی

دباؤ اور ڈیپریشن کا ردعمل ہے۔ اس میں انسان اپنی عقل اور حواس کھو بیٹھتا ہے۔ عراق میں امریکی فوجیوں کی خودکشی کے واقعات بھی ان کی نفسیاتی حالت کے سبب رونما ہو رہے ہیں۔ بے گناہ مسلمان قیدیوں پر ہونے والا تشدد ان کی جان لے لیتا ہے اور کچھ نفسیاتی دباؤ کی وجہ سے جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ جب عقل اور صبر ہی ساتھ چھوڑ دے تو ایسے انسان کو صحت مند سمجھنا اور اس پر حرام موت کا فتویٰ عائد کرنا شہیدوں کے لواحقین کو مزید تکلیف پہنچانا ہے۔

قیدی اپنے ایمان کے سہارے تشدد سہتے رہتے ہیں مگر ان کی زندگی بھی اب نارمل ہو جاتی ہے۔ اکثریت کے اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں۔ صحت مند افراد کی طرح کھانے پینے، ہنسنے بولنے، سوچنے، سمجھنے، لکھنے، پڑھنے، کام کرنے، رشتوں کے حقوق نبھانے جیسے نارمل کاموں سے معذور ہو جاتے ہیں۔ اہل خانہ پر بوجھ بن جاتے ہیں۔ مالی اعتبار سے بھی علاج کی سکت نہیں رکھتے۔ رہائی کے بعد بھی جیل میں گذرا ہوا وقت اور حالات بتانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ تشدد کی دہشت انہیں دل کا غبار نکالنے سے بھی محروم کر دیتی ہے۔

امریکہ کی ریاست فلوریڈا سے 400 میل کے فاصلے پر واقع گوانتاناموبے پانچ کیمپوں پر مشتمل ہے۔ ان کیمپوں کا مجموعی نام کیمپ ڈیلٹا ہے۔ ان میں قریباً 500 قیدی موجود ہیں۔ ان قیدیوں کو سفید اور اورنج لباس پہنایا جاتا ہے۔ اورنج لباس خطرناک قیدی کی علامت ہے۔ قیدیوں کو اجتماعی عبادت اور نماز کی اجازت نہیں۔ ان قیدیوں میں عمر رسیدہ قیدی کی عمر 75 برس ہے۔ نابالغ بچے بھی قید ہیں۔

ایک امریکی جریدہ کی رپورٹ کے مطابق گذشتہ چار سالوں کے دوران امریکی حکومت نے دنیا بھر میں 400 تحقیقات کی ہیں جبکہ گوانتاناموبے کے حوالے سے صرف پانچ تحقیقات کی گئی ہیں۔ اب تک کیمپ ڈیلٹا میں 35 سے زائد قیدیوں نے خودکشی کی کوشش کی ہے۔ انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیم نے اپنی سالانہ رپورٹ میں امریکہ کو سخت تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ دہشت گردی کے خلاف امریکہ کی جنگ کے نتیجہ میں ساری دنیا میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے واقعات میں کئی گناہ اضافہ ہو چکا ہے۔

گوانتاناموبے کے قیدیوں کے ساتھ اذیت ناک سلوک امریکہ کے انصاف اور آزادی کو داغدار کر رہا ہے۔ ظلم کی اس ہولناک داستان کے پس پردہ صرف ایک انسان ہے۔ بش نے اس قدر جھوٹ بولے ہیں کہ اس کی عوام اس پر یقین کرنے کو تیار نہیں۔ عراق جنگ

کے دوران پیش آنے والے واقعات اور بالخصوص ابوغریب جیل میں کیے جانے والے تشدد کو اپنی سب سے بڑی غلطی قرار دینے پر مجبور ہو چکے ہیں۔

ایک امریکی باشندہ جان واکر امریکہ کے ایک جیل خانے میں بیس سال قید کی سزا پوری کر رہا ہے جو اسے طالبان کی حمایت کرنے کے جرم میں سنائی گئی تھی۔ امریکہ کے اخبار ''سنڈے ٹیلی گراف'' کے مطابق جان واکر جس کا اسلامی نام حمزہ ہے اور جو ''امریکی طالبان'' کے نام سے پہچانا جاتا ہے، اس پر جیل میں دوسرے قیدیوں کے ساتھ افغانستان کے حالات کے بارے میں بات کرنے، عربی بولنے، نماز پڑھانے، اسلام کی تعلیمات دینے پر بھی پابندی ہے۔ وہ دن اور رات قرآن پاک اور دیگر اسلامی کتب کا مطالعہ کرتا رہتا ہے۔ رہا ہونے والے ایک قیدی نے کہا کہ حمزہ کے رویہ سے لگتا ہے کہ وہ قید سے آزاد ہو کر ہزاروں انسانوں کی ہدایت کا باعث بنے گا۔

عامر چیمہ، جان واکر اور ہزاروں نوجوان، ذہین، قابل، اسلام کی شان، والدین کے بڑھاپے کے سہارے، امت مسلمہ کا مان دشمنانِ اسلام کے مظالم کا شکار ہیں۔ جان واکر اپنی سزا کا فیصلہ سن کر عدالت میں رو پڑا تھا۔ اس نے جج سے کہا کہ وہ افغانستان اسلام سے متاثر ہو کر گیا تھا۔ اس کا ارادہ امریکہ کے خلاف لڑائی کا نہ تھا اور نہ ہی اس نے کبھی کسی بغاوت میں حصّہ لیا ہے لیکن امریکی عدالت نے اس کے سچے آنسوؤں کو نظر انداز کرتے ہوئے اسے بیس برس کی سزا سنا دی۔ جان واکر کو مزید تیرہ برس تک قید کی صعوبتیں برداشت کرنا ہیں۔ جان واکر ''حمزہ'' کے والدین اپنے بیٹے سے ملاقات کو جاتے ہیں لیکن میڈیا کو انٹرویو دینے سے گریز کرتے ہیں، مبادہ کوئی ایسی بات نہ کر دیں جو ان کے بیٹے کے لیے مزید مشکلات کا باعث بن جائے۔ عدالت میں حمزہ کے والد نے کہا کہ اس کا بیٹا روحانیت کی تلاش میں تھا۔ افغانستان گیا تو طالبان اور افغان اتحاد کے درمیان کسی جھگڑے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ امریکی فوج نے جرم ثابت ہوئے بغیر اس کے ساتھ جارحانہ سلوک کیا۔ ان کا بیٹا دہشت گرد نہیں اور نہ ہی اس نے کبھی کسی امریکی کو مارا ہے۔ وہ ایک اچھا مسلمان اور محب وطن شہری ہے۔ حمزہ کی ماں گڑگڑا کر صدر بش سے انصاف کی اپیل کرتی ہے۔ عامر چیمہ شہید کی ماں صدر مشرف سے ایک ہی سوال کرنا چاہتی ہے کہ اگر عامر ان کا بیٹا ہوتا تو کیا تب بھی وہ خاموش رہتے؟ لیکن عامر ان کا بیٹا ہرگز نہیں ہو سکتا تھا۔ حکمرانوں کی اولاد جذباتی

نہیں بلکہ سیاسی اور کاروباری ہوا کرتی ہے۔

عامر چیمہ کا بوڑھا باپ شہید بیٹے کی تصویر کو سینے سے لگائے صدر مشرف کو یقین دہانی کرانا چاہتا ہے کہ ان کا بیٹا دہشت گرد نہ تھا۔ صدر بش ایک بدچلن انسان تھا اور ہے اس کے باپ نے اسے امریکہ کا صدر بنانے کے خواب کو سچ کرنے کی خاطر اپنی عوام سے اپنے آوارہ بیٹے کے نیک ہو جانے کا جھوٹ بولا جبکہ آج اس کا بیٹا کسی کی سچائی پر بھی رحم کرنے کو تیار نہیں۔ عامر چیمہ کی شہادت کے بعد میرے خاندان کو اپنے چیمہ ہونے پر فخر ہونے لگا ہے۔ ایمان کی دولت نایاب ہے۔ دشوار ہے خطرناک ہے۔ پل صراط ہے۔ اپنے والدین کے سامنے اُف تک نہ کرنے والا ''جتاں دا اے غیور پتر'' اللہ کے حبیب ﷺ کی شان میں گستاخی کیسے برداشت کرسکتا تھا، جس وقت مشرکین برلن اس کی شہہ رگ پر چھری چلا رہے تھے، اس لمحہ اس کے کانوں میں ایک سرگوشی سنائی دی ''میں جو تیری شہ رگ سے بھی قریب ہوں، عامر چیمہ آج میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ کٹ جانا مگر عشق رسالت ﷺ، قرب الٰہی، تسلیم ورضا، فنا اور اطاعت کا سودا ہرگز مت کرنا۔''

شمعیں جو بجھیں بجھنے دو، دل بجھنے نہ پائے
یہ شمع ہوئی گل تو اجالے نہ رہیں گے

عامر شہید کی کٹی شہ رگ

سینٹ آف پاکستان کی انسانی حقوق کی فنکشنل میں عامر چیمہ کی شہادت کی تحقیقات کے لیے جرمنی جانے والی تحقیقاتی ٹیم کے سربراہ ایڈیشنل ڈائریکٹر جنرل ایف آئی اے طارق کھوسہ نے انکشاف کیا ہے کہ یہ بات اب تک واضح نہیں عامر چیمہ کی شہادت خودکشی سے ہوئی ہے یا اسے تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ عامر چیمہ کی گردن کی ہڈی نہیں ٹوٹی اس کی شہ رگ کٹی ہوئی تھی۔ عامر چیمہ شہید کے بارے میں تحقیقات کرنے کے لیے جو ٹیم جرمنی گئی تھی جرمن حکام نے اس ٹیم کو واقعات سے متعلق دستاویزات فراہم نہیں کیں اور نہ ہی جیل حکام اور جیل میں مرحوم کے ساتھی قیدی سے بات چیت کرنے کی اجازت دی۔ پاکستانی تحقیقاتی ٹیم نے جرمن حکام سے تیس اہم سوالات پوچھے ہیں، ان کے جواب آنے تک تحقیقات مکمل نہیں ہوں گی۔ پارلیمنٹ ہاؤس میں سینیٹر ایس ایم ظفر کی زیر صدارت انسانی حقوق کی فنکشنل کمیٹی کا اجلاس ہوا جس میں وزارت خارجہ کے سیکرٹری ریاض احمد خان نے اس سلسلہ میں اہم واقعات بیان کیے۔ ایف آئی اے کے ایڈیشنل ڈائریکٹر جنرل طارق کھوسہ نے کمیٹی کو بتایا کہ جرمنی میں عامر چیمہ کا پوسٹ مارٹم ان کے سامنے ہوا تھا۔ اور انہوں نے وہ کمرہ بھی دیکھا جہاں عامر چیمہ شہید کو قید رکھا گیا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ جرمن پولیس نے عامر چیمہ کے بارے میں ان کے کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔ اس ساری گفتگو اور بیان کیے گئے حقائق سے واضح ہوتا ہے کہ جرمن پولیس نے عامر چیمہ شہید کے بارے میں یہ من گھڑت الزام عائد کیا کہ اس نے خودکشی کی تھی کیونکہ اس کی شہ رگ کٹی ہوئی تھی۔ تحقیقاتی کمیٹی جرمن حکام سے کیے گئے 30 سوالات کا جواب آنے کے بعد ہی اس سلسلہ میں کوئی

فیصلہ کرے گی۔ پاکستان کے پندرہ کروڑ عوام اس بات پر متفق ہیں کہ عامر چیمہ کو جرمن پولیس نے تشدد کر کے شہید کیا۔ ایک عاشق رسول ﷺ کبھی خودکشی نہیں کر سکتا حکومت کو چاہیے کہ جرمن حکومت سے اس سلسلہ میں وضاحت طلب کرے اور پاکستانیوں کے جذبات سے انہیں آگاہ کیا جائے۔

(روزنامہ ''نوائے وقت'' 27 مئی 2006ء، اداریہ)

طرزِ عمل بدلئے......!

صاحبزادہ محمد زکریا سیّد

عالم اسلام کی شان، شہید غیرت، محافظ ناموس رسالت برادرم عامر چیمہ شہید کو مکمل عوامی تزک و احتشام کے ساتھ ساروکی میں سپرد خاک کر دیا گیا ہے۔ جنازہ کے آنے سے پہلے سو طرح کے تبصرے تھے۔ کچھ سادہ لوح مسلمان، ساکنان پاک دھرتی کہنے لگے کہ ''آپ دیکھئے گا اس شہید کا استقبال ہماری حکومت کس طرح کرتی ہے۔ ہمارے پاکستان کو مالک لم یزل نے جو سعادت نصیب فرمائی ہے اس کی قدردانی ہمارے راہنما کس قدر پرتپاک طریقے سے کریں گے۔ لاہور ایئرپورٹ پر سربراہ مملکت خود استقبال کے لیے آئیں گے تاکہ وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے حق دار ہو جائیں، کیونکہ وہ بھی تو مسلمان ہیں! پھولوں کی پتیوں اور جذبات کے طوفان کے ساتھ شہید کی میت کو وصول کیا جائے گا۔''

میں نے ان کو بتلایا کہ بھائی اب کچھ ہونے کی امید نہیں ہے بلکہ کچھ لوگ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ سربراہ مملکت ابھی جرمنی سے اس بات پر معافی مانگیں گے کہ جو تکلیف آپ کو پہنچی، جو دلی صدمہ اور دھچکا آپ کو لگا میں اس میں سو فیصد نہیں پانچ سو فیصد تک شریک ہوں کیونکہ میں اپنی بھولی بھالی قوم کو بارہا بتا چکا ہوں کہ ہم نے اسلام کا ٹھیکہ نہیں لیا ہوا اور دور و نزدیک کہیں سے بھی ہمارا ناموس رسالت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم کیا جانیں کہ حرمت رسول کیا ہوتی ہے؟ ہم نے کب کسی گالی دینے والے کو جواب دیا ہے؟ ہم وہ بے ضرر لوگ ہیں جو اپنا سب کچھ گنوا کر بھی سمجھتے ہیں کہ یہ غیب سے سامان بقاء میرے لیے ہے۔

افغانستان کا وہ حکمران طبقہ جن کے منہ میں انڈیا کے گرم اور نرم نوالے پڑتے

ہیں، جن کی راتیں انڈین رقاصاؤں کے تھرکتے جسموں کو دیکھتے بسر ہوتی ہیں، جو اپنے مالک عارضی کی خوشنودی کے لیے اپنی ہی نسلوں کی نسلیں بربادی و تباہی کے کھنڈروں میں پھینک رہے ہیں۔ جن کو مشرف باقتدار کروانے کے لیے ہم نے سارے عالم اسلام کو پس پشت ڈال دیا۔ وہ صبح و شام ہمیں سب و شتم، طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں مگر ہم وہ لوگ ہیں جو دشمن کو بھی دعائیں اور بوقت ضرورت ان کی بلائیں بھی لے لیتے ہیں۔ ہم تو کسی کے غلام نہیں کیونکہ ہمیں غلامی سے معطل کر دیا گیا ہے۔

کسی نے ہماری شام سویرے کی ان خدمات پر ایک نظر بھی نہیں ڈالی جس میں ہم نے اپنی اوقات سے بڑھ کر اپنا تن، من پیش کیا بلکہ ہزار ہا تن پیش کیے!

پھر لاشوں کی نہ ختم ہونے والی گنتی بھی سامنے رکھ دی۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی گستاخی پر بھی لب بند، چشم بند، گوش بند کی عملی تصویر بن کر بے دام غلاموں کی طرح دربار عالی میں جھکے رہے مگر ان سب کے باوجود ہماری غلامی، ہماری قوم و ملک سے کی گئی تاریخی جفائیں کسی بھی گنتی میں نہیں لائی گئیں...... تم ہی کہو کہ یہ انداز وفا ہے؟ اور اب اخبارات ایک ہی خبر سے بھرے پڑے ہیں کہ شہید حرمت رسول کے جنازے میں کسی حکومتی عہدیدار نے شرکت نہیں کی۔ یہ بھی ہماری بہت بڑی قربانی اور وہ تاریخی واقعہ ہے جسے ہمیشہ ”سنہری حروف“ سے لکھا جانا چاہیے۔ اس کے باوجود بھی ہمیں طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جائے تو کتنا ظلم ہے۔

ویسے ایک بات ہے کہ چیمہ شہید کے جنازے میں شریک ہو کر مسلمانانِ پاکستان نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہم نہ صرف عامر شہید کے کارنامے کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں بلکہ اس راستے پر چلنے کا عزم بھی کرتے ہیں اور کسی حکومتی اہلکار نے شرکت نہ کر کے پھر باور کروا دیا کہ ہم وفا کی ان آخری حدوں کو چھوتے ہیں جہاں ہم اپنے پاک و مقدس پیغمبر جن کے ہم نام لیوا ہیں، جن کے نام کے بغیر ہمارا جینا بھی مشکل ہے، جن کی عزت پر مرمٹنا ہم گناہ گار اپنی بخشش کا سہارا جانتے ہیں، جن کی شفاعت کی امید پر ہم زندگی بسر کرتے ہیں مگر ہم وفادار جو ایسی ذات مقدس کی حرمت کو بھی پس پشت ڈال دینے والے ہیں، جو عامر چیمہ شہید کو اعزاز دینے کی بجائے الٹا ان کے والدین کو دھمکا رہے ہیں، خوفزدہ کر رہے ہیں، لوگوں کو ہراساں کرنے کے لیے کوشاں ہیں، ہماری تمام تر صلاحیتیں اپنی قوم سے عظمت اسلام نکالنے میں صرف ہو رہی ہیں مگر ان سب کے باوجود قوم ہے کہ پہلے سے بڑھ کر اپنے

عقائد میں راسخ ہوتی جا رہی ہے۔

یہ دو گروہوں کے نظریات تھے لیکن میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ”ہماری قوم کو اپنا طرز عمل بدل دینا چاہیے“ ہمیں اپنی حکومت پر رحم کرنا چاہیے کیونکہ یہ حکومت قابل رحم ہے۔ ادھر ہمارے حکمرانوں کے بدیسی آقا حکومت سے جفاؤں پر جفائیں کر کے آئے دن خفا ہوتے ہیں اوپر سے ہم بھی نالاں ہی رہتے ہیں، قوم جب حرمت رسول پر جان دینے کی باتیں کرتی ہے تو حکومت کا سر شرمندگی سے جھک جاتا ہے۔ قوم دین و اسلام پر جذبات کا اظہار کرتی ہے تو ہمارے حکمرانوں کو سر چھپانے کی جگہ نہیں ملتی۔

قوم کو چاہیے کہ اپنا طرز عمل تبدیل کر دے اور احتجاج کا رخ موڑ کر ان لوگوں کی طرف کر دے جو اپنے وفادار، تابعدار، جانثار لوگوں کو ان کا حق نہیں دے رہے، ان کو مقام نہیں دے رہے ور اپنے دوستوں کی لسٹ سے نکالنے کی کوششیں کر رہے ہیں مگر معلوم نہیں کیوں یہ صدائیں میری سماعتوں سے ٹکرا رہی ہیں۔

آثار سحر کے پیدا ہیں اب رات کا جادو ٹوٹ چلا
ظلمت کے بھیانک ہاتھوں سے تنویر کا دامن چھوٹ چلا

(روزنامہ ”اسلام“ 20 مئی 2006ء)

عامر شہید کی نماز جنازہ اور تدفین میں حکومتی رکاوٹیں

جرمنی میں پولیس کی حراست میں شہید ہونے والے عاشق رسول پاکستانی نوجوان عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہید کو گزشتہ روز وزیر آباد کے قریب آبائی گاؤں ساروکی میں سپرد خاک کر دیا گیا، ان کی نماز جنازہ میں محتاج اندازے کے مطابق دو لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی جبکہ نماز جنازہ کے بعد بھی ہزاروں لوگ پہنچے اور انہوں نے شہید کی تربت پر فاتحہ خوانی کی۔ شہید کا جسد خاکی لحد میں اُترا تو فضا نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت سے گونج اٹھی لوگ فرط عقیدت سے شہید کے والد کو چومتے رہے۔

جرمنی میں عامر عبدالرحمٰن چیمہ کی پولیس کی زیر حراست شہادت اس امر کا ثبوت ہے کہ انسانی حقوق کے علمبردار یورپ میں بھی پولیس کا انداز تفتیش سراسر غیر انسانی اور ظالمانہ ہے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق عامر چیمہ پر دباؤ ڈالا جاتا رہا کہ وہ اپنے آپ کو ذہنی مریض تسلیم کرلے تاکہ دنیا کو یہ تاثر دیا جاسکے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی حرمت و ناموس کا مسئلہ نہیں بلکہ ایک ذہنی مریض کا نجی فعل ہے لیکن عامر چیمہ نے پولیس کا دباؤ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ اطلاعات بھی منظر عام پر آچکی ہیں کہ عامر چیمہ چاقو لے کر جرمن اخبار ایکسل سپرنگر کے ایڈیٹر پر حملہ کرنے نہیں گیا بلکہ اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ آئندہ ایسے توہین آمیز خاکے شائع کرنے سے باز رہے مگر اس کے احتجاج کو قاتلانہ حملے کا رنگ دے کر تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔

دوران تفتیش جب ایک جرمن پولیس اہلکار نے رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاء کرام

کے بارے میں گستاخانہ انداز گفتگو اختیار کیا تو اخباری رپورٹوں کے مطابق عامر چیمہ شہید نے اس کے منہ پر تھوک دیا جس سے مشتعل ہو کر جرمن اہلکاروں نے شہید کو حیوانی انداز میں تشدد کا نشانہ بنا کر بے ہوش کر دیا اور جسم کے کسی نازک حصے پر چوٹ لگنے سے ان کی سانسیں اکھڑ گئیں۔ توقع ہے کہ ان سطور کی اشاعت تک تحقیقاتی رپورٹ منظر عام پر آچکی ہو گی اور اگر یہ رپورٹ دیانتداری سے مرتب کی گئی ہے تو عامۃ الناس کو صحیح صورتحال کا علم ہو جائے گا۔

عامر چیمہ شہید نے اپنی جان دے کر دنیا کو یہ باور تو کرا دیا ہے کہ ہر مسلمان رسول اللہ ﷺ کی حرمت و ناموس کے حوالے سے انتہائی حساس ہے اور مولانا ظفر علی خاں کے بقول یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب ﷺ کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

وہ رسول خدا ﷺ کو اپنی جان، مال، اولاد اور ماں باپ سے زیادہ عزیز جان کر ہی اپنے ایمان کا تحفظ کر سکتا ہے اور ان میں سے کسی ایک یا سب کی قربانی دے کر خدا تعالیٰ کے حضور سرخرو ہونے کی آرزو رکھتا ہے۔ شہید کے والدین اور بہنوں کی طرح اہل پاکستان بھی اس لحاظ سے خوش نصیب ہیں کہ ماضی کی طرح اب بھی حرمت رسول ﷺ پر کٹ مرنے والے شخص کا تعلق ان کی دھرتی سے ہے اور یہ ثابت ہو گیا ہے کہ پاکستان کا قیام جس نعرے پر عمل میں آیا تھا اسے عملی شکل دینے کی خواہش آج بھی ہر پاکستانی مسلمان کے رگ و ریشے میں مچل رہی ہے۔

عامر چیمہ شہید کے ساتھ ہٹلر کی اولاد نے تو جو سلوک کیا سو کیا وہ اپنی جگہ افسوسناک اور صرف جرمنی ہی نہیں پورے یورپ کے منہ پر کلنک کا ٹیکہ ہے مگر بدقسمتی کی بات ہے کہ حکومت پاکستان نے بھی اس ضمن میں اپنی آئینی، قانونی، مذہبی اور اخلاقی ذمہ داری ادا کرنے سے گریز کیا ہے۔ عامر شہید کی گرفتاری کے بعد حکومت پاکستان اور جرمنی میں پاکستانی سفارتخانے نے یہ زحمت بھی گوارا نہیں کی کہ وہ اپنے ایک شہری کی گرفتاری کی وجوہات معلوم کرنے کے علاوہ ایک قیدی کے طور پر اس کے حقوق کے تحفظ کا اہتمام کرتی، اصولاً حکومت اسے اپنی تحویل میں لے کر تفتیش کر سکتی تھی، شہادت کے بعد بھی حکومت نے جرمن سفیر کو دفتر خارجہ میں اس وقت طلب کیا جب پورے ملک کو احتجاجی لہر نے اپنی لپیٹ

میں لے لیا، جب جرمن حکومت نے اسے خودکشی کا رنگ دینے کی کوشش کی تو حکومت پاکستان نے بھی لواحقین کو یہی اطلاع دے کر ان کے زخموں پر نمک پاشی کی۔ میت کی آمد پر والدین اور دیگر لواحقین کا یہ قانونی اور شرعی حق تھا کہ وہ اپنی مرضی سے تدفین کرتے مگر حکومت پاکستان نے معلوم نہیں کسے خوش کرنے کے لیے میت کو اپنی تحویل میں لے کر ساروکی میں تدفین کا فیصلہ کیا حالانکہ جب شہید کے ورثا راولپنڈی میں نماز جنازہ اور تدفین کا فیصلہ کر چکے تھے تو انہیں روکنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔

اگر ناموس رسالت ﷺ پر اپنی جان قربان کرنے والے ایک نوجوان کا راولپنڈی یا لاہور میں جنازہ ہوتا اور لاکھوں مسلمان اس میں شریک ہو کر خراجِ عقیدت پیش کرتے تو اس سے حکومت کو کوئی خطرہ نہیں تھا، اس سے پوری دنیا کو پاکستانی قوم کے ناموس رسالت ﷺ کے حوالے سے جذبات کا پتہ چلتا اور او آئی سی جنرل اسمبلی کے ذریعے مقدس شخصیات کی حرمت و ناموس کے حوالے سے جو قرارداد منظور کرانے کی کوشش کر رہی ہے انہیں تقویت ملتی مگر حکومت نے نہ صرف زبردستی ساروکی میں نماز جنازہ اور تدفین کی کوشش کی بلکہ نماز جنازہ کا وقت تبدیل کر کے لاکھوں عاشقان رسول کو نماز جنازہ میں شرکت کے ثواب سے محروم کر دیا، جس کا گناہ اس کی گردن پر ہے۔ یہ بات ناقابل فہم ہے کہ حکومت نے شہید کے تابوت، نماز جنازہ اور تدفین کو ہائی جیک کیوں کیا جبکہ ایک طرف حکومتی عہدیداروں نے شہید کے والد کے پاس جا کر تعزیت بھی کی اور جرمن سفیر کو دفتر خارجہ طلب کر کے معلومات بھی حاصل کیں۔

عامر چیمہ تو غازی علم الدین شہید اور غازی عبدالقیوم شہید کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے خدا کے حضور پیش ہو گیا ہے لیکن اسلامی جمہوریہ پاکستان کی حکومت نے اس موقع پر ناقابل فہم انداز کار سے عوام کے دل چھلنی کر دیئے ہیں۔ ایک طرف میت کی وزیراعلیٰ کے ہیلی کاپٹر میں روانگی اور کور کمانڈر گوجرانوالہ سمیت اعلیٰ سرکاری عہدیداروں کی طرف سے وصولی اور دوسری طرف لاہور ایئرپورٹ پر میت سے عوام کو دور رکھنے، پنڈی میں نماز جنازہ سے انکار، اور ساروکی میں قبل از وقت نماز جنازہ، اور نماز جنازہ میں کسی بڑی سرکاری شخصیت کی عدم شرکت؟ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے!

یہی وجہ ہے کہ عوام کے ساتھ مرحوم کی بہنوں اور دیگر لواحقین کی طرف سے

زبردست احتجاج جاری ہے۔ شہید کے جنازے اور میت کے استقبال سے عوام کی ایک بڑی تعداد کو روکنے کی حکمت عملی سے حکومت کو کیا حاصل ہوا اس کے بارے میں اربابِ اقتدار ہی بہتر جانتے ہیں۔ شاید لاکھوں افراد کے اجتماع سے ''روشن خیالی'' کے پروپیگنڈے کو ضعف پہنچتا اور مسلمانوں کے دل و دماغ سے دین و ایمان کے علاوہ عشق مصطفیٰ کی آخری رمق ختم کرنے کے کروسیڈی ایجنڈے میں رکاوٹ پڑنے کا اندیشہ تھا۔

عامر شہید کے جنازے میں دو لاکھ سے زائد افراد نے شریک ہو کر پوری پاکستانی قوم اور اُمہ کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا لیکن صرف پاکستان ہی نہیں دیگر مسلم ممالک کے مقتدر طبقے نے پر زور احتجاج نہ کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ امریکہ اور یورپ کے دست نگر ہیں اور انہیں ملک کے عوام کے جذبات و احساسات اور عقائد و نظریات سے کوئی سروکار نہیں لیکن اس طرح نہ تو عامر چیمہ اور اس کے جرأت مندانہ کردار کو امہ کے ذہنوں سے محو کیا جا سکتا ہے اور نہ عوام کے جذبات و احساسات کو سرد کرنے میں کامیابی ہو سکتی ہے۔ گزشتہ روز چودھری شجاعت حسین نے دعویٰ کیا کہ ان کی مسلم لیگ سرکاری جماعت نہیں بلکہ انہوں نے حکومت کے کئی فیصلے تبدیل کرائے۔ کاش وہ وفاق اور صوبائی حکومت کا یہ فیصلہ بھی تبدیل کراتے اور اپنے پڑوسی شہید کے لواحقین کے علاوہ پندرہ کروڑ پاکستانی عوام کی خواہشات کا احترام کرنے پر مجبور کرتے اس طرح حکومت اور وہ خود اپنے خدا و رسول کے سامنے روز قیامت اور عوام کے سامنے آج اس وقت سرخرو ہوتے مگر موجودہ روشن خیال حکومت کو شاید اس کی ضرورت نہیں۔ وہ شاید نہیں جانتی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں اور جزا کے ساتھ سزا بھی ہے۔

(روزنامہ ''نوائے وقت'' 15 مئی 2006ء)

شمعِ رسالت ﷺ کا پروانہ...... عامر چیمہ شہید

حافظ سجاد ستی

آرمینیا ایشیائے کوچک کا ایک علاقہ ہے جو روس کے جنوب میں کوہستان قفقاز کے پار واقع ہے۔ اس کی سرحدیں شمال اور مشرق میں جارجیا اور آذربائیجان اور مغرب اور جنوب مشرق میں ترکی اور ایران سے ملتی ہیں۔ بعض روایات کے مطابق کوہ ارادت کوہ جودی ہی ہے جہاں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی آ کر ٹھہری تھی۔ آرمینیا کی طرف مسلمانوں کے قدم آٹھویں صدی عیسوی میں بڑھے، آرمینیا کی جنگ میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور محاذ جنگ سرد ہوگیا تو عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ دیوانہ وار مجاہدین کے ہمراہ اپنے بیٹے کو ڈھونڈنے نکلے۔ دوڑ دھوپ کے بعد زخموں سے چور بیٹا میدان جنگ کے ایک گوشے میں نظر آیا تو چیخ نکل گئی۔ جلدی سے اپنے خوبصورت اور کڑیل جوان بیٹے جو خون میں نہا چکا تھا اٹھایا تو صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا، عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ بیٹے کا دم لبوں پر تھا اس کے باوجود بیٹے نے باپ سے کہا ”ابا جان! آپ غم نہ کیجئے، اس لیے کہ میری موت بہت مقدس ہے، شہادت کی موت قسمت والوں کو ملتی ہے، آپ کا بیٹا دین کے لیے اپنی جان قربان کر کے سرخرو ہو کر دنیا سے جا رہا ہے، کل قیامت کے دن رسول خدا ﷺ نہایت خوشی سے آپ کا استقبال کریں گے۔“

یہ باتیں سن کر عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ نے اپنے آنسو پونچھ لیے، مؤذن نے ظہر کی اذان دی اور اللہ اکبر کا کلمہ سنتے ہی بیٹے نے باپ کی آغوش میں دم توڑ دیا۔ ظہر کی نماز کے بعد اسی خون آلود کپڑے میں کفنا کر عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ نے بیٹے کو سپرد

خاک کر دیا۔ بیٹے کو دفن کرنے کے بعد باپ نے سرمہ لگایا، کنگھی کی، منہ ہاتھ دھویا اور صرف اتنا کہا ”بیٹے! تجھے تیری شہادت مبارک ہو۔“

سارا اسلامی لشکر اس بہادر جوان کی شہادت پر غمزدہ تھا لیکن باپ مسکراتا ہوا حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کے خیمے میں داخل ہوا تو حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے پوچھا ”بیٹے کی موت خوشی کا موقع نہیں مگر تم بہت مسرور نظر آ رہے ہو۔“

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عن نے فرمایا:

”میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا کہ جس کا لڑکا شہید ہو جائے اور وہ اسے بہت عزیز رکھتا ہو تو ایسی صورت میں اس کا غزوہ سب سے بہتر غزوہ ہوتا ہے، اس کا اجر مکمل مغفرت کے سوا کچھ نہیں۔ عیاض! مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ میرا بیٹا اپنے ساتھ میری مغفرت کا بھی انتظام کر گیا، یہ جدائی تو عارضی ہے، ان شاء اللہ باپ بیٹا دونوں جنت میں جمع ہوں گے، ہم ہوں گے اور خدا کے رسول ﷺ۔“

آرمینیا کی جنگ میں پیش آنے والے اس واقعے کو پڑھا تو مجھے عبدالرحمٰن غنم رضی اللہ عنہ کے روحانی فرزند پروفیسر نذیر چیمہ کی قسمت پر رشک آیا، جنہیں بیٹے کی شہادت پر لوگ مبارک باد دے رہے تھے، اتفاق سے ان کے بیٹے عامر کا پورا نام عامر عبدالرحمٰن ہے۔ پروفیسر نذیر چیمہ نے بیٹےکا نام عبدالرحمٰن رکھا جبکہ ان کی اہلیہ نے اپنے بیٹے کا نام عامر رکھا۔ باپ نے عبدالرحمٰن نام رکھتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کی اس حدیث کو مدنظر رکھا ہوگا جس میں آپ ﷺ نے عبداللہ اور عبدالرحمٰن نام رکھنے کو پسند فرمایا ہے مگر ان کے وہم و خیال میں بھی نہیں ہوگا کہ ان کے بیٹے کی نسبت ایک ایسے صحابی سے ہوگی جنہوں نے اپنے لخت جگر کو آسودۂ خاک کرنے کے بعد مسرت کا اظہار فرمایا۔ عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ کے ساتھ پروفیسر نذیر چیمہ کے بیٹے کی یہ نسبت انہیں ضرور مسرت کے ان لمحوں سے آشنا کرے گی جن سے عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ لطف اندوز ہوئے تھے۔ عامر اپنی شہادت سے فرمانِ نبوی ﷺ کے مطابق اپنے والد کی مغفرت کا سامان کر گیا۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

10 مئی کو جب میں اپنے دیگر ساتھیوں مولانا ولی الرحمٰن، مفتی محمد عبداللہ اور مولانا جمیل احمد کے ہمراہ ڈھوک کشمیریاں کے مکان Dk-319-245 میں پروفیسر نذیر چیمہ کے

ہاں پہنچا تو جن لوگوں کو میڈیائی پروپیگنڈے نے شکوک وشبہات میں مبتلا کر رکھا تھا کہ عامر نے کہیں خودکشی نہ کی ہو ان کے شکوک کا ازالہ ہو چکا تھا۔ ڈھوک کشمیریاں چوک جواب عامر شہید چوک بن چکا ہے کے قریب پہنچے تو راستہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ایک پنکھے موٹریں ٹھیک کرنے والے ناصر نامی باریش شخص سے جو کام کے کپڑوں میں بیٹھا ہوا تھا عامر کے گھر کا پتہ پوچھا تو وہ کہنے لگا ''میں آپ کو ان کے گھر لے جاتا ہوں۔'' ہم نے عامر شہید چوک پار کیا تو ناصر کہنے لگا ''یہ جس راستے پر آپ گاڑی لے جارہے ہیں یہ پندرہ دن پہلے ہی بنا ہے۔ یہاں بہت بڑا نالہ تھا اب اس نالے پر 30 فٹ کی سڑک ہے، ایک شخص نے زمین خریدی اور پلاٹ بنائے تو یہ راستہ بھی بنا دیا۔'' میں سوچنے لگا کہ اللہ نے ایک نالے کو سڑک میں اسی لیے تبدیل کیا کہ ناموس رسالت پر قربان ہونے والے عامر کے ہاں آنے والوں کو تکلیف نہ ہو۔

ناصر نے ہمیں گھر تک پہنچایا تو ہم نے دیکھا کہ عامر کے گھر کے دروازے کے باہر پھولوں کا ڈھیر ہے اور سامنے گھر میں عامر کی عزیت کے لیے آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا ہے، پروفیسر نذیر چیمہ نمازِ عشاء ادا کرنے گئے تھے اور واپس نہیں آئے تھے۔ ہم نے گھڑی پر نظر ڈالی تو رات کے دس بج رہے تھے، تھوڑی دیر بعد پروفیسر صاحب تشریف لے آئے، دیر سے آنے کی وجہ ایک بتانے والے نے یہ بتائی کہ وہ نماز کے بعد جو اوراد و وظائف کرتے ہیں عامر کی شہادت کی خبر آنے کے بعد بھی ان میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔ پروفیسر نذیر چیمہ سے تعزیت مبارکباد کی شکل میں ہوئی، اللہ نے انہیں جس استقامت سے نواز رکھا تھا اس پر خوشی ہوتی، مگر ان کی خاموشی میں یہ درد پنہاں تھا کہ بیٹے نے ناموس رسالت پر جان دے دی، مگر مغرب اور اس کے حواری ابلاغی پروپیگنڈے کے ذریعے اسے خودکشی باور کر رہے ہیں، ایک شہید کے باپ کے لیے اس سے بڑا صدمہ کیا ہو سکتا ہے؟ مگر پروفیسر چیمہ کے صبر نے رفتہ رفتہ وہ تمام پروپیگنڈہ تار عنکبوت کی طرح بکھیر دیا جو دین دشمن پھیلا رہے تھے۔ حکومت نے اپنی ذمہ داری نبھائی یا نہیں یہ اب کوئی سربستہ راز نہیں رہا۔ لاکھوں لوگ جو پنڈی اور اسلام آباد میں عاشق رسول کے استقبال کے لیے بے تاب تھے حکومتی پھرتیوں کے نتیجے میں اس سے محروم رہ گئے، وزیر آباد سے 14 کلومیٹر دور ایک غیر معروف قصبے ''ساروکی'' کو عامر کی عشق مصطفیٰ کے لیے قربانی نے تاریخ کا حصہ بنا دیا، اب

یہ دھرتی مرجع خلائق ہوگی۔ حکومت نے نماز جنازہ کے لیے آنے والوں کو روکا اور ہجوم کی زیادتی کے خدشے کے پیش نظر مقررہ وقت سے 3 گھنٹے قبل ہی نماز جنازہ پڑھوا دی اس کے باوجود 70 ہزار سے زائد افراد نے جنازے میں شرکت کر کے اپنے جذبۂ محبت کو تسکین دی۔

اہل جنوں کا یہ عالم تھا کہ وہ دیدار سے محروم تھے مگر عامر کے تابوت کو ہاتھ لگا کر چوم رہے تھے ''اس سعادت بزور بازو نیست، تا نہ بخشد خدائے بخشندہ۔'' وہ خوش قسمت ہیں جنہوں نے اس کے دیدار سے آنکھیں معطر کیں مگر محروم وہ بھی نہیں رہے جنہوں نے حرمت رسول پر قربان ہونے والے عامر کے جنازے کو کندھا دیا۔ اس کے تابوت اور چہرے سے چھونے والی پتیوں کو محفوظ کر لیا پروفیسر نذیر چیمہ دیکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اکلوتے بیٹے کی شہادت کو ہلاکت میں بدلنے والوں کو رسوائی دی۔ شہادت کی تصدیق اس خواب میں ہوئی، عامر کے استاد محمد یحییٰ علوی 4 مئی کی شب کو مسجد سے نکلتے ہوئے یہ خبر سنتے ہیں کہ عامر کو جرمنی میں شہید کر دیا گیا، وہ اپنے معمول کے مطابق 500 مرتبہ درود شریف پڑھ کر شب جمعہ کو سوئے تو انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک روشن میدان میں اسٹیج ہے جس پر حضور اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین تشریف فرما ہیں، اسی اثنا میں میدان کی دوسری طرف سے عامر تیز تیز قدموں سے آقا ﷺ کی طرف بڑھتے ہیں تو حضور ﷺ عامر کا کھڑے ہو کر استقبال کرتے ہیں اور آغوش مبارک وا کر کے عامر کو پکارتے ہوئے فرماتے ہیں ''مرحبا! اے میرے بیٹے''، پھر اسی لمحے قریبی مسجد سے اذان فجر بلند ہوتی ہے اور محمد یحییٰ علوی کی آنکھ کھل جاتی ہے۔

یہ خواب بھی اور آخرت کا سفر بھی عامر کے متعلق یہ واضح کر گیا کہ وہ عشق مصطفیٰ ﷺ کا راہی تھا۔ اس نے اپنی قربانی سے خواجۂ بطحا کی حرمت کی لاج رکھ لی اور اپنے کامل مومن ہونے کی گواہی دے دی۔ عشق رسالت ﷺ کی چنگاری ایک بار پھر شعلہ جوالہ بن کر کروڑوں مسلمانوں کو بھولا ہوا سبق یاد دلا گئی ہے، سچ ہے:

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

(روزنامہ ''اسلام'' 18 مئی 2006ء)

عامر عبدالرحمٰن چیمہ کی شہادت

کس نے کیا کہا......؟

محمد امیر القادری

غازی عامر عبدالرحمٰن چیمہ کی شاندار شہادت پر ملک وملت کے ہر فرد نے انہیں خراجِ عقیدت پیش کیا۔ چند شخصیات کے تاثرات حسب ذیل ہیں:

☆...... جے یو پی کے صدر حاجی فضل کریم نے کہا کہ عامر عبدالرحمٰن شہید دنیائے اسلام کے ہیرو ہیں۔

☆...... عالمی تنظیم اہلسنت کے امیر پیر محمد افضل قادری نے کہا کہ عامر چیمہ پندرہویں صدی ہجری کے شہید اعظم ہیں۔

☆...... جمعیت علمائے پاکستان پنجاب کے صدر علامہ سید محمد محفوظ مشہدی نے کہا کہ عامر چیمہ کے کارنامے سے ملت اسلامیہ کا سر فخر سے بلند ہوگیا ہے۔

☆...... متحدہ مجلس عمل کے سیکرٹری جنرل علامہ فضل الرحمٰن نے کہا کہ عامر چیمہ کی شہادت نے مسلمانوں کا بھرم رکھ لیا ہے۔

☆...... ضیاء الامت فاؤنڈیشن انٹرنیشنل کے سیکرٹری جنرل علامہ محمد اسلم رضوی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک صدی بعد عامر چیمہ کے روپ میں پھر سے غازی علم الدین کو بھیجا تاکہ وہ دشمنانِ خدا اور دشمنانِ مصطفیٰ ﷺ کو سبق سکھائے۔

☆...... جامعہ نعیمیہ لاہور کے پرنسپل ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی نے کہا کہ عامر چیمہ کی شہادت

کے حد درجہ عاشق رسول ﷺ ہونے کی دلیل ہے۔

☆...... تحریک منہاج القرآن کے راہنما علامہ غلام رسول صدیقی نے کہا کہ عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہید نے شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوکر امت مسلمہ کا قرض ادا کر دیا ہے۔

☆...... جمعیت علمائے اسلام ضلع ساہیوال کے امیر مفتی محمد عثمان نے کہا کہ عامر چیمہ نے ملت اسلامیہ کی آبرو رکھ لی ہے۔

☆...... انوار رضا کے چیف ایڈیٹر ملک محمد محبوب الرسول قادری نے کہا کہ عامر چیمہ نے "غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے" کا نعرہ سچ کر دکھایا ہے۔

☆...... سابق صدر مملکت جناب محمد رفیق تارڑ نے کہا کہ عامر عبدالرحمٰن شہید کا دن سرکاری سطح پر منایا جانا چاہیے۔

☆...... جسٹس (ر) افتخار چیمہ نے کہا کہ عامر عبدالرحمٰن چیمہ ملت کی آنکھوں کا تارا ہے۔

☆...... انجمن طلباء اسلام کے سابق صدر محمد عنایت الرحمٰن صدیقی نے کہا کہ عامر عبدالرحمٰن شہید مسلم نوجوانوں کے لیے قابل عمل نمونہ چھوڑ گیا ہے۔

☆...... پروفیسر نذیر احمد چیمہ نے کہا کہ میرے بیٹے نے قربانی دے کر ہمارا اور اپنا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔

☆...... عامر چیمہ شہید کی والدہ نے کہا کہ کچھ عرصہ پہلے جب عامر بیٹا ہمیں مل کر جا رہا تھا، اگر اس وقت معلوم ہوتا کہ عامر اتنے عظیم کام کے لیے جا رہا ہے، تو پھولوں کے ہار ڈال کر بھجواتی کیونکہ تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ پہ ایک بیٹا تو کیا، ہزاروں بیٹے قربان کیے جاسکتے ہیں۔

☆...... پاکستان مسلم لیگ (ن) کے مرکزی سیکرٹری جنرل صدیق الفاروق نے کہا کہ عامر عبدالرحمٰن نے تو شہادت کا تاج اپنے سر سجایا ہے۔ مگر حکومتی عہدیداروں نے اپنے رویہ سے اپنی آخرت تاریک کرلی ہے۔

☆...... جماعت الدعوہ کے امیر حمزہ نے کہا کہ اگر ہماری زندگی میں کوئی رمق باقی ہے تو اس میں غازی علم دین اور غازی عامر چیمہ ایسے شہیدانِ ناموس رسالت کا بڑا حصہ ہے۔

☆...... نوائے وقت کے ڈپٹی ایڈیٹر سید ارشاد احمد عارف نے کہا کہ عامر عبدالرحمٰن شہید کا مزار تادیر مرجع خلائق رہے گا۔

☆...... نظامِ مصطفیٰ پارٹی میڈیا کمیٹی کے کوآرڈینیٹر حافظ نقیب احمد چشتی نے کہا کہ عامر چیمہ شاہراہِ عشق کے ایک کامیاب مسافر کا نام ہے۔

☆...... پریس کلب سرگودھا کے سیکرٹری جنرل محمد شاہین فاروقی نے کہا کہ عامر چیمہ کی شہادت پر پوری قوم کو فخر ہے۔

☆...... انجمن طلباء الاسلام سرگودھا ڈویژن کے ناظم ملک محمد جاوید اقبال کھارا نے کہا کہ عامر چیمہ شہید ملت اسلامیہ کے ماتھے کا جھومر ہے۔

☆...... مسلم لیگ (ن) کے راہنما راجہ محمد ظفر الحق نے کہا کہ امت کی ماؤں کی گود آج بھی غازی علم الدین شہید جیسے سپوتوں سے ہری بھری ہے۔

☆...... تعمیر پاکستان پارٹی کی نائب صدر مسز زبیدہ سعید نے کہا کہ عامر چیمہ نے عشق مصطفیٰ ﷺ کا عملی مظاہرہ کر کے اپنا نام ہمیشہ کے لیے امر کر دیا ہے۔

☆...... پاکستان تحریک انصاف کے سربراہ عمران خان نے کہا کہ عامر چیمہ شہید کا کردار ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

☆...... جمعیت علمائے پاکستان کے راہنما ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر نے کہا کہ عامر چیمہ کی شہادت سے پورا یورپ سہم گیا ہے۔

☆...... ماہنامہ وائس آف ضیاء الاسلام کے اسسٹنٹ ایڈیٹر محمد عاکف طاہر نے کہا کہ عامر بھائی کی شہادت نے مغرب کی ناپاک سازشوں کو تہہ خاک ملا دیا۔

☆...... انجمن طلباء اسلام ضلع سرگودھا کے جنرل سیکرٹری محمد جعفر ماجد نے کہا کہ عامر چیمہ کی شہادت نے واضح کر دیا کہ پاکستان عاشقانِ مصطفےٰ ﷺ کی آماجگاہ ہے۔

☆...... احساس آرگنائزیشن سیالکوٹ کے چیف ایگزیکٹو ناصر محمود ساحر نے کہا کہ عامر عبدالرحمٰن کے کارنامۂ شہادت نے نوجوانانِ امت مسلمہ کی زندگیوں کو ایک انقلابی رخ عطا کیا ہے۔

ناموس رسالت ﷺ قرآن کی روشنی میں

علامہ محمد اسلم رضوی

مرکزی سیکرٹری جنرل ضیاء الامت فاؤنڈیشن انٹرنیشنل

اس کائنات ہست و بود میں اپنا عرفان بانٹنے کیلئے اللہ کریم نے انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی اور رسول کو عزتوں اور عظمتوں کی کلاہ عطا فرمائی اور ان کی تعظیم و توقیر کو نسل آدم پر لازم قرار دیا۔ لیکن اللہ کریم نے جو شان اور عظمت وجہ تکوین عالم، نور مجسم، شفیع معظم، سلطان حسینانان جہاں، سرور سروراں، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا فرمائی وہ سب سے اعلیٰ و افضل ہے۔ جس کے ذکر کی بلندی کی سند فرحتِ افزا ورفعنا لک ذکرک میں ہے......(1)

جس کے سینے کی کشادگی کا تذکرہ علم افروز الم نشرح لک صدرک میں ہے۔(2)

جو چادر اوڑھیں تو نگاہ قدرت میں بس جائیں اور خالق کائنات خود فرمائے یاایھا المزمل۔(3)

جو چادر بدلیں تو اللہ تعالیٰ کا انداز تخاطب بدلے اور وہ فرمائے یاایھا المدثر(4)

جو مکے کی گلیوں میں خرام ناز فرمائیں تو خاک کے ذروں کو تقدس بانٹیں اور اللہ کریم فرمائے لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد۔(5)

جن کا علم اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کی دلیل ٹھہرے الرحمٰن علم القرآن۔(6)

جن کا نطق الٰہی قرار پائے وماینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی (7)

جن کے ہاتھ میں ہاتھ دینا دست قدرت میں ہاتھ دینے کے مترادف ہو۔ ان

الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ (8)

جو ہاتھ اٹھا کر دشمنانِ اسلام پر کنکریاں پھینکیں تو اللہ کریم ان کی ادا کو اپنی ذات کی طرف منسوب فرمائے و مارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی (9)

جن کی بارگاہ میں بے ادبی کی نیت سے ایک اونچی آواز کسی کی زندگی بھر کی نیکیوں کو خاکستر کرنے کیلئے کافی ہو۔ یا ایھا الذین امنوالا ترفعوا اصواتکم فوق صوت البنی والا تجھرواله بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون۔ (10)

جن کے درِفیض پر کھڑے ہو کر اگر کوئی بلند آہنگ کیساتھ آواز دے تو قرآن اس کو لایعقل اور بیوقوف کہے ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثر ھم لایعقلون۔ (11)

جن کے دربار گہر بار میں لب کشائی کیلئے الفاظ کا انتخاب بھی اللہ کریم خود فرمائے یا ایھاالذین امنوا لاتقولوا راعناو قولوانظرنا (12)

جن کا ادب واحترام فضیلتوں اور کرامتوں کے تاج بانٹتا ہو۔ ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ لھم مغفرۃ واجر عظیم۔ (13)

جو میدان بدر میں نصرت الٰہی کی طلب میں ہاتھ اٹھا دیں تو اللہ کریم پانچ ہزار فرشتوں کو جبریل سمیت زمین پر اتار دے تاکہ وہ مصطفیٰ کریم کے لشکری ہونے کا اعزاز حاصل کرلیں۔

یمدد کم ربکم بخمسة الاف من الملائکة مسومین (14)

ایسی ذات والا صفات کو عام آدمی کی سطح پر رکھ کر سوچنے والی ذہنیت پر لعنت نہ بھیجی جائے تو اور کیا جائے۔

وہ زبان جو اس تاجدار حسن کی بے ادبی کرے اسے گدی سے کھینچ کر کتوں کے آگے کیوں نہ ڈالا جائے آپ اگر قرآن مقدس کا عمیق نظری سے مطالعہ فرمائیں تو آپ پر یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جائے گی کہ جب بھی کسی دریدہ دھن نے اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی گستاخی کی ہے۔ تو اللہ کریم نے باوجود ستار وغفار ہونے کے اس کے ساتھ کسی قسم کی

رعایت نہیں برتی بلکہ ناموس رسالت پر حملہ کرنے والے کا زبان قدرت سے بھرپور جواب دیا ہے۔

جب حضور ﷺ نے زعماء قریش کو دعوت اسلام دی تو ابولھب نے ایک جملہ بولا تبا لک اللہ کریم نے اس کے بارے میں پوری سورت نازل فرمائی جس میں اس کی بھی مذمت فرمائی اور اس کی بیوی کی بھی۔ فرمایا تبت یدا ابی لھب و تب ما اغنیٰ عنہ مالہ و ماکسب سیصلیٰ نارا ذات لھب وامراتہ حمالة الحطب فی جید ھاحبل من مسد۔ (15)

اگر کسی نے کہہ دیا لست مرسلا تو اللہ کریم قسمیں اٹھا کر اپنے نبی کی شان بھی بیان فرما رہا ہے۔ اور گستاخ کا رد بھی یٰس والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین۔ (16)

اگر صاحبزادے ابراہیم کے وصال پر کسی نے بتر محمد کہا تو پھر بھی پوری سورت نازل فرما کر اپنے نبی کی عزت کو چار چاند لگائے اور دشمن کی مذمت فرمادی۔ انا اعطینک الکوثر ...... (17)

اگرچہ دنوں کیلئے آپ شب خیزی نہیں فرما سکے یا چند دنوں کیلئے اللہ کریم نے اپنے حبیب کو وصال کی حلاوتوں کے بعد فراق کی لذتوں سے ہمکنار کرنا چاہا یعنی چند دنوں کیلئے وحی کا انقطاع ہوا تو کافروں نے طوفان بدتمیزی برپا کر دیا کہ محمد ﷺ کو اس کے رب نے چھوڑ دیا ہے۔ ان کے اس پراپیگنڈے کے جواب میں بھی اللہ کریم نے کس خوبصورتی سے ارشاد فرمایا۔ والضحیٰ واللیل اذا سجی ماودعک ربک و ماقلی وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ ولسوف یعطیک ربک فترضی۔ (18)

محبوب مجھے قسم ہے تیرے رُخ تاباں کی مجھے قسم ہے تیری زلف پیچاں کی جب وہ چھا جائے۔ تجھے بلندیوں کے کمال تک پہنچانے والے تیرے رب نے نہ ہی تو تجھے چھوڑا ہے اور نہ ہی وہ ناراض ہوا ہے۔ محبوب! تیری عزتوں اور عظمتوں کی ہر گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہو گی۔ اور عنقریب تیرا رب تیرے اوپر عطاؤں کی اتنی بارش کریگا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہو گی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہو گی

اگر کسی بدگوہر کی باسی کڑھی میں ابال آیا اور اس نے اپنے خبث باطنی کی وجہ سے میرے نبی کو مجنون کہہ دیا تو اللہ کریم نے اپنے محبوب ﷺ کی صفت و ثناء کے کئی در کھول دیئے اور اپنے حبیب ﷺ کو باور کرا دیا کہ جب تیرا خالق و مالک تیری تعریف کر رہا ہے تو پھر تجھے اس کافر کی ہرزہ سرائی سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں فرمایا۔ ن والقلم و مایسطرون ماانت بغمتک ربک بمجنون وان لک لاجرا غیر ممنون وانک لعلیٰ خلق عظیم۔ (19)

باقی رہا معاملہ اس زبان دراز کا یہ تو خود مفتون بھی ہے مجنون بھی گمراہ بھی ہے اور مکذب بھی۔ جھوٹی قسمیں کھانے والا بھی ہے مہین یعنی ذلیل بھی۔ نکتہ چین بھی ہے چغل خور بھی۔ نیکی سے روکنے والا بھی ہے اور حد سے بڑھا ہوا بھی۔ گناہوں میں لتھڑا ہوا اکھڑ مزاج بھی ہے اور بد اصل بھی۔

یہ جو اتنے عیوب و نقائص کا مالک ہے یہ تیری رفعتوں کو کیسے سمجھ سکتا ہے
تیری شانیں کسی نے پوچھنی ہیں تو مجھ سے پوچھے میں اعلان کر رہا ہوں۔
وما ارسلنک الا رحمۃ اللعالمین ۔ (20)

قارئین کرام! سرکار دو عالم ﷺ کی ذات گرامی انسانیت کا بھرم ہے آپ ہی نے تو وقار آدمیت سے ہمیں روشناس کیا ہے۔ اس لئے آپ کی توہین پوری انسانیت کی توہین ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ تو مومنوں کو اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ النبی اولی بالمومنین من انفسھم یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کسی کی جان پر حملہ کیا جائے اور وہ ردعمل کا اظہار نہ کرے۔ یہ تو وہ ذات ہے جس کے بارے میں اہل اسلام کے جذبات یہ ہیں۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا
نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا
کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

ہماری تو کل کائنات نسبت رسالتمآب ﷺ ہے۔ اس لئے مسلمان عزت و عظمت رسول ﷺ کے معاملہ میں کبھی بھی تساہل اور تکاسل کا شکار نہیں ہوسکتا۔

بازار مصطفیٰ ﷺ میں ہر ایک چیز تھی مگر
ہم نے منیر طوق غلامی کو چن لیا

روح محمد ﷺ اِس کے بدن سے نکال دو

خواجہ شاہد ستار سیالوی (لالہ موسیٰ)

آمدِ مصطفیٰ ﷺ نے جو روح بدن انسانیت میں پھونکی اور جس نے قیصر و کسریٰ کے برج الٹ دیئے۔ اُسی روح محمد ﷺ نے بدوؤں کو وقت کا امام بنایا۔ اور وہ دنیا کی کثیر آبادی کے حکمران ٹھہرے لیکن یہ اسی روح محمد ﷺ کے طفیل ممکن ہوا کہ وقت کا حکمران غلام کے اونٹ کی لگام تھامے آگے آگے چل رہا ہے۔ یہ اسی روح محمد ﷺ کے تصدق سے ممکن ہوا کہ وقت کا حکمران ایک یہودی کی فریاد پر عدالت کے کٹہرے میں کھڑا ہے۔ یہ اسی روح محمد ﷺ کی سعادت کہ آقا اور غلام ایک ہی زمین پر بیٹھے ایک ہی تھالی میں کھانا کھا رہے ہیں۔ یہ اسی روح محمد ﷺ کا اثر ہے کہ میزبان اپنے آنے والے مہمان بھائیوں کو اپنی ہر شے میں سے برابر کے حصہ دار بنا رہے ہیں۔ یہ اسی روح محمد ﷺ کی جلوہ آفرینی ہے کہ عمرؓ رات بھر پہرہ دے رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اگر آج فرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوکا مر جائے تو میں روز قیامت اپنے رب کو کیا منہ دکھاؤں گا۔

اور یہ اسی روح محمد ﷺ ہی سے ممکن ہوا ہے کہ دنیا بھر کے تمام علوم کی ترقی مسلمانوں کے ہاتھوں ہوئی۔ اور پھر اسی روح محمد ﷺ کی تڑپ مسلمانوں کو اپنی ماؤں کے دودھ میں پہلی خوراک کے ساتھ ملی۔

وقت اپنی رفتار سے اپنی عمر گزاری اور یہود و ہنوز نے سوچا کہ مسلمانوں کی وہ کیا خوبی اور خصوصیت ہے کہ اگر وہ چھن جائے تو یہ اپنے مقام سے گر سکتا ہے۔ اور آخر یہود و ہنوز نے وہ چیز تلاش کر لی اور یہ فیصلہ ٹھہرایا کہ وہ تو "روح محمد ﷺ" ہے جو اس عام انسانی

جان کو دوسرے تمام انسانوں سے ممتاز و معتبر کرتی ہے۔ اس کے لیے ہر دور میں باقاعدہ سازشیں ہوئیں۔ کبھی تحریری صورت میں تو کچھ زبانی اس روح پر حملے کیے گئے۔ لیکن ہر بار کسی نہ کسی مسلمان کے وجود میں یہ روح بیدار ہوئی اور گستاخوں کو واصل جہنم کیا گیا۔

کبھی غازی علم دین شہید تو کبھی غازی عبدالرشید کی اس روح نے اپنے آقا ﷺ سے محبت کا ثبوت دیا اور جان قربان کر کے عظمت و مقام پایا۔

یہود و ہنوز نے ہمیشہ اس روح کی مسلمانوں میں بیداری کا مختلف حیلے بہانوں سے امتحان لیا۔ اور پھر اس دور میں کبھی سلمان رشدی اور کبھی کارٹون کا سہارا لیا گیا۔ لیکن پھر بھی انہیں کف افسوس کے علاوہ کچھ ہاتھ نہ آیا۔ جرمنی میں کارٹون چھاپنے والے اخبار کے مدیر کو ایک بیدار بخت روح نے انجام تک پہنچانے کے لیے کوششیں کی اور خود جام شہادت نوش کیا۔ عامر عبدالرحمٰن نے یہود و ہنوز کے تمام منصوبہ جات کو خاک میں ملا دیا۔ اور انہیں اندازہ ہوا کہ یہ "روح محمد ﷺ" تن مسلم میں ابھی زندہ اس کو اس تن نازک سے نکالنے کے لیے مزید اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنے ہوں گے۔ کبھی میڈیا میں عورت کو بے لباس کر کے تو کبھی اخبارات میں فحش تصاویر چھاپ کر۔ کبھی مسلمان کو انتہا پسند قرار دے کر تو کبھی مسلمان حکمرانوں کے ذریعہ انہیں محکوم بنا کر۔ لیکن میرا آج بھی ایمان اس بات پر قائم ہے کہ جب تک یہ روح محمد ﷺ مسلمان کے تن میں موجود ہے اس وقت تک مسلمان کو اس کے آقا ﷺ و مولا ﷺ سے محبت کرنے سے ان کے نام پر جان قربان کرنے سے کوئی دنیا کی طاقت روک نہیں سکتی یہی اسی روح محمد ﷺ ہی کی برکت ہے کہ آج ایک صاحب ایمان نوجوان نے کفار کے صدیوں کے منصوبوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ کفر کے ایوانوں میں نئی ترکیبیں سوچی جا رہی ہیں۔ لیکن یہ ممکن ہی نہیں کہ جو چیز مسلمان کی پہلی خوراک کے ساتھ اس کے جسم میں جائے اور جو پہلی آواز دنیا میں آنے کے بعد اس کے کان سنیں وہ اس پر عمل نہ کرے۔ دیر ضرور ممکن ہے لیکن کسی بھی وقت اور کہیں بھی یہ روح محمد ﷺ بیدار ہو کر اپنے آقا کے دشمنوں کے سینوں پر حملہ آور ہو سکتی ہے۔ ہم اس وقت اپنے مرکز قرآن و حدیث سے دور ضرور ہو رہے ہیں لیکن لاتعلق نہیں۔ جو نغمہ اور جو جذبہ ہماری ماؤں نے ہمیں وقت پیدائش ہمیں دیا ہے وہ کبھی ہم سے جدا نہیں ہو سکتا کیونکہ آقا ﷺ کی محبت ہی ہے جس کے لیے دنیا کا ہر مسلمان اپنی جان نچھاور کرنے کے لیے تیار ہے۔

ضرورت صرف اس امر کی ہی ہمارے فروعی اختلافات دور ہوں ہمارے علماء اکرام ہمیں اجتہاد کر کے ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کریں۔ ہمارے حکمران اسلامی طرز حکومت اپنائیں تو پھر وہ وقت دور نہیں جب ہر طرف آپ کو غازی علم دین شہید، غازی عبدالرشید شہید، غازی عامر عبدالرشید شہید نظر آئیں گے۔

جو ایک ہی نعرہ لگائیں گے

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

ملعون اخبارات جنہوں نے گستاخانہ کارٹونز شائع کیے

محمد امیر القادری

نمبر شمار	ملک	اخبار کا نام	تعداد کارٹونز	تاریخ اشاعت
1	ڈنمارک	جیلانڈ پوسٹن	12 کارٹونز	30 ستمبر 2005ء
2	مصر	الفجر	6 کارٹونز	17 اکتوبر 2005ء
3	جرمنی	فرینکفرٹ	ایک کارٹون	7 نومبر 2005ء
4	رومانیہ	ایونمنٹل زیلائی	2 کارٹونز	9 نومبر 2005ء
5	ڈنمارک	ویکنڈ ایوسین	12 کارٹونز	11 نومبر 2005ء
6	ناروے	آفٹن پوسٹن	ایک کارٹون	
7	امریکہ	ڈیلی مرر	2 کارٹونز	12 نومبر 2005ء
8	سویڈن	ایکسپریسن	2 کارٹونز	7 جنوری 2006ء
9	سویڈن	کیولسن پوسٹن	2 کارٹونز	
10	ناروے	جی ٹی	12 کارٹونز	
11	ناروے	ڈیگبلاڈٹ	12 کارٹونز	9 جنوری 2006ء
12	ناروے	میگزینٹ	12 کارٹونز	10 جنوری 2006ء
13	سوئٹزرلینڈ	ڈیگبلاڈٹ	12 کارٹونز	

14	امریکہ	ڈائی ولٹ ووچی	3 کارٹونز	12 جنوری 2006ء
15	آئس لینڈ	سیلینٹ بارورڈیونی	4 کارٹونز	26 جنوری 2006ء
16	جرمنی	ڈی وی	6 کارٹونز	26 جنوری 2006ء
17	فرانس	ڈائی ٹیگورنگ	2 کارٹونز	
18	جرمنی	فرانس سوئر	13 کارٹونز	یکم فروری 2006ء
19	جرمنی	لی مونڈ	ایک کارٹون	یکم فروری 2006ء
20	جرمنی	برلنز نیونگ	12 کارٹونز	یکم فروری 2006ء
21	جرمنی	ڈائی ولٹ	12 کارٹونز	یکم فروری 2006ء
22	جرمنی	ڈائی زیٹ	ایک کارٹون	یکم فروری 2006ء
23	ہنگری	میگا بریلیپ		یکم فروری 2006ء
24	نیندرلینڈ	ڈی والکس کرانٹ	12 کارٹونز	یکم فروری 2006ء
25	نیدرلینڈ	MRC ہینڈلسبلیڈ	12 کارٹونز	یکم فروری 2006ء
26	اٹلی	ایلیسی ویئر	12 کارٹونز	یکم فروری 2006ء
27	پرتگال	لاسیمپا	12 کارٹونز	یکم فروری 2006ء
28	سپین	پیکیو	4 کارٹونز	یکم فروری 2006ء
29	سوئٹزرلینڈ	ایل پرڈیکوڈوے کتیلینا	12 کارٹونز	یکم فروری 2006ء
30	سوئٹزرلینڈ	ایل منڈو	12 کارٹونز	یکم فروری 2006ء
31	سوئٹزرلینڈ	بلک		یکم فروری 2006ء
32	بلجیم	ٹریبون ڈی جنیوا		یکم فروری 2006ء
33	ارجنٹینا	لی ٹیمپس	نیا کارٹون	یکم فروری 2006ء
34	بلغاریہ	لی سوئر		2 فروری 2006ء
35	بلغاریہ	پیکینا		2 فروری 2006ء

36	بلغاریہ	نوینار	12 کارٹونز	2 فروری 2006ء
37	بلغاریہ	مانیٹر	6 کارٹونز	2 فروری 2006ء
38	فرانس	لبریشن	6 کارٹونز	2 فروری 2006ء
39	جرمنی	ٹیکس پینگل		2 فروری 2006ء
40	آئرلینڈ	ڈیلی سٹار	ایک کارٹون	2 فروری 2006ء
41	اٹلی	کوریئر ڈیلاسیرا	2 کارٹونز	2 فروری 2006ء
42	اٹلی	لاریپبلکا	2 کارٹونز	2 فروری 2006ء
43	اردن	ایلشیمان	3 کارٹونز	2 فروری 2006ء
44	اردن	المبور	12 کارٹونز	2 فروری 2006ء
45	نیوزی لینڈ	بزنس ریویو	ایک کارٹون	2 فروری 2006ء
46	سپین	الی پیس		2 فروری 2006ء
47	امریکہ	نیویارک سن	2 کارٹونز	2 فروری 2006ء
48	گرین لینڈ	سرمستساق	3 کارٹونز	2 فروری 2006ء
49	یمن	یمن آبزرور	کارٹونز کے کچھ حصے	2 فروری 2006ء
50	بلجیم	ڈی سٹینڈرڈ	12 کارٹونز	3 فروری 2006ء
51	بلجیم	ہٹ وولک	نئے کارٹونز؟	3 فروری 2006ء
52	بلجیم	ڈی مورگن		3 فروری 2006ء
53	بلجیم	ہٹ نائیوسبلڈ		3 فروری 2006ء
54	جنوبی افریقہ	میل اینڈ گارڈین	2 کارٹونز	3 فروری 2006ء
55	امریکہ	ریورسائیڈ پریس	ایک کارٹون	3 فروری 2006ء
56	اٹلی	لیبرو	12 کارٹونز	3 فروری 2006ء
57	اٹلی	لاپیڈینیا	12 کارٹونز	3 فروری 2006ء

58	سلوواکیا	ایس ایم ای	12 کارٹونز	3 فروری 2006ء
59	کینیڈا	لی ڈی ویئر کیوبک	ایک کارٹون	3 فروری 2006ء
60	امریکہ	امریکن سپیکٹیمین	ایک کارٹون	3 فروری 2006ء
61	چیکوسلواکیہ	ملاڈا فرنٹاونس	12 کارٹونز	4 فروری 2006ء
62	ملائشیا	سروک ٹریبون	ایک کارٹون	4 فروری 2006ء
63	نیوزی لینڈ	کرسچین چرچ پریس	2 کارٹونز	4 فروری 2006ء
64	نیوزی لینڈ	دی ڈومینین پوسٹ	12 کارٹونز	4 فروری 2006ء
65	نیوزی لینڈ	نیلسن میل	ایک کارٹون	4 فروری 2006ء
66	پولینڈ	زیسپو لیٹا	2 کارٹونز	4 فروری 2006ء
67	امریکہ	فلاڈیلفیا انکوائرر	ایک کارٹون	4 فروری 2006ء
68	آسٹریلیا	دی کوریئر میل	ایک کارٹون	4 فروری 2006ء
69	چیکوسلواکیہ	بندینی سیویٹ	4 کارٹونز	5 فروری 2006ء
70	فجی	فجی ڈیلی پوسٹ	12 کارٹونز	5 فروری 2006ء
71	سوئٹزرلینڈ	نزایم سونٹنگ	ایک کارٹون	5 فروری 2006ء
72	امریکہ	ایکرون بیکن جرنل	ایک نیا کارٹون	5 فروری 2006ء
73	اسرائیل	یروشلم پوسٹ	12 کارٹونز	6 فروری 2006ء
74	وینزویلا	الئیماس نوٹیکاس		6 فروری 2006ء
75	کرونیا	نیکنسل	12 کارٹونز	6 فروری 2006ء
76	انڈونیشیا	پیا ٹیبلوڈ	10 کارٹونز	6 فروری 2006ء
77	یوکرائن	سیگو دینا		6 فروری 2006ء
78	یمن	الحریا		6 فروری 2006ء
79	یمن	الرئی الم		6 فروری 2006ء

80	الجریا	اریسلا		6 فروری 2006ء
81	برازیل	ریلوستاویچا		6 فروری 2006ء
82	تھوانیا	ری پبلیکا	3 کارٹونز	7 فروری 2006ء
83	امریکہ	ڈینورارا کی ماؤنٹین نیوز	ایک کارٹون	7 فروری 2006ء
84	برطانیہ	گیئر ریاد	یک کارٹون	7 فروری 2006ء
85	آسٹریلیا	آسٹریلیا	مارننگ بلیٹن	8 فروری 2006ء
86	فرانس	چارلی ہیبڈو	13 کارٹونز	8 فروری 2006ء
87	کینیڈا	UPEI کیڈر	12 کارٹونز	8 فروری 2006ء
88	لیتھوانیا	ویکرو آئینوس	13 کارٹونز	8 فروری 2006ء
89	امریکہ	وکٹر ویلا ڈیلی پریس	ایک کارٹون	9 فروری 2006ء
90	امریکہ	ڈیلی سٹرینجر	4 کارٹونز	9 فروری 2006ء
91	امریکہ	ڈیلی لین	6 کارٹونز	9 فروری 2006ء
92	کینیڈا	جیوش فری پریس	3 کارٹونز	9 فروری 2006ء
93	کینیڈا	ویسٹرن سٹینڈرڈ	12 کارٹونز	13 فروری 2006ء
94	فرانس	لی پیراسن		
95	ہنگری	Nepszabadsag		
96	سوئٹزرلینڈ	24 باور		
97	الجیریا	اریی سالار	Blurred کارٹونز	6 فروری 2006ء
98	الجیریا	ارکا	Blurred کارٹونز	6 فروری 2006ء
99	آسٹریلیا	برسبین کوریئر میل	ایک کارٹون	5 فروری 2006ء
100	آسٹریلیا	راکھم پٹن مارننگ بلیٹن	ایک کارٹون	8 فروری 2006ء

101	آسٹریا	ڈرسٹینڈرڈ	3 کارٹونز	2006ء
102	یمن	یمن آبزرور		فروری 2006ء
103	یمن			2 فروری 2006ء
104	برازیل	ریلوستاویجا	3 کارٹونز	7 فروری 2006ء
105	کینیڈا	UPEI کیڈر	12 کارٹونز	8 فروری 2006ء
106	کروشیا	نیشنل	12 کارٹونز	6 فروری 2006ء

متعفن سوچ کے مکروہ مظاہرے

عرفان صدیقی

ڈنمارک کے ایک اخبار کی جسارت محض کسی آوارہ خو فرد واحد کے دماغ میں اٹھنے والا فتور یا اس کی فکر بیمار میں انگڑائی لینے والی شیطنت کا نتیجہ نہیں، بلکہ یہ اس عمومی روش کا اظہار ہے جو امریکہ اور یورپ کے باسیوں کے دل و دماغ میں سرطان کی طرح گھر کر چکی ہے اور وہ ترقی کی رفعتوں سے ہمکنار ہونے کے باوجود بغض، نفرت، کدورت اور گراوٹ کی پستیوں سے اوپر نہیں اٹھ پائے۔ اسلام مسلمانو اور اسلام کی علامتوں اور شعائور کے ساتھ ان کے رویے کا سبب صدیوں پر محیط وہ عمل ہے جس سے اسلام کو ایک توانا، فعال، متحرک، انسانیت نواز، زندگی افروز اور جفاکش فلسفہ زندگی کے طور پر پیش کیا ہے جو تمام تر ناکہ بندیوں کے باوجود یورپ اور امریکہ میں تیزی کے ساتھ پھیلنے والا سرفہرست مذہب بن چکا ہے جس کی ''روح جہاد'' نے ان کی نیندیں حرام کر رکھی ہیں۔

ان کا کہنا ہے کہ یہ ''آزادی اظہار'' کا تقاضا ہے اپنی رائے اپنی سوچ اور اپنا خیال پیش کرنے کا فطری حق ہے جس پر کوئی قدغن نہیں لگائی جاسکتی۔ ڈنمارک کے وزیر اعظم فرماتے ہیں کہ ساری دنیا کو اس حق کا احترام کرنا چاہئے کسی ریاست کو پریس کے رویے کا ذمہ دار نہیں ٹھہرانا چاہئے لیکن معاملہ اتنا سادہ نہیں یہ محض آزادی اظہار آزادی فکر یا رائے کی آزادی کا معاملہ بھی نہیں یہ ایک سوچی سمجھی مہم ہے جو برس ہا برس بلکہ صدیوں سے جاری ہے اور جس میں نائن الیون کے بعد زبردست شدت آگئی ہے وہ جانتے ہیں کہ اسلام میں رسالت محمدی ﷺ کا مرتبہ و مقام کیا ہے اور نبی آخر الزمان ﷺ سے عقیدت و محبت اہل ج-

کا کتنا گراں بہا سرمایہ ہے۔ جعلی نبوتوں کی تخلیق ناموس رسالت پر حملے اور رحمت دو جہاں کے بارے میں مکروہات کی اشاعت اسی ناپاک مہم کا حصہ ہے ڈنمارک کے اخبار ''جیلینڈز پوسٹن'' Jyllands Posten نے اگست کے اواخر میں ایک اشتہار کے ذریعے پریس پینٹرز ایسوسی ایشن کے ارکان کو باضابطہ دعوت دی کہ وہ پیغمبر اسلام کے خاکے بنائیں۔

منتخب خاکے پینٹرز کے ناموس کے ساتھ شائع کیئے جائیں گے۔ اس اشتہار جواب میں پینٹرز ایسوسی ایشن کے چالیس ارکان میں سے بارہ نے خاکے بنا کر بھیجے۔ یہ بارہ کے بارہ خاکے ستمبر میں شائع کر دیئے گئے۔ ڈنمارک اس سے قبل بھی اس نوع کی کئی وارداتیں کر چکا ہے۔ جولائی 2005ء میں ایک ڈنمارک ریڈیو چینل نے کہا مسلمانوں کا واحد علاج یہ ہیکہ اگر ہم انہیں ہلاک نہیں کر سکتے تو کم از کم یورپ سے باہر ضرور دھکیل دیں ستمبر 2005ء میں ڈنمارک پیپلز پارٹی کی ایک سرکردہ رکن لوئس فریورٹ نے اپنے ایک مضمون میں لکھا کہ ڈنمارک میں پیدا ہونے والے مسلم نوجوان بھی بنیاد پرستانہ تعلیم سے آراستہ ہیں جو ہمارے معاشرے سے مطابقت نہیں رکھتی چونکہ ہمارا قانون دشمنوں کو سر عام قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا اس لیے ان مجرموں سے نبٹنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ انہیں حوالہ زنداں کر دیا جائے یا پھر انہیں روس کے جیل خانو میں بھیج دیا جائے ایک اور مضمون میں مسلمانوں کو ایسے کینسر سے تشبیہ دی گئی جس کا علاج آپریشن کے سوا کچھ نہیں۔

ڈنمارک کے بعد ناروے اور ناروے کے بعد فرانس کے اخبارات نے بھی یہ توہین آمیز کارٹون اپنے اخبارات کی زینت بنائے ہیں پھر اس نوع کے کارٹون جرمنی، اٹلی، ہالینڈ، پرتگال، سپین اور سوئٹزر لینڈ کے ابارات میں شائع ہوئے ہیں۔ فرانس کے اخبار France Soir نے اخبار کے مینجنگ ایڈیٹر کو تو برطرف کر دیا لیکن اگلے ہی دن اداریے میں کارٹون کی اشاعت کے حق میں پر زور دلائل دیئے گئے اب فرانس کے ایک اور معتبر اخبار Mondele نے اپنے صفحہ اول پر یہ توہین آمیز کارٹون شائع کیے ہیں۔ بی بی سی نے بھی ان کارٹونوں کو اپنی نشریات کی زینت بنایا ہے اور دلیل دی ہے کہ ان سے مسلمانوں کے جذبات کیش دت سمجھنے میں مدد ملے گی۔ سویڈن کے ایک اخبار ''ایس ڈی کو یرن'' نے دعوت عام دی ہے کہ پیغمبر ﷺ اسلام کے خاکے بنا کر بھیجے جائیں جو مارش میں شائع کیے جائیں گے۔

اس منظر نامے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ناموس رسالت پر مکروہ حملے کیس فرد

واحد کے خبث باطن کا اظہار نہیں، مغرب کی متعفن سوچ کا شاخسانہ اور سوچی سمجھی مکروہ مہم کا حصہ ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ سائنس کی سرداری، ٹیکنالوجی کی تاجداری اور علوم وفنون کی عملداری کے باوجود اسلام کے بارے میں مغرب کی سوچ کس قدر پست اور کتنی نفرت بھری ہے اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ دہشت گردی کا سرچشمہ کہاں ہے؟ مسلمانوں کے ذہنوں میں چنگاریاں سلگانے ان کے دلوں میں آگ بھڑکانے اور انہیں جانوں سے بے نیاز ہو کر خود کش حملوں پر ابھارنے والی ہوائیں کہاں سے آ رہی ہیں اسی پس منظر میں ایک بار پھر سوچیۓ کہ کیا نائن الیون کے بعد ''دہشت گردی'' کے خلاف جنگ کا اعلان کرتے وقت بش کے ہونٹوں سے ''کروسیڈ'' کا لفظ یونہی پھسل گیا تھا یا اسکے پس منظر میں بھی اسلام اور اہل اسلام کے خلاف نفرتکا شیش ناگ سسکاریاں لے رہا تھا؟ میں ابھی تک ''کن فش برگ'' نامی اس امریکی نوجوان کو نہیں بھولا جس نے اسامہ بن لادن کی تصویروں والے ٹائلٹ پیپر رول بنانے کا اعلان کیا تھا اور امریکہ کی اعالی مرتب بارگاہوں سے اسے اتنے آرڈرز ملے تھے کہ چوبیس گھنٹے فیکٹری چلا کر بھی اس کے لیے آرڈرز کی تکمیل مشکل ہو گئی تھی۔ کیا اس قدر متعفن اتنا مکروہ اور ایسا اخلاق باختہ تصور کسی کلمہ گو مسلمان کے حاشیہ خیال میں بھی آ سکتا ہے؟

وہ خاکے بنائیں کارٹون تراشی یا تصوری کشی کریں؟ ازل سے ادب تک جاری اس سرچشمہ نور کا کچھ نہیں بگڑے گا جو کرہ ارضی کے ہر گوشے میں لو دے رہا ہے۔ جس کے ذکر جمیل کو خود خالق کائنات نے رفعتیں بخش دیں وہ چمگادڑوں، جھینگروں اور کارکروچوں کی ہرزہ سرائی سے بہت بالا ہے وہ کیا جانیں کے غبارِ راہ کو فروغ وادی سینا بخشنے والی ہستی کیا تھی؟ جس نے بنی نوع انسان کو عظمت انسانی درس دیا جس نے آدمیت کے ارفع قرینے دیئے جس نے حقوق انسانی کی تصور سے آشنا کیا جو اربوں انسانوں کے دلوں کی خوشبو، ذہنوں کا اجالا، روحوں کی آسودگی اور جذبوں کی رحرات ہے۔ چند شیطنت مزاج نابکاروں کی ایسی حرکتیں ان کی سوختہ بختی اور کم نصیبی کے سوا کچھ نہیں۔ اس کا جواب دینا ہی ہے تو یورپ کے اقتصادی مفادات پر ضرب لگایئے۔ مسلمان ملکوں کی مارکیٹیں، ڈنمارک کی ڈیری مصنوعات سے بھری پڑی ہیں۔ ابھی تک سعودی عرب، کویت، لیبیا اور ایران کے سوا کسی نے ٹھوس ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ او آئی سی حسبِ معمول گہری نیند سوئی ہے اور ہم بدستور اس بے ننگ

و نام جنگ کا ایندھن بنے ہوئے ہیں جسے خود یورپ اور امریکہ بھڑکا رہے ہیں۔ الزام مسلمانوں کے سر تھوپا جارہا ہے کہ وہ انتہا پسند اور بنیاد پرست ہیں جمہوری تکے معنی خود مختار اسلامی ممالک پر لشکر کشی، انصاف کے معنی اہل حرم کی لہو نوشی، دہشت گردی کے خلاف جنگ کا مفہوم عالم اسلام کی سرکوبی اور آزادی اظہار کی تفسیر اسلام، اسلامی شعائر اور اسلامی علامات کو گالی دینا ہے اس کے باوجود ہم تنگ نظر اور وہ روشن خیال ہیں اور اس کے باوجود ہم دہشت گرد اور وہ امن و آشتی کے سفیر ہیں۔

تحریک تحفظ ناموس رسالت چند گذارشات

مفتی منیب الرحمٰن (صدر تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان)

ملت کفر کی جانب سے ناموس رسالت ﷺ پر حملے اور توہین رسالت کے ارتکاب کے انتہائی سنگین اور اندوہناک واقعے کے نتیجے میں عالم گیر سطح پر مسلمانوں میں شدید ترین ذہنی کرب اور اضطراب پیدا ہوا، جس کے بے ساختہ اور بے قابو اظہار کے مظاہر ہر روز الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا میں نظر آ رہے ہیں اور پاکستانی مسلمانوں کی اپنی تمام تر عملی کوتاہیوں کے، باوجود ذات رسالت مآب ﷺ سے عقیدت و محبت جذباتی وابستگی اور جان نثاری ایمان کا اولین تقاضا بھی ہے اور ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے، پاکستان میں مسلمانوں کے بے ساختہ فطری ردعمل کے طور پر احتجاج جلسوں، جلوسوں اور ریلیوں کا سلسلہ تسلسل سے جاری ہے اس کی ضرورت بھی ہے، بلکہ یہ دینی فریضہ ہے۔

لاکھوں نفوس کی شرکت کے باوجود ان احتجاجی جلوسوں اور ریلیوں میں جہاں تقدس، پاکیزگی، امن و امان اور عشق رسالت کے باوقار مظاہر نظر آئے وہاں آتش زنی، توڑ پھوڑ اور تخریب کے المناک و شرمناک مناظر بھی دیکھنے کو ملے۔ اور آخر میں اسلام آباد کے احتجاجی پروگرام کو روکنے کیلئے شہر کی ناکہ بندی کرنے اور شیلنگ کے ناخوشگوار واقعات رونما ہوئے۔

اس پس منظر کے تناظر میں ہم صدر پاکستان جناب جنرل مشرف وزیراعظم جناب شوکت عزیز، حکومتی اتحاد میں شامل تمام جماعتوں، پارلیمنٹ میں حزب اختلاف کی تمام جماعتوں، پارلیمنٹ سے باہر دینی اور سماجی تنظیمات اور قوم کے تمام طبقات سے اپیل کے

ساتھ چند دردمندانہ گزارشات پیش کرنا چاہتے ہیں۔

1- تحفظ ناموس رسالت ﷺ امت مسلمہ کا مسئلہ ہے' دین و ایمان کا مسئلہ ہے' اسے حزب اقتدار و اختلاف کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ جو جہاں اور جس حیثیت میں ہے اسے اسے مکمل ذمہ داری کے ساتھ اس میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے' حکومت سے باہر جو عناصر ہیں' ان کا کام پر امن' منظم اور موثر احتجاج کرنا' اپنی حکومت اور ملت کفر تک اپنی آواز پہنچانا اور اپنی بہترین صلاحیت کے مطابق ایسی موثر تجاویز' اقدامات اور حکمت عملی سے حکومت کو آگاہ کرنا ہے' جو اس تحریک تحفظ ناموس رسالت کے مقدس مشن کے حصول میں ممدومعاون ہوں۔ اور حکومت وقت کا کام اپنے عوام اور امت مسلمہ کے جذبات اور احساسات کی نہ صرف ملی و دینی غیرت وحمیت پر مبنی مکمل ترجمانی کرنا بلکہ سیاسی' سفارتی اور اقتصادی میدان میں ایسے موثر عملی اقدامات کرنا جن کے نتیجے میں ملت کفر اور اہل مغرب ''تحفظ ناموس رسالت'' کیلئے موثر عملی اور قانونی اقدامات کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ توہین رسالت کی پشت پناہی کرنے والے ممالک کا سیاسی' سفارتی و اقتصادی روابط کا انقطاع اور ان کی مصنوعات کا بائیکاٹ اس کی موثر صورت ہے۔ تاہم مغربی ممالک کے وہ غیر مسلم شہری جو حکومت پاکستان کی باقاعدہ اجازت سے قانونی دستاویزات کے ساتھ ہمارے ملک میں مقیم ہیں' وہ ہمارے معاہد ہیں اور ان کی جان و مال کا تحفظ ہماری ذمہ داری ہے۔

2- اقوام متحدہ' ہیومن رائٹس کمیشن' یورپین یونین' امریکہ اور بین الاقوامی اداروں کو اس بات پر آمادہ کرنا کہ ''منشور حقوق انسانی'' اور ''آزادی اظہار'' کی تعریفات وحدود کا ازسرنو تعین کریں اور ناموس الوہیت ونبوت اور الہامی مذاہب کی اہانت کو بین الاقوامی قانون میں جرم قرار دیں' اور ایسے مجرموں کیلئے سزاؤں کا تعین کر کے ان کو بین الاقوامی عدالت کے سپرد کیا جائے۔

3- ہر ذی شعور جانتا ہے کہ امت مسلمہ بوجوہ اس وقت طاقت کی پوزیشن میں نہیں ہے لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ باطل سے مرعوب ہو کر دینی ملی اور قومی

غیرت کا سودا کر لیا جائے اور ذہنی وفکری غلامی کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے قبول کر لیا جائے۔

4- جس طرح بین الاقوامی طور پر بے قصور لوگوں کی جانیں تلف کرنا' مجبور ومعذور بنا دینا' جان و مال کی حرمت کو پامال کرنا دہشت گردی ہے' بالکل اسی طرح ذہنی' فکری' اعتقادی اور نظریاتی اذیت رسانی کو بھی دہشت گردی بلکہ سب سے سنگین دہشت قرار دیا جائے۔

5- ہم سب جانتے ہیں ''او۔ آئی۔ سی'' ایک کمزور ادارہ ہے' لیکن مجبوری یہ ہے کہ امت مسلمہ کا یہی واحد مشترکہ عالمی فورم ہے' لہٰذا اسے متحرک کرنا اور اس میں جان ڈالنا ضروری ہے۔ صدر پاکستان پر لازم ہے کہ وہ تحفظ ناموس رسالت کے لئے اپنا موثر کردار ادا کریں اور توہین رسالت کے مرتکبین اور ان کے پشت پناہ ممالک کے خلاف موثر اقدامات کیلئے او۔آئی۔سی کا ہنگامی اجلاس طلب کرنے میں پہل کریں' اور اعلانیہ طور پر باقاعدہ طریقے سے نہ صرف اس کا مطالبہ کریں بلکہ مسلم ممالک کا دورہ کر کے انہیں اس پر آمادہ کریں۔

6- ہماری رائے میں او۔ آئی۔سی کا مجوزہ ہنگامی سربراہی اجلاس مدینہ منورہ میں منعقد کیا جائے۔ اور مسلم ممالک کے تمام حکمران رسول ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر تحفظ ناموس رسالت کا عہد کریں اور اجتماعی طور پر موثر عملی اقدامات کا اعلان کریں۔

7- چھپن ممالک کی اجتماعی آواز اور ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی افرادی قوت اور مارکیٹ اتنی بھی بے توقیر وبے اثر نہیں کہ کوئی اس آواز پر بالکل کان نہ دھرے لہٰذا مسلم اُمہ اپنا وجود منوانے میں دیر نہ کرے۔

8- امت مسلمہ کو وقار بلند کرنے اور عالمی برادری میں باعزت مقام حاصل کرنے کے لیے سائنس' ٹیکنالوجی' ہائی ٹیک' تجارت وصنعت اور جدید علوم وفنون میں مہارت حاصل کرنی ہوگی' مصنوعات کو بین الاقوامی معیار پر لانا ہوگا' صنعت کی ترقی' تجارت میں امانت و دیانت' نظام حکمرانی میں عدل اجتماعی کی ضمانت اور اسلامی شورائی نظام اور قانون حکمرانی کے مسلمہ معیارات کو اپنانا ہوگا۔

-9 قوم کی امانت اقتدار' امانت حقوق اور قومی خزانے کو کرپشن' خورد برد' اقرباء پروری کی لعنت سے پاک کر کے عہدوں اور مناصب کی امانت کو اہل لوگوں کے سپرد کرنا ہوگا۔

-10 ہم یہ بھی باور کرانا چاہتے ہیں کہ ''تحریک تحفظ ناموس رسالت'' ایک مقدس' پاکیزہ اور باوقار مشن ہے۔ گھیراؤ' جلاؤ' لوٹ مار' جان و مال اور آبرو کی حرمت کی پامالی کی حرکات نہ صرف یہ کہ فساد' تخریب اور دہشت گردی ہے بلکہ اس اعلیٰ ترین روحانی مقصد کے منافی ہے۔ اس میں جہاں اس تحریک پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے' کہ وہ اپنے عوام کو شرعی' قانونی اور اخلاقی دائرے کے اندر رکھیں' وہاں حکومت کی بھی پوری ذمہ داری ہے کہ تخریبی عناصر کو دراندازی کر کے ملک و قوم اور اس کے اعلیٰ وقار کو تباہ کرنے کا موقع نہ دیں' لاہور پشاور کے واقعات ہم سب کے لیے باعث عار اور عالمی سطح پر رسوائی کا باعث ہیں۔

-11 علماء پر مقدمات دائر کرنے اور ان کو مورد الزام ٹھہرانے کے بجائے قانون نافذ کرنے والے اداروں اور حکومت کا فرض ہے کہ اصل تخریبی عناصر کا کھوج لگا کر انہیں قرار واقعی عبرت ناک سزا دیں۔ ہم حزب اختلاف سے بھی اپیل کرتے ہیں ان مقدس اجتماعات کے خطابات کو عظمت رسول کے موضوع تک ہی محدود رکھا جائے اور یہ تاثر نہیں پیدا ہونا چاہیے کہ تحفظ ناموس رسالت کی مقدس تحریک میں سیاسی مقاصد کی آمیزش بھی ہے۔

-12 ہم تمام مسلمانوں پر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہماری پرُامن تحریک توہین رسالت کا ارتکاب کرنے والوں اور ان کے پشت پناہ مغربی ممالک کے حکمرانوں کے خلاف ہے' پاکستان کی اقلیتی برادری کے لوگوں یا مسیحی مذہب کے خلاف نہیں ہے۔ اقلیتوں کی جان' مال' آبرو اور عبادت گاہوں کا تحفظ ہماری آئینی اور قانونی ذمہ داری ہے اور چرچ یا کسی عبادت گاہ پر حملہ ہماری تحریک کے لیے نقصان دہ ہے اس سے مکمل طور پر اجتناب کیا جائے۔

ہماری رائے میں صحیح طریقہ یہ ہے کہ حکومت سرکردہ علماء کو بلا کر باہمی مذاکرات کے ذریعے اس مسئلے کا حل تلاش کرے اور پرُامن احتجاج کرنے والوں اور شرپسند عناصر

میں فرق کرے اور جان و مال کے نقصانات کی تلافی کرے۔ ہم اپنی بساط کے مطابق صورت حال کی اصلاح کے لیے دین و ملک کے بہترین مفاد میں ہر تعاون کے لیے تیار ہیں' یہ حکومت کے بھی بہترین مفاد میں ہے۔ کہ جلد از جلد حالات معمول پر لائیں تا کہ خوف ہراس کی فضا ختم ہو۔ عوام شب و روز درس و تدریس' وعظ و تقریر اور تزکیہ و تربیت میں مشغول علماء کو فسادی و تخریب کار قرار دینے پر ہرگز اعتماد نہیں کریں گے۔ ہم نے اہلسنت کے زیر اہتمام 13 فروری کو راولپنڈی اور 16 فروری کو کراچی میں لاکھوں نفوس کی روح پرور فضا میں منظم و پرُامن احتجاجی ریلیاں منعقد کر کے ثابت کیا ہے کہ اپنی آواز کو اس طرح بھی دوسرے فریق تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ حکومت کا بھی فرض ہے کہ وہ دلیل و استدلال' متانت و وقار اور امن و آشتی کو فروغ دینے والوں کو اہمیت دے اور ملک و ملت کے مفاد میں ''تعاونو علی البر'' کے قرآنی حکم پر عمل کرے۔ ہم بنیادی طور اکیڈمک لوگ ہیں' روایتی حزب اقتدار و اختلاف سے ہمارا تعلق نہیں ہے۔ ہم صرف احتساب' تعمیری تنقید اور اصلاح کے خواہاں ہیں۔

....

کب بھلا...... (ظفر علی راجا)

دل کو بہلانے کا اِک حربہ ا
خواب سی اِک آرزو مندی گگی
بند رہتے کب جلوسوں پہ ہوئے
کب بھلا جذبوں پہ پابندی گگی

توہین آمیز خاکے اور مغرب کا دوغلا پن

کیا ہولو کاسٹ کا قانون آزادی اظہار پر قدغن نہیں؟

قائد انقلاب پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری، بانی تحریک منہاج القرآن

بعض یورپی اخبارات میں پیغمبر اسلام کے بارے میں توہین آمیز اور گستاخانہ خاکوں کی اشاعت نے دنیا کو انتہائی ہیجانی اور اشتعال انگیز صورت حال سے دوچار کر دیا ہے، اس معاملے سے نبرد آزما ہونے میں حکومتوں کی ناکامی کے باعث دنیا بھر میں بڑھتے ہوئے اضطراب اور بے چینی کی ایسی فضا پیدا ہو گئی ہے جس کا خاتمہ ہوتا قریب نظر نہیں آتا، اگر اس کشیدہ صورت حال کو اسی طرح بے قابو رہنے دیا گیا تو پر امن بقائے باہمی کا تصور محض خطرے میں پڑ جائے گا اور اگر اس سے پیدا ہونے والے بگاڑ کا مداوا نہ کیا گیا تو اس امر کا امکان ہے کہ نہ صرف تہذیبیں آپس میں متصادم ہوں گی بلکہ یہ تصادم مذاہب اور معاشروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے گا اس مراسلے کا مقصد معاملے کو صحیح تناظر میں رکھتے ہوئے حقیقت پسندانہ اور قابل عمل اقدامات تجویز کرنا ہے جس سے سلجھاؤ کی صورت نکل سکے۔

فی الوقت ملوث اخبارات آزادی اظہار کے حق کو اس قبیح اشاعت کا جواز بنا رہے ہیں، اس کے دفاع میں وکالت کرنے والے آزادی تقریر کی تقدیس پر زور دے رہے ہیں۔ جس کا علم بلند رکھنا ان کے نزدیک ضروری ہے چاہے اس کے نتائج کچھ بھی ہوں، تاہم فی الحقیقت یہ معاملہ آزادی اظہار کا نہیں کیونکہ یہ کوئی مطلق حق نہیں، نہ ہی کوئی ایسا

دعویٰ کر سکتا ہے۔

حقوق اپنی نوعیت کے اعتبار سے باہم معکوس ہوتے ہیں اور ان کی تنقید کا دارومدار باہمی طور پر دیگر بنیادی حقوق پر ہوتا ہے۔ اس بات پر اصرار کرنا غلطی ہو گا کہ کوئی حق مطلق ہوتا ہے اس لئے کہ اس حق کی زد دوسروں کے بنیادی حقوق پر پڑ سکتی ہے مہذب اور جمہوری دنیا کا حصّہ ہونے کے دعویدار ہر ملک نے اظہار کی آزادی پر اپنے معاشرے کے مفاد میں کچھ حدود اور پابندیاں عائد کر رکھی ہیں تا کہ ایک خاص سطح کے انسانی طرز عمل کو برقرار رکھا جا سکے۔ ایسی پابندیاں بعض اوقات مقامی رسوم و رواج اور معاشرتی روایات پر مبنی ہوتی ہیں تو بعض اوقات ثقافتی اقدار اور مذہبی تعلیمات کی بنیاد بنتی ہیں اس کی روح یہ ہے کہ وہ اپنے اخلاقی، تہذیبی، سماجی اور معاشرتی اقدار اور وقار کے تحفظ کے داعی بنیں۔

لہٰذا اس شور و غوغا کا بلند کرنا کہ مسلمانوں کے احتجاج اور مظاہروں سے آزادی تقریر و تحریر پامال ہو رہی ہے حقیقت کو جھٹلانے کے مترادف ہے مثال کے طور پر بچوں میں جنسی ہیجان پیدا کرنے والی آزادانہ فحش نگاری یا مذہبی و نسل پرستانہ نفرت کی میڈیا میں تشہیر کرنے پر بجا طور پر بہت سے ممالک میں پابندی لگی ہوئی ہے۔ بہت سے یورپی ملکوں میں عالمی جنگ کی تباہی سے انکار ایک جرم تصور کیا جاتا۔ آسٹریا، بیلجیم، فرانس، جرمنی، اسرائیل، ایتھوپیا، پولینڈ، رومانیہ، سلوا کیہ اور سویٹزرلینڈ میں یہ ایک فوجداری جرم ہے جس کی سزا جرمانوں اور قید کی صورت میں دی جاتی ہے ایک برطانوی اخبار (27 جنوری 2003ء) نے اسرائیلی وزیراعظم ایریل شیرون کا کارٹون شائع کیا جس میں دکھایا گیا کہ وہ ایک فلسطینی بچے کا سر کھا رہا ہے اور کہہ رہا ہے "اس میں کیا برائی ہے تم نے اس سے پہلے کسی سیاستدان کو نومولود بچوں کو کبھی چومتے ہوئے نہیں دیکھا"۔ اس کارٹوں نے اسرائیل سمیت دنیا بھر کی یہودی آبادیوں میں ایک طوفان برپا کر دیا۔ خاکہ حقیقت کے چاہے کتنا ہی قریب ہو یہ ردعمل اس قوم کا اپنے لیڈر کے لئے ایک فطری بات تھی۔

حال ہی میں اٹلی کے وزیراعظم نے جب یہ بیان دیا کہ وہ رومی سیاست کے یسوع مسیح ہیں تو کلیسائے روم اور اطالوی سیاستدانوں نے اس پر گہرے غم و غصّے کا اظہار کیا۔

کلیسائے رومؒ کے اعلیٰ عہدیدار نے کہا کہ ہمیں معلوم ہے کہ وہ کہیں گے کہ انہوں نے یہ جملہ ازراہ تفنن کہا لیکن اس طرح کے جملے مذاق میں بھی نہیں کہنے چاہیں

یہاں بھی معاملہ آزادی اظہار پر پابندی کا نہیں بلکہ تہذیبوں کی مقدس ہستیوں اور علامات کی گستاخی اور بے ادبی کے عنصر کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔

دنیا کے کم وبیش تمام ممالک میں ہرجانہ کے دیوانی قانون کے تحت ہتک عزت کا قانون نافذ ہے جس کے تحت کسی فرد کو کسی کی حق تلفی یا شہرت کے نقصان پر ہرجانہ ادا کرنے کی سزا دی جا سکتی ہے اس طرح آزادانہ اظہار کے مطلق حق کی تعزیر کسی فرد کے حقوق کو توازن عطا کرنے کے لئے عمل میں لائی جاتی ہے۔ بعینہ اگر کسی کا کوئی عمل ایک خاص قوم یا ملت کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کا باعث بنتا ہے تو آزادی تقریر کی آڑ میں اسے کبھی جائز نہیں گردانا جا سکتا' مزید برآں بہت سے ملکوں میں مخصوص قومی اداروں کے دستور کو تضحیک و توہین قانونی طور پر قابل گرفت ہے اور اس کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے ان قومی اداروں میں فوج' قانونی عدالتیں یا پارلیمنٹ شامل ہیں' اس طرح دنیا بھر میں توہین عدالت کا قانون موجود ہے جو آزادی تقریر پر سخت پابندیاں عائد کرتا ہے اس کی خلاف ورزی کرنے پر قید کی سزا دی جا سکتی ہے اگر مطلق آزادی اظہار کا قانون موجود ہے تو ان قوانین پر اعتراضات کیوں نہیں اٹھائے جاتے؟

کسی فرد کی عزت و آبرو کا تحفظ ایک بنیادی انسانی حق ہے جس میں نازیبا کلمے اور گستاخانہ الفاظ کہنے اور لکھنے کی ممانعت' ہتک عزت پر پابندی اور مذہبی آزادی کا تحفظ شامل ہے اقوام متحدہ کا منشور اور بہت سے ممالک کے دساتیر اور قوانین میں ان حقوق کے تحفظ کی شق موجود ہے۔

یو این او چارٹر کی دفعہ

UNO چارٹر کی دفعہ (ii) کے مطابق اقتصادی' سماجی' ثقافتی انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام کی حوصلہ افزائی کرنا' سب کیلئے بلا امتیاز نسل' جنس' زبان و مذہب کی آزادی انسانی حقوق تسلیم کیا گیا۔

نیز اس شق کو انسانی حقوق کے یورپی کنونشن کی دفعہ 9 میں بھی تسلیم کیا گیا ہے اپنے مذہب یا عقائد کی آزادی کو ظاہر کرنے پر صرف ایسی حدود عائد کی جائیں گی جو جمہوری معاشرے میں عوام کے اجتماعی تحفظ' عوامی نظم ونسق کی بحالی' صحت یا اخلاق عامہ یا

دوسروں کے حقوق اور آزادیوں کی حفاظت کے لئے ضروری ہوں اور ان کے لے قانونی ضابطے موجود ہوں۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ دستور' ترمیمی برائے حقوق

''کانگریس مذہب کو قائم کرنے یا اس کی آزادی میں رخنہ اندازی کرنے یا تقریر اور پریس کو پابہ زنجیر کرنے' یا لوگوں کے آزادانہ اجتماع کے حق کی پاسداری اور حکومت کو شکایات کے ازالے سے روکنے کے لئے کوئی قانون وضع نہیں کرے گی''۔

بعض امریکی ریاستوں نے گستاخانہ تضحیک و تحقیص کی روک تھام کے حوالے سے قوانین اپنی قانون کی کتابوں میں درج کر رکھے ہیں۔ (باب 272' سیکشن 360)

''جو کوئی بھی خدا کے پاک نام پر دانستہ گستاخانہ اور بے ادبی کے الفاظ کہتا ہے یا خدا کے بارے میں بدزبانی' بیہودہ گستاخانہ زبان درازی اور یا وہ گوئی سے کام لیتا ہے یا اس کی مخلوق مملکت یا حتمی انصاف کرنے والی ہیبت مقتدرہ کو ہدف بناتا ہے یا یسوع مسیح یا مقدس روح کی تضحیک کرتا ہے' مقدس صحیفوں میں درج خدائی فرامین کی ہتک اور توہین کرتا ہے اسے جیل میں قید کی سزا دی جائے''۔

مثال کے طور پر عیسائی دنیا میں گرجوں کی تقدیس کو قانون کا درجہ حاصل ہے' بعض یورپی ممالک کے دساتیر میں ان کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے' ڈنمارک کے دستور کی سیکشن 4 (سٹیٹ چرچ) کی مثال موجود ہے جس میں کہا گیا ہے۔

''او ینجیلیکل لوتھرن (پروٹسٹنٹ) چرچ ڈنمارک کا ریاستی قائم کردہ چرچ ہوگا اور اس کی مدد واعانت ریاست کے ذمہ ہوگی''۔

مذکورہ بالا قوانین سے یہ بات اظہر من الشمس کہ آزادی تقریر ایک بنیادی حق تو ہے مگر یہ ایک مطلق حق نہیں' ماضی میں سینکڑوں کی تعداد میں ایسی کتابوں اور اخباری مضامین شائع ہوئے ہیں جن میں اسلام کو ہدف تنقید بنایا گیا ہے اور مسلمانوں کے بنیادی عقائد کی تضحیک کی کوشش کی گئی ہے مگر مسلمانان عالم نے کبھی اس عالمانہ بحث مباحثے پر اعتراض نہیں کیا کیونکہ یہ بات بخوبی ان کے علم میں ہے کہ یہ اسلام پر جاری بحث مباحثے کا حصہ ہے اور یہ آزادی اظہار کے ضابطوں کے زمرے میں آتا ہے لاتعداد اخبار مقالوں اور

مضامین میں اسلام کو بالکل غلط رنگ میں پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ صریحاً جھوٹ اور مبالغہ آمیز کہانیوں پر مبنی مواد اسلام کے حوالے سے پریس میں چھاپا جاتا ہے۔ لیکن مسلمانوں نے کبھی تحمل اور برداشت کا دامن اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑا' اسلام کے علماء اور محققین نے ہمیشہ ایسے اعتراضات کا علمی اور تحقیقی جواب دینے پر ہی اکتفا کیا ہے وہ یہ بات بخوبی جانتے اور سمجھتے ہیں کہ وہ ایسے معاشروں میں رہ رہے ہیں جو آزاد اور حریت پسند جمہوریتوں کا حصہ ہونے کی داعی ہیں تاہم جب کبھی آزادی اظہار کے حق کا غلط اور بے جا استعمال کیا جاتا ہے اور اسلام کی مقدس ترین ہستیوں کی دیدہ دانستہ توہین کی جاتی ہے تو پھر اس معاملہ پر بے چینی' اضطراب اور غم و غصے کا پیدا ہونا ایک فطری اور قابل فہم امر ہے پیغمبر اسلام نبی اکرم کو چاقو لہراتے ہوئے دکھانا اور دستار میں بم چھپائے ہوئے ظاہر کرنا ایک بین گستاخی اور توہین آمیز اقدام ہے اور اس تنازعہ کو غلط رخ دے کر اس تاثر کو ہوا دینا ہے کہ وہ اور ان کے پیروکار (معاذ اللہ) پرتشدد' دہشت گرد اور امن عالم کے دشمن ہیں' یہ عمل عدل و انصاف کے تمام مسلمہ ضابطوں کی دھجیاں بکھیرے کے مترادف ہے ایک دوسرے خاکے میں یوں عکاسی کی گئی ہے کہ وہ مردانہ خودکش بمباروں کی حمایت میں یہ کہہ رہے ہیں "ٹھہریئے ٹھہریئے ہمارے پاس حوریں کم پڑ گئی ہیں" ایسے خاکوں کی تشہیر کو کیسے اور کیونکر آزادی صحافت اور آزادی تقریر کی آڑ میں جائز قرار دیا جا سکتا ہے؟ یہ خاکے مسلمانوں کے خلاف تعصب اور جانبداری کے خاص ماحول میں شائع کیے گئے ہیں اور نہ صرف ڈنمارک میں پائی جانے والی بلکہ یورپ بھر کی آبادیوں میں مسلمانوں کے خلاف تناؤ اور مخاصمت پورے عروج پر ہے ابھی کچھ عرصہ پہلے ڈنمارک کی ملکہ کے یہ متنازعہ جملے اخبار یں چھپے ہیں "ہمیں اسلام کی مخالفت کرتے ہوئے اس امر کی کوئی پروا نہیں کہ دہشت گردی کے خلاف قانون سازی کرتے ہوئے افراد کی شہری آزادیوں پر سخت ناروا پابندیاں عائد کر رکھی ہیں یہ قانون سازی اس طرح کی گئی ہے کہ ان کا خاص نشانہ وہاں کی مسلمان آبادی کو بنایا گیا ہے' اس سے ان میں یہ شدید احساس پایا جاتا ہے کہ ذرائع ابلاغ میں ایک بہت بڑی اقلیت سے مسلسل بلا روک ٹوک زیادتی کی جاتی ہیں اور ان کی ایسی منفی تصویر کشی کی جاتی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں پھر شہری آزادیوں کی پابندیوں کی زنجیروں میں جکڑ کر ان کی روزمرہ زندگی کو اجیرن بنا دیا گیا ہے' یہ سب کچھ تقریر کی آزادی اور قومی مفاد

کے نام پر روا رکھا جاتا ہے۔ یہ امر موجب حیرت ہے کہ مسلمانوں کی مقدس ہستیوں کو آزادی تحریر و تقریر کے نام پر تضحیک کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہ ان کی طرف اس کا شدید ردعمل ہوگا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کا مقصد مسلمانوں کی دل آزاری' ان کے جذبات کو مجروح کرنا اور ان کے مذہب اور ثقافت کو تضحیک کا نشانہ بنانا ہے۔

صورت حال کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے بعض عالمی رہنماؤں اور زعماء نے ان توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کی مذمت کی ہے اس کے ساتھ آزادی تقریر کے حق پر لگائی گئی پابندیوں پر بھی زور دیا ہے۔ کوفی عنان نے کہا "میں بھی آزادی تقریر کا احترام کرتا ہوں مگر تقریر کی آزادی مطلق نہیں ہوتی' یہ ذمہ داری اور انصاف کا بھی تقاضا کرتی ہے۔"

جیک سٹرا (برطانوی وزیر خارجہ نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا "آزادی تقریر کا تو ہم سب احترام کرتے ہیں لیکن بے عزتی اور اشتعال انگیزی کی کوئی چھوٹ نہیں دی گئی میرے خیال میں ان خاکوں کی اشاعت زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہے یہ سب کچھ بے حسی' عدم احترام اور غلطی پر مبنی تھا ہر مذہب میں قابل حرمت چیزیں ہوتی ہیں۔ یہ ایسا معاملہ نہیں کہ تحریر و تقریر کی آزادی کے نام پر عیسائی رسوم و رواج اور مذہبی عبادات سے تعرض کرنے کا موسم آ گیا ہے نہ ہی یہ یہودی مذہب' ہندو مذہب یا سکھ مذہب کے حقوق اور رسوم سے چھیڑ چھاڑ کرنے کا موسم ہے ایسا اسلامی مذہب سے بھی روا نہیں رکھا جانا چاہیے۔ ہمیں اس صورت حال میں احتیاط اور مناسب ادب و احترام کا مظاہر کرنا چاہیے"۔

امریکی سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے یہ بیان جاری ہوا۔ "یہ کارٹون واقعی توہین آمیز اور مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کا موجب ہیں۔"

محکمے کے ترجمان کرٹس کوریر کا بیان ہے۔

"ہم سب آزادی اظہار اور پریس کی آزادی کا مکمل احترام کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ پریس کو ذمہ داری کا مظاہر بھی کرنا ہوگا مذہبی اور فرقہ وارانہ منافرت کو اس طرح ہوا دینا قابل قبول نہیں۔" (ڈیلی ٹیلی گراف 4-2-06)

فلپ ڈو سٹے بلیذی (فرانسیسی وزیر خارجہ) نے اس موقع پر کہا "آزادی کا اصول تحمل و برداشت' عقیدوں اور مذاہب کے احترام کے جذبے کے ساتھ ملحوظ رکھنا چاہیے

اور یہ ہمارے ملک میں سیکولرازم کے لئے بنیاد کا درجہ رکھتا ہے۔ (بی بی سی نیوز)

ویٹی کن کارڈینس Achkille Selvestrine (پاپائے روم) نے ان کارٹونوں کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ "مغربی کلچر کو اپنی حدود کے اندر رہنا سیکھنا چاہیے"۔

ان تصریحات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آزادی تحریر و تقریر کے بارے میں اس سوچ کو جگہ دینا کہ اس آزادی کی کوئی حدود و قیود نہیں ایک غلط مفروضہ ہے۔ کوئی قول اور فعل جو کسی طبقہ کی اخلاقی اور مذہبی اقدار کو ٹھیس پہنچاتا ہے اور جس سے اس کی سلامتی، بقاء اور تقدیس پر ضرب لگانے سے امن کے لئے سنگین خطرہ ہو جاتا ہے اسے آزادی تحریر و تقریر کا حق نہیں گردانا جا سکتا، اسلام تحمل و رواداری، بقائے باہمی اور جیو اور جینے دو کے اصول کی تعلیم دیتا ہے اور دوسرے مذاہب کی سلامتی، وقار و احترام اور ان کے عقائد کے احترام پر بہت زور دیتا ہے۔

اگر بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ بقائے باہم تحمل و برداشت کے اصولوں کو بالائے طاق رکھ دیا جائے، اخلاقی اور مذہبی اقدار کی توہین و تضحیک کی جائے تو اس صورت میں موجودہ کشیدگی میں مزید اضافہ ہو گا اور تناؤ کی فضا اور بھی سنگین ہو جائے گی یورپ اپنے آپ کو ایک تعلیم یافتہ اور مہذب معاشرہ سمجھتا ہے لیکن یہ بات ماورائے فہم ہے کہ اس کا ردعمل اپنی ایک بڑی اقلیت کے مذہب کے بنیادی حق کی خلاف ورزی کے بارے میں اس قدر بے حسی اور بے عملی کا مظہر و عکاس ہو گا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ کوئی ایسی تدبیر اور لائحہ عمل اختیار کیا جائے جس سے ایسے واقعات کو دوبارہ رونما ہونے سے روکا جا سکے جو عالمی امن کو سنگین خطرات سے دوچار کرنے کا باعث بن رہے ہیں۔ وہ لوگ جو اس بات کی وکالت کرتے ہیں کہ آزادیوں کو دہشت گردی کے خلاف حالیہ قانون سازی کے ذریعے کتنا کھوکھلا بنا دیا گیا ہے ان کی طرف سے اٹھائے جانے والے اقدام نے افراد کے حقوق اور آزادیوں کو زنجیروں سے جکڑ دیا ہے اور اس سے پیدا ہونے والے مضمرات اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ اس صورت حال کا فوری ازالہ کیا جائے۔ مسلمانوں میں اجنبیت اور نشانہ بنائے جانے کا احساس بہت شدت اختیار کر گیا ہے بالخصوص جب ان کے مقدس ترین دینی شعائر اور شخصیات پر اخبارات کے ذریعے حملہ کیا جاتا ہے تو لامحالہ اس کا ردعمل بھی اتنا ہی شدید ہو گا۔

اگر اس مسئلے کو سنجیدگی سے لے کر اس صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مناسب اقدامات کئے گئے تو پھر اس کے نتیجے میں ایسے معاشرتی سیاسی اور اقتصادی و معاشی بحران جنم لیں گے جو تہذیبوں اور اقدام کے مابین خطرناک تصادم پیدا کرنے کا باعث ہوں گے۔

ان رسوا کن قابل مذمت خاکوں کی اشاعت سے پیدا ہونے والے غم و غصہ کے پیچھے ایسی وجوہ ہیں جو اس جرم پر حکومتوں کی بے اعتنائی اور لاپرواہی کا نتیجہ ہیں، اس وقت دنیا بھر میں سوا ارب مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو بری طرح ٹھیس پہنچی ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ معاملے کو ٹھنڈا کیا جاتا لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ اس معاملے کو سلجھانے کی بجائے اس کا جواز دینے کی مسلسل کوشش کی جا رہی ہے جس سے دنیا بھر میں اضطراب اور بے چینی کی کیفیت میں روز بہ روز اضافہ اور شدت پیدا ہو رہی ہے۔

اس بین الاقوامی اہمیت کے مسئلے کو حل کرنے اور اس سے رونما ہونے والی کشیدہ صوت حال کے ازالے کے لئے ضروری ہے کہ مندرجہ ذیل اقدامات کو عملی جامہ پہنایا جانا ناگریز ہے۔

1- وہ تمام اخبارات جنہوں نے ان خاکوں کو شائع کیا ہے، غیر مشروط معافی مانگیں او ان اشاعتوں کو واپس لیں۔

2- ان تمام حکومتوں کے لئے جو آزادی تقریر و تحریر کو افراد اور جماعتوں سے متوازن بنانے کی حامی ہیں واضح قانون سازی کرنا ضروری ہے کہ ان کے مقدس اور قابل تحریم عقائد و نظریات کی تضحیک نہیں کی جائے گی۔

3- تمام حکومتوں کو یہ امر یقینی بنانا چاہیے کہ اس طرح کی جانے والی قانون سازی کو ضابطے کے عمل سے گزار کر نافذ کیا جائے تا کہ اس قسم کی اشتعال انگیزی اور تضحیک کو دوبارہ رونما ہونے سے روکا جا سکے۔

مجھے توقع ہے کہ عقل و ہوش مندی سے کام لیتے ہوئے ذمہ دار رہنما موقع کی مناسبت کے مطابق اس نقصان کی تلافی کریں گے جو بین التہذیبی تعلقات کو پہنچ چکا ہے، میں اس بات کی توقع بھی رکھتا ہوں کہ متعلقہ ممالک کے راہنما ذمہ دارانہ قیادت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلم دنیا کی طرف خیر سگالی کا ہاتھ بڑھائیں گے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کے توہین آمیز خاکے

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری

30 ستمبر 2005ء کو ڈنمارک کے اخبار ''جیلنڈ پوسٹن'' نے پیغمبر خدا ﷺ کے بارے میں توہین آمیز خاکے شائع کیے۔ 11 جنوری 2006ء کو ناروے کے اخبار ''میگزینٹ'' نے وہی خاکے دوبارہ شائع کرنے کی ناپاک جسارت کی جس پر پورا عالم اسلام بشمول بعض غیر اسلامی ممالک کے سراپا احتجاج بن گئے، لیکن بات یہیں پہ ختم نہیں ہوئی بلکہ مختلف یورپی ممالک کے اخبارات نے مسلمانوں کے اس احتجاج کو نظر انداز کرتے ہوئے ان گستاخانہ خاکوں کو دوبارہ شائع کیا، اور اب صورتحال یہ ہے کہ اب تک مجموعی طور پر تقریباً چالیس ممالک کے 106 اخبارات یہ دل آزار کارٹون شائع کر چکے ہیں اور 200 ٹی وی اور ریڈیو چینلوں نے اس کو باقاعدہ نشر کیا ہے۔ یورپی ممالک نے یہ خاکے دوبارہ شائع کر کے ڈنمارک کے اخبار سے یکجہتی کا مظاہرہ کیا اور یہ باعث حیرت نہیں اس لیے کہ سرورِ کائنات ﷺ نے چودہ صدیاں قبل فرمایا تھا: ''الکفر ملة واحدة''

پیغمبر خدا ﷺ کی ذات مبارکہ پر مغربی میڈیا کا یہ پہلا حملہ ہے اور نہ ہی آخری بلکہ وہ مسلسل ایک ابلیسی مہم کے تحت باقاعدہ منصوبہ بندی سے عمل پیرا ہے اور گاہے گاہے انسانی اقدار اور روایات ایک طرف رکھتے ہوئے اس قسم کی توہین پر مشتمل مواد شائع کرتا رہتا ہے۔ کہاں گئی مغرب کی وہ نام نہاد ''وسعت نظری'' اور ''روشن خیالی'' جسے اپنی تمام تر غلاظتوں کے ساتھ وہ اسلامی ممالک میں ترویج کا خواہاں ہے۔ کیا اہل مغرب یہ ثابت کر سکیں گے کہ آج تک کسی مسلمان فرد یا ادارے نے ان کی مذہبی یا روحانی شخصیات کے بارے میں

ان کے جذبات کو زک پہنچائی ہو بلکہ مسلمانوں کے ہاں تو عیسائیوں اور یہودیوں کے پیغمبروں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا احترام ایک مذہبی فریضہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ مسلمان ان کے خلاف ایک لفظ بھی برداشت نہیں کر سکتے اور تو اور ہندومت، سکھ مت اور بدھ مت کی مذہبی شخصیات کے بارے میں بھی قرآنی تعلیمات گستاخی کی اجازت نہیں دیتیں۔ قرآن میں واضح حکم ہے: ''ولاتسبوا الذین یدعون من دون الله فیسبوا الله'' اسلام ایک ایک وسیع ظرف رکھنے والا مذہب ہے وہ کسی ملت و مذہب کے پیشوا کی تو کجا کسی عام شخص کی بھی اہانت کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی کسی کی بے جا تحقیر و تذلیل کا روادار ہے۔

مغربی میڈیا کا ایسی شخصیت کی شان میں گستاخی کرنا جس کی عظمت اور شرافت و نجابت کے خود اہل مغرب بھی قائل ہیں اور کئی نامور مصنفین نے آپ پر باقاعدہ کتابیں لکھیں، اس کا مقصد سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو غیر ضروری اشتعال دلائیں اور ان کے جذبات کا امتحان لیں اور مسلمانوں کو اپنی کم ظرفی، تعصب اور انتہا پسندی کا ثبوت فراہم کریں اور سو باتوں کی ایک بات تو یہ ہے کہ اس قسم کی ناپاک جسارت خود اہل مغرب کے دامن پر ایک سیاہ دھبہ ہے۔ ایک طرف تو وہ روشن خیالی اور وسعت نظری کا علمبردار ہے جبکہ دوسری طرف وہ اس قسم کی نامناسب حرکت کے مرتکب ہو کر تنگ نظری اور تاریک خیالی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ مغرب کی یہ دوغلی پالیسی انہیں عالم اسلام تو کیا خود مغرب میں بھی پذیرائی نہیں بخشے گی۔ اگرچہ اسلامی ممالک کے بیشتر حکمران عالمی قوت کے کاسہ لیس اور ان کے آلہ کار ہیں لیکن وہاں کے عوام ناموس رسالت ﷺ کی خاطر مر مٹنے کو تیار ہیں۔ حکمران، عوام کے سامنے کبھی بند نہیں باندھ سکتے۔ عالم اسلام کے سوا ارب مسلمانوں کا احتجاج اور ردعمل فطری ہے۔ مغرب کی طرف سے انتقامی کاروائیوں کو دیکھ کر اب تو مغرب کے معتدل لوگوں کے سامنے بھی ان کی دوغلی پالیسی اور ان کا روپ بہروپ سوالیہ نشان بنتا جا رہا ہے اور اس کے عملی اظہار کا پتہ اس بات سے چلتا ہے کہ کئی غیر سرکاری تنظیموں اور معروف افراد نے اخبار کی اس حرکت کی نہ صرف بھرپور مذمت کی بلکہ اس کو ایک نہایت غیر ضروری فعل اور اشتعال انگیز کاروائی قرار دیا۔

اخبار کا یہ دعویٰ کہ ''آزادی اظہار ہمارا حق ہے۔'' ظاہری طور پر تو یقیناً درست ہے کہ یہی ہر انسان کا بنیادی حق ہے لیکن حدود کے اندر رہتے ہوئے۔ کیا وہ اس بات کو سمجھنے

سے عاری ہیں کہ آزادی اظہار اور چیز ہے اور جان بوجھ کر کسی مذہب وملت کے سربراہ کی سرعام توہین حتیٰ کہ ان کے خلاف قابل اعتراف مواد کی اشاعت اور چیز ہے۔ بھلا دوسرے مذاہب کی قابل احترام شخصیات کی توہین کو اظہار کی آزادی کون سا مذہب جائز قرار دیتا ہے۔ پھر مغرب کا یہ اعتراض بھی کس قدر لغو اور بے معنی ہے کہ مسلمان اپنے پیغمبر کے خلاف کسی قسم کے اصولی اعتراضات کو برداشت کرنے کے روادار نہیں اس لیے کہ ساری دنیا یہ جانتی ہے کہ جب بھی مغرب نے علمی اور اصولی اعتراض کیے تو اسلامی سکالروں نے اس کا جواب علمی انداز میں ایک سے بڑھ کر ایک دیا۔ سر ولیم میور کی کتاب ''لائف آف محمدؐ'' اور اس طرح کی دیگر کتابوں کی مثالیں سب کے سامنے ہیں جن پر نہ تو مسلمانوں کی طرف سے مظاہروں کی نوبت آئی اور نہ ہی معاشی بائیکاٹ اور تشدد ہوا۔ اور اگر ایک لمحے کے لیے یہ بات مان بھی لیں کہ بقول ان کے فریڈم آف پریس (بلاتحدید) ان کا حق ہے تو پھر ہولوکاسٹ کے بارے میں حقائق منظر عام پر لانے سے ان کا سینہ کیوں تنگ ہو جاتا ہے اور ان کا کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔ وہ کیوں حقائق منظر عام پر لانے میں ہچکچاہٹ کا شکار ہیں کہ دوسری جنگ عظیم کے دوران یہودیوں کو گیس چیمبرز کے اندر بن کر کے ہلاک نہیں کیا گیا تھا۔ برطانیہ کے مورخ ڈیوڈ اروِنگ نے جب اس من گھڑت واقعے کا انکار کیا تو کیوں ان کو آسٹریا کی عدالت نے تین سال قید کی سزا سنائی؟ اسی طرح لندن کے میئر کو صرف اس وجہ سے معطل کیا گیا کہ انہوں نے ایک صحافی کے بار بار تنگ کرنے پر یہ جملہ کہا کہ ''تمہارا یہ رویہ نازی کیمپ کے گارڈ کی طرح ہے۔'' کہاں گئی تھی اس وقت مغرب میں اظہار رائے کی آزادی؟ اگر یہودیوں کے ہولوکاسٹ کے خلاف تاریخی حقائق منظر عام پر لانے کو قابل سزا جرم قرار دیا جا سکتا ہے تو آخر کار انبیاء علیہم السلام کی توہین کو کیوں جرم قرار نہیں دیا جاتا؟

مسلمان چاہے جتنی بھی اخلاقی پستی اور زوال کا شکار ہوں لیکن جب مذہب کا معاملہ آتا ہے تو ان کی مردہ جانوں میں نئی روح پڑ جاتی ہے اور ان کی رگ حمیت پھڑک اٹھتی ہے۔ چنانچہ اس واقعہ کا مسلمان ممالک خصوصاً عالم عرب نے بڑا اثر لیا۔ اس سلسلے میں سعودیہ نے ایک قابل تقلید اور لائق ستائش کارنامہ سرانجام دیا جب اس نے ڈنمارک سے احتجاج کرتے ہوئے اپنے سفیر کو واپس بلا لیا۔ اس کے بعد بعض دوسرے اسلامی ممالک نے بھی اس کی تقلید کی۔ مذکورہ ممالک کے معاشی بائیکاٹ کی مہم چلائی گئی جس پر ان کو کافی دھچکا لگا اور

ان کی مصنوعات متاثر ہوئیں۔ یہ ایک فطری امر تھا لیکن یورپی کمیشن نے اسے اپنے خلاف کارروائی سمجھا۔ اخبار اور حکومت کی ہٹ دھرمی کے باعث بعض ممالک میں ان کے سفارت خانے بھی جلائے گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ موجودہ دور میں مسلمانوں کی بقا اور ان کے مذہبی تحفظ کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہی سلامتی اور عزت سے اس دنیا میں جینے کا راستہ ہے کہ وہ مغرب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کریں اور ان کے ساتھ مساوی اور برابری کی سطح پر تعلقات اور رابطے استوار کریں نہ کہ آقا اور غلام کے طور پر۔ امت مسلمہ اب مغرب کے بارے میں مزید خوش فہمی میں نہ رہے۔ بے شک اسلامی ممالک کے بعض سابق رہنماؤں نے اپنے اپنے دور اقتدار میں مغرب کو برابری کی سطح پر لانے کی کوشش کی اور وہ کامیاب ثابت ہوئیں۔ اس ضمن میں سعودی عرب کے سابق فرمان روا شاہ فیصل مرحوم کے کردار کو سامنے رکھیں جنہوں نے پٹرول کو یورپ کے خلاف بطور ہتھیار استعمال کیا تو ان کی معیشت کے اداروں میں دراڑیں پڑ گئیں اور ان کی اقتصادیات بری طرح متاثر ہوئیں۔ اب سعودیہ میں دوبارہ معاشی بائیکاٹ کی لہر دوڑ گئی ہے لیکن ابھی یہ عوامی سطح پر ہے، اسے حکومتی سطح پر ہونا چاہیے اور تمام ممالک میں ہونا چاہیے۔ ہم نے صدر پاکستان سے ملاقات کے دوران اس بات پر خصوصی زور دے کر واضح کر دیا تھا کہ توہین آمیز خاکوں کے خلاف احتجاج میں پاکستانی حکومت عوام کے ساتھ عملاً شریک نظر نہیں آ رہی اس لیے حکومت کا فرض بنتا ہے کہ وہ حکومتی سطح پر ڈنمارک سے جو اشیاء درآمد کر رہی ہے اس پر پابندی لگائے لیکن ابھی تک اس پر عمل درآمد نہیں کیا گیا۔

حالات و واقعات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اسلامی ممالک خصوصاً اسلامی دنیا کی واحد ایٹمی طاقت پاکستان کے عوام نے بھرپور احتجاج کیا۔ اس کے علاوہ بعض غیر اسلامی ممالک نے بھی اس کی بھرپور طریقے سے مذمت کی لیکن ابھی تک یورپی ممالک کے رویے میں نہ تو کوئی تبدیلی آئی ہے اور نہ ہی انہیں اپنے اس شنیع فعل پر کوئی شرمندگی ہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ تہذیبوں کا ٹکراؤ چاہتے ہیں اور انہیں اس کے بھیانک نتائج کی کوئی پرواہ نہیں۔ موجودہ حالات میں جس طرح یورپی ممالک نے یکجہتی اور اتحاد کا ثبوت دیا ہے یہ مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہونا چاہیے اور انہیں بھی اسی طرح کا اجتماعی

ردعمل اختیار کرنا چاہیے۔

اس موقع پر مسلمان ممالک کو فوراً او آئی سی کا اجلاس بلانا چاہیے تاکہ مسلم رہنما باہم مل بیٹھ کر عالمی سطح پر کوئی مشترکہ اور مؤثر آواز اٹھا سکیں اور انہیں باقاعدہ اس قسم کی حرکات کے لیے طویل اور دیرپا منصوبہ بندی کرنی چاہیے تاکہ آئندہ اس قسم کے شرمناک اور افسوسناک واقعات کا ظہور نہ ہو۔ اس سلسلے میں مسلمان ممالک کی نمائندہ تنظیم او آئی سی کو اپنا بھرپور کردار ادا کرنا چاہیے اور اس مسئلے کا گہرا نوٹس لینا چاہیے کیونکہ یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں بلکہ اس ذات بابرکات کی توہین کا معاملہ ہے جس کی وجہ سے ہم آج مسلمان کہلاتے ہیں اور اقوام عالم میں ہمارا ایک الگ تشخص ہے۔

ہم اقوام متحدہ کو بھی اس کے فرائض یاد دلانا چاہتے ہیں کہ وہ اخبار کے اس شرمناک فعل اور مسلمانوں کے احتجاج کے مقابلے میں ڈنمارک کی حکومت کے رویے کی صرف مذمت پر اکتفا نہ کرے بلکہ عملی طور پر باقاعدہ ایسے موثر قوانین کو اپنے چارٹر کا حصہ بنائے جس کی رو سے آئندہ کوئی بھی فرد، تنظیم یا ادارہ ایسی ناپاک اور مذموم جسارت نہ کر سکے جس سے کسی بھی مذہب، نبی، عقیدہ یا مذہبی شخصیات پر کوئی زد پڑتی ہو۔ اس طرح مغرب کی نام نہاد ''روشن خیالی''، ''وسعت نظری'' اور ''آزادی اظہار'' کے حدود متعین کرے۔ یقیناً اقوام متحدہ جو مسلمانوں کی نظروں میں اب محض مغربی ممالک کے مفادات کی محافظ کی سی رہ گئی ہے، کو اپنی گری ہوئی ساکھ کو بحال کرنے کا انمول موقع ہے جو اسے نہیں گنوانا چاہیے۔

توہین رسالت ﷺ

یورپ کے زوال کا...... نقطہ آغاز

پروفیسر شہباز احمد چشتی ایڈووکیٹ

یورپ کی کھوکھلی تہذیب بظاہر چمکیلی مگر باطن تاریک ہونے کی وجہ سے ہمیشہ اسلام کی روحانی اور دلکش تہذیب سے خائف رہی ہے اس خوف کا اظہار کبھی تو یورپ نے دبے لفظوں میں کیا اور کبھی موقع محل کی مناسبت سے کھل کر اسلام کی تعلیمات کو ہدف تنقید بنایا مگر کارٹونوں کی اشاعت یورپ کی پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف خبث باطنی اور اسلام دشمنی کی آخری انتہا ہے یورپ کا اسلامی تعصب پچھلے کچھ عرصہ تک فکری محاذ تک محدود تھا مگر جب سے مغرب کو راہنمائی کے لیے امریکہ کی صورت میں شیطانی گماشتہ ملا ہے۔ یہ تعصب ہر جگہ اور ہر میدان میں کھل کر سامنے آ گیا ہے جس کا عملی اظہار نبی پاک ﷺ کی ذات اقدس کے خلاف توہین آمیز خاکوں کی صورت میں رونما ہوا۔

اس سازش کا پس منظر یہ ہے کہ 30 ستمبر 2005ء کو ڈنمارک کے ایک معمولی اخبار نے چالیس کے قریب کارٹونسٹ کو دعوت دی کہ وہ مسلمانوں کے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس کو ہدف تنقید بنانے کے لیے کارٹون بنائیں جب یہ کارٹون تیار ہوئے تو ان میں سے 12 کارٹون منتخب کیے گئے جن کو سب سے پہلے ڈنمارک کے اخبار جیلانڈز پوسٹ نے شائع کیا ان خاکوں میں نبی رحمت ﷺ کی پگڑی میں بم بندھا ہوا اور اسلحہ کے ساتھ عورتوں کے جھرمٹ میں کھڑا دکھایا گیا۔ ابتداء ڈنمارک کے مسلمان مقامی سطح پر اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کرتے رہے لیکن جب اخبار کا ایڈیٹر معذرت پر آمادہ نہ ہوا تو بعد

ازاں اسلامی ملکوں کے سفیروں نے وزیراعظم ڈنمارک سے ملاقات کا وقت مانگا مگر اس خبیث الفطرت شخص نے کمال ڈھٹائی سے کام لیتے ہوئے ملاقات سے انکار کر دیا۔ بعد ازاں یہ مسئلہ عالمی سطح پر تحفظ تحریک ناموس رسالت کی صورت اختیار کر گیا۔ دنیا بھر کے مسلمانوں نے جن جذباتی اور ایمانی جذبات کا اظہار کیا یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ مسلمان عملاً کمزور ہو سکتے ہیں لیکن عزت و ناموس مصطفیٰ ﷺ کے لیے جان کی بازی لگانے کے لیے تیار ہیں۔

ڈنمارک کی اسلام دشمنی کی اصل وجہ وہاں تیزی سے پھیلتی ہوئی دین اسلام کی وہ خوشبو ہے جو ڈنمارک کے تعفن زدہ ماحول کو اسلام کی کرنوں سے ضیاء بار بنا رہی ہے مگر جن کی فطرت میں عفونت جمی ہوتی ہے وہ کبھی بھی صاف ستھرے ماحول میں نہیں رہ سکتے۔ یورپ کے مرکز برطانیہ کا یہ حال ہے کہ وہاں برطانوی میگزین ''ایمل'' کی مدیرہ جوزف کو مجبوراً یہ اعتراف کرنا پڑا کہ 2020ء تک اسلام عملاً برطانیہ کا سب سے بڑا اور غالب مذہب ہوگا یہی حال ڈنمارک کا ہے وہاں بھی عیسائیت کے بعد اسلام دوسرا بڑا مذہب ہے۔ جس کی وجہ سے عیسائی تعصب اسلام کی پھیلتی ہوئی روشنی کو برداشت نہیں کر سکا اور انہوں نے مسلمانوں کے آقا ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے توہین آمیز خاکے شائع کر دیئے لیکن انہیں شاید خبر نہیں کہ اسلام کی فطرت میں قدرت نے وہ لچک رکھی ہے کہ اس کو جتنا دبایا جائے گا یہ اتنا ہی ابھرتا چلا جائے گا یہی وجہ ہے کہ 9/11 کے بعد مغرب میں اسلام کا مطالعہ بڑھ گیا ہے اور اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں اچھا خاصا اضافہ ہوا ہے۔

اسلام کی تحریک اور رسالت مآب ﷺ کی ذات اقدس کے خلاف مغرب کا پروپیگنڈہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ کفار ومشرکین کی وہ پرانی روایت ہے جس میں اہل مکہ مبتلا تھے انہوں نے نبی کریم ﷺ کو ساحر و مجنون قرار دے کر اپنی اسلام دشمنی کا ثبوت دیا اور آج کا مغرب بھی نبی کریم ﷺ کو دہشت گرد قرار دے کر دین حق کے خلاف اپنی اسی شیطنیت کا مظاہرہ کر رہا ہے جس کا کفار مکہ نے کیا تھا اس وقت ناموس رسالت ﷺ کا تحفظ اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر فرمایا **''ان شانئک هو الابتر''** اے حبیب ﷺ بیشک آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان اور نیست و نابود ہوگا اور آج مغرب کی ہرزہ سرائی اور ناموس رسالت ﷺ پر حملہ کا مقابلہ کرنے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اسلامیان عالم کے ذمہ لگادی ہے جن فرزانوں

نے تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی اس تحریک میں حصہ لیا ہے چشم یزداں ان سے بخوبی آگاہ ہے۔ اسلام اور پیارے آقا ﷺ کے خلاف مغرب کا یہ معاندانہ رویہ اس وقت شروع ہوا جب مسلمانوں نے شام سے رومی عیسائی حکومت کو واپس یورپ کی طرف دھکیلا تھا مسلمانوں نے رومی عیسائیوں کا تعاقب یورپ کے دروازوں تک ایسے کیا کہ اس بدحواسی میں یورپ آج تک مبتلا ہے اور اسلام دشمنی کے فوبیا میں مبتلا ہو چکا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات اقدس کے بارے میں ایسے ایسے سوقیانہ منصوبے شروع کیے جن میں باقاعدہ ریسرچ اسکالر بٹھا کر ان کی یہ ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں نفی مواد تیار کر کے اسے دنیا میں پھیلائیں کافی عرصہ تک یہ ذمہ داری یورپ کے اہل قلم نبھاتے رہے مسلم معاشروں سے تسلیمہ نسرین اور سلیمان رشدی کی ہنوات اسی تحریک توہین رسالت کی کڑیاں ہیں مگر اب یہ ڈیوٹی مغرب کے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا نے سنبھال لی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ڈنمارک اور دیگر یورپی ممالک نے سموئیل ہننگٹن کے تہذیبی تصادم کے جس نظریہ کو ایندھن فراہم کیا ہے اس آگ کے شعلے خود یورپ کو اپنی لپیٹ میں لینے والے ہیں اور یورپ پر یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ مسلمان علاقائی، جغرافیائی، نسلی، لسانی اور اعتقادی اختلافات کے باوجود پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات اقدس کی عزت و ناموس کے لیے یک جان ہیں اور دنیا کو باور کرا رہے ہیں کہ حضور ﷺ کی شان اقدس گھٹائی نہیں جاسکتی۔ کیونکہ کائنات کا گوشہ گوشہ نہ آن اور ہر لحہ ذکر محمد ﷺ کی صداؤں سے گونج رہا ہے تحت الثریٰ سے لے کر عرش علیٰ تک ساری ہوائیں اور ساری فضائیں نام محمد ﷺ کی خوشبوؤں سے معمور ہیں حتیٰ کہ آسمان کے قدسی بھی ہمہ وقت مدحت مصطفوی کے نغمات الاپ رہے ہیں اور صبح قیامت تک انشاء اللہ کائنات ارضی و سماوی نام احمد ﷺ کی نورانی ضیاؤں سے چمکتی رہے گی۔

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

(اداریہ، ماہنامہ وائس آف ضیاء الاسلام، اپریل 2006ء)

توہین آمیز خاکے...... چند گزارشات

لتبلون فی اموالکم وانفسکم ولتسمعن من الذین اوتوا الکتب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیرا وان تصبروا وتتقوا فان ذلک من عزم الامور

(آل عمران:186)

تم لازماً اپنے مالوں اور جانوں سے آزمائے جاؤ گے اور یقیناً تم ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی (یعنی یہود ونصاریٰ) اور ان سے جو شرک کرتے ہیں، بہت سی دل آزار باتیں سنو گے۔ (ایسے موقعوں پر) اگر تم نے استقامت کا مظاہرہ کیا اور اپنے بچاؤ کا انتظام رکھا تو بلاشبہ یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہوگا۔

غزوہ احد کے متعلق بیان کی گئی متعدد آیات کے بعد، یہ آیت ایک خاص مفہوم دے رہی ہے اور وہ مفہوم ہے پیشگوئی کا۔ مطلب یہ کہ اس آیت میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ اس کا تعلق کسی آئندہ آنے والے زمانے سے ہے، جو بہرحال دور نبوی ﷺ کے بعد آنے والا تھا۔ معروضی صورتحال کے پیش نظر، ہم اس آیت کو عصر حاضر پر بھی منطبق کر سکتے ہیں۔ اور ماضی قریب وبعید کے احوال پر بھی اس کا اطلاق کیا جاسکتا ہے اور اسی طرح آئندہ کے کسی زمانے پر بھی یہ آیت پوری طرح چسپاں ہوسکتی ہے۔

بہرحال یوں تو اموال ونفوس کی آزمائش ہمیشہ ہوتی رہتی ہے۔ مگر یہاں بیانِ آزمائش کے بعد، اذیت دینے والی باتوں کی سماعت اور پھر دشمنوں کے اس طرزِ عمل پر مسلمانوں کی اسٹریٹجی (Strategy) ایک ایسی پالیسی بیان پر مشتمل ہے جسے بطور خاص سمجھنے کی ضرورت ہے۔

وان تصبروا وتتقوا (الآیت) کی معنویت اور بلاغت پیش نظر رہے تو ان دو لفظوں میں ایک جہان سمٹا نظر آئے گا۔ میر کا ایک شعر کچھ لفظی تصرف کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

سرسری تم 'قرآن' سے گزرے
ورنہ ہر جا 'قرآن' دیگر تھا

(1) تصبروا کا مادہ صبر ہے اور صبر کے متعدد معانی میں استقامت اور جہد مسلسل بطور خاص داخل ہیں۔ اس بناء پر پہاڑ کو الصبیر' بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ ایک ہی جگہ کھڑا رہتا ہے۔ اِدھر اُدھر نہیں ہوتا۔ مگر افسوس کہ ہمارے روزمرہ کے مفہوم میں صبر ایک ایسی صفت بن کر رہ گیا ہے، جو بندہ کو ہر قسم کی کوشش اور امنگ سے محروم کر دیتی ہے۔ جبکہ قرآنی مفہوم میں صبر وصفت ہے جو بجھی ہوئی چنگاری کو شعلہ جوالہ بنا دیتی ہے۔

وکاین من نبی قتل معه ربیون کثیر فما وهنوا لما اصابهم فی سبیل الله وما ضعفوا وما استکانوا والله یحب الصبرین (آل عمران:146)

اور کتنے نبی ہوئے ہیں، جن کی معیت میں بہت سی جماعتوں (یا بزرگ ہستیوں) نے جنگیں لڑیں۔ پھر راہِ خدا میں ان کو جو کچھ پیش آیا، اس پہ نہ وہ سست ہوئے، نہ کمزوری دکھائی، اور نہ بے بسی ظاہر کی۔ اور اللہ مجاہدوں سے محبت کرتا ہے۔

اس آیت سے صبر کا مفہوم بہت واضح ہو جاتا ہے۔ مزید وضاحت کے لیے یہ آیات بھی دیکھ لیجئے:

ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین وان یکن منکم مائة یغلبوا الفامن الذین کفروا بانهم قوم لایفقهون الئن خفف الله عنکم وعلم ان فیکم ضعفا فان یکن منکم مائة صابرة یغلبوا مائتین وان یکن منکم الف یغلبوا الفین باذن الله والله مع الصابرین (الانفال:65-66)

اگر تم میں بیس مقابلہ کرنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر ایک سو ہوں گے تو ایک ہزار پر غالب آئیں گے۔ یہ اس لیے کہ وہ ایسے لوگ ہیں، جو سمجھ سے کام نہیں لیتے۔ اب اللہ نے تم پر تخفیف کر دی ہے۔ وہ تمہارے اندر کی کمزوری سے خوب واقف ہے۔ (پس ایسے حالات میں) اگر تم میں ایک سو مقابلہ کرنے والے ہوئے تو وہ دو سو

پر غالب آئیں گے۔ اور اگر ایک ہزار ہوئے تو دو ہزار پر غالب آئیں گے، اللہ کے اذن سے اور اللہ جہاد کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(2) وتتقوا۔ یہاں اس لفظ کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ اولاً احکام خداوندی کی اتباع کرنا۔ ثانیاً دشمنوں سے اپنا بچاؤ کرنا۔

تقویٰ کا مادہ (وقی) بالعموم ان دونوں مفاہیم میں سے کسی ایک مفہوم پر مشتمل ہوتا ہے۔ مگر یہاں سیاق عبارت، دوسرے مفہوم کا تقاضا کر رہا ہے۔ مولانا احمد رضا خان بریلویؒ کے ترجمہ میں ہمیں اسی مفہوم کا کس نظر آتا ہے۔ ملاحظہ ہو: ''اگر تم صبر کرو، اور بچتے رہو۔'' اس ترجمہ کی رو سے تتقوا سے مراد اپنا بچاؤ کرنا معلوم ہوتا ہے، ان تمام تدابیر سے جو اس وقت عمل میں لائی جا سکتی ہیں اور اپنے حقوق کی نگہداشت بھی مراد ہو سکتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ آیت کے مطابق دشمنوں کی جانب سے تکلیف دہ اور دل آزار امور سننے کے بعد پوری ہوشمندی، دانائی اور بہادری کے ساتھ ''صبر و تقویٰ'' کے اسلحہ سے لیس ہو کر دشمن کا مقابلہ کرنا ہے۔ کیونکہ یہی امور ہمارے استحکام کا سبب ہوں گے۔

اس تمہید کا سبب دراصل وہ توہین آمیز خاکے ہیں، جو سب سے پہلے ڈنمارک میں چھپنے والے ایک اخبار یولانڈ پوسٹن (Jyllands Postan) میں 30 ستمبر 2005ء کو شائع ہوئے۔ پھر جنوری 2006ء میں 22 ممالک کے 175 اخبارات و رسائل میں آزادی اظہار کے نام پر شائع ہوئے۔ پھر 200 ریڈیو اور ٹی۔ وی چینلوں پر انہیں دوبارہ بلکہ سہ بارہ نشر کیا گیا۔ پھر ہالینڈ کے اخبارات نے لکھا کہ ہم یہ خاکے ہر ہفتے شائع کیا کریں گے تاکہ مسلمان ان کے عادی ہو جائیں۔ (بحوالہ ترجمان القرآن، لاہور، ص 7 مارچ 2006ء)

اس طرح کی صورتحال میں آزادی اظہار اور آزادی صحافت پر علامہ اقبالؒ کا تبصرہ بڑا برمحل دکھائی دیتا ہے۔

آزادی افکار سے ہے ان کی تباہی
رکھتے نہیں جو فکر و تدبر کا سلیقہ
ہو فکر اگر خام تو آزادی افکار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

توہین آمیز خاکوں کا سلسلہ ہمیں کسی بڑے خطرے کا پیش خیمہ معلوم ہوتا ہے۔ اس

خطرہ سے نمٹنے کے لیے مسلمانوں کو اپنی حقیقت، حیثیت اور صلاحیت کے مطابق کوئی مستقل اور مضبوط اسٹریٹیجی بنانی ہوگی۔ صرف احتجاج کرنے یا کچھ مطالبات منوانے سے خطرہ نہیں ٹلے گا۔

اس سلسلے میں کچھ گزارشات پیش خدمت ہیں:

-1 مسلمانوں کے مغربی ممالک کے بینکوں وغیرہ میں تقریباً ۱۰۰۱ ارب ڈالر کی رقوم جمع (Deposit) ہیں۔ جبکہ مسلمان ملکوں نے عالمی مالیاتی اداروں سمیت مختلف ملکوں سے تقریباً 850 ارب ڈالر کے قرضے لیے ہوئے ہیں۔ گویا مسلمانوں کی ان کی اپنی جمع شدہ رقوم سے ہی ایک بڑا حصہ بطور قرض کے انہیں دے دیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان مغربی بینکوں سے اپنے **Deposits** نکالنے کا اہتمام کریں۔

-2 ملک میں موجود بعض پاکستانیوں کی بیرونی ملکوں میں تخمیناً 35 ارب ڈالر کی رقوم جمع ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ پاکستانیوں کو قانوناً پابند کرے کہ وہ بیرونی بینکوں میں اکاؤنٹس ختم کر دیں۔

3 دنیا کی مجموعی آبادی میں مسلم ممالک کا حصہ 22 فیصد مجموعی رقبے میں 24 فیصد اور تیل گیس کی پیداوار میں 70 فیصد ہونے کے باوجود دنیا کی مجموعی جی ڈی پی میں ان کا حصہ تقریباً 5 فیصد اور مجموعی تجارت میں ان کا حصہ تقریباً 7.5 فیصد ہے۔ مسلم ملکوں کی آپس میں تجارت کا حصہ تقریباً 13 فیصد اور غیر ملکوں کے ساتھ 87 فیصد ہے۔ جس میں یورپی یونین کے ساتھ ان کی تجارت کا حصہ تقریباً 60 فیصد ہے۔ اس لیے مسلمان ملکوں کو اب تجارت باہمی میں اپنا حصہ بہت بڑھانا ہوگا۔ اس سلسلے میں اسلامی ترقیاتی بینک اور ورلڈ اسلامک چیمبر آف کامرس سے بھرپور مشاورت کی ضرورت ہے۔

-4 او آئی سی کو ایک مضبوط ٹی وی چینل بنانا چاہیے، جو عالم اسلام کو درپیش چیلنجز کے جوابات دے۔ اور اسلام کا صحیح پوچر مغربی دنیا کے سامنے پیش کرے۔ نیز اسلام کے خلاف مغربی ملکوں کی دہشت گردی، خواہ وہ ریاستی نوعیت کی ہو یا اقتصادی، اسے نمایاں کرے اور دنیا کو باور کرائے کہ اس طرح کے توہین آمیز خاکے

مسلمانوں کے خلاف مغرب کی دہشت گردی کی ایک تازہ مثال ہیں۔

-5 او آئی سی کو اپنی کارکردگی بہتر کرنے کی اب پہلے سے زیادہ ضرورت ہے۔ عالم مغرب کو احساس دلایا جائے کہ مسلمان اس دنیا کو پرامن بنانے کے لیے اب میدانِ عمل میں آگئے ہیں۔

(سہ ماہی التفسیر، کراچی، اپریل تا جون 2006ء)

تہذیبی یا صلیبی جنگ......!

صاحبزادہ ابرار احمد بگوی

ڈنمارک کے ایک اخبار نے 30 ستمبر 2005ء کی اشاعت میں توہین آمیز خاکوں سے دنیا میں ایک نیا محاذِ جنگ کھول دیا ہے۔ سوچے سمجھے اور دانستہ کی گئی اس واردات کی تائید اور اظہارِ یکجہتی بیانات اور اشاعتِ مکرر سے کیا گیا۔

بے بس، پریشان فکر اور اپنے حکمرانوں کے ستائے ہوئے مسلمان غیرت ایمانی سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ عالم اسلام نے شدید احتجاج کیا۔ یورپی ممالک میں بھی مسلمانوں نے ایسے ہی شدید غم وغصہ کا اظہار کیا اور عالم کفر کو آگاہ کر دیا کہ حضور سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت اور ان سے عقیدت ہر متاع عزیز سے زیادہ عزیز ہے۔ رسالت مآب ﷺ سے محبت ایمان ہی نہیں بلکہ عین ایمان ہے۔ مسلمان...... جیسا بھی ہو مگر رسولِ معظم ﷺ کی ناموس کے لیے بڑا احساس ہے۔ محبت و وارفتگی کا یہ عالم ہے کہ حرمت خواجہ بطحا ﷺ پر کٹ مرنا سعادت واعزاز سمجھتا ہے۔ یہ ہی نہیں بلکہ شاتم رسول کو واصلِ جہنم کرنا اپنا فرضہ سمجھتا ہے۔

یہ دل آزار خاکے مسلمانوں کے ایمانی جذبات کو گزند پہنچانے کے لئے شائع کئے گئے اور اس تاثر کو بین الاقوامی سطح پر قائم کرنا مقصود تھا کہ مسلمان دہشت گرد اور تخریب کار ہیں۔ اسلام کی تعلیم امن عالم کے لئے نقصان دہ ہے۔ مغرب کے دانشور اور اہل علم ایسے ہی مغالطے اپنے مفادات کے لئے گھڑتے رہتے ہیں۔ مسلم ممالک کے معاشی، سیاسی اور سماجی استحصال کے لئے ہر حرکت روا سمجھتے ہیں۔ مغرب اور کفر نے مسلمانوں کے بارے میں دہرا معیار قائم کر رکھا ہے۔ انصاف، انسانی حقوق کی پاسداری اور رواداری ان کے قریب بھی نہیں

بھٹکی۔ اسلام اور مسلمان کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کے لئے کوئی موقعہ جانے نہیں دیتے۔ عسکری اور ٹیکنالوجی کی بہتری جہاں دیکھی، امریکہ ہو یا کفر کی کوئی بھی ریاست، انہیں عالمی امن خطرے میں نظر آنے لگتا ہے۔ خود اسرائیل اور بھارت کے فسطائی ہتھکنڈوں پر آنکھ بند کئے ہوئے ہیں۔

مغرب کی حالیہ غلیظ حرکت نے عالم اسلام کے لئے ایک موقعہ پیدا کر دیا ہے کہ مسلمان دانشور اور اہل علم ملتِ اسلامیہ کے لئے سوچیں، اس ایک واقعہ نے ایک ملت کا احساس پیدا کر دیا ہے۔ اس خاکستر میں کچھ کرنے کی چنگاری موجود ہے۔ مسلمان ملت کی سیاسی تربیت سماجی اور روحانی کردار کو بہتر بنانے کی ضرورت اب پہلے سے بڑھ کر ہے۔ مفید اور بامقصد تعلیم ہی جدید دور کے حالات میں عزت کی زندگی دے سکتی ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں ہم صدیوں سے تہی دامن ہیں۔ ہمارے حکمرانوں کے بنائے تاج محل ملت اسلامیہ کو سپر پاور کیا ایک باوقار پاور بھی نہ بنا سکے۔ ماشاء اللہ آج کے حکمران اقتدار کے مجنوں ہیں۔ روشن خیالی اور مرعوبیت و مغلوبیت کے جذبہ سے سرشار یہ حکمران اسلامی کلچر اور تہذیب کو برباد کرنے میں لگے ہیں۔ ان کی دیکھا دیکھی ہم عوام بھی بڑے انہماک سے اپنی بربادی میں جتے ہوئے ہیں۔ ہماری یہی کمزوری آج کفر کو غنڈہ گردی پر ابھار رہی ہے۔

روشن خیالی کے نام پر معذرت خواہی کا زہر ملت کو دیا جا رہا ہے۔ نام نہاد مہذب دنیا کی نقالی کو بڑی کامیابی سمجھا جا رہا ہے۔ یہ محض ایک سراب ہے۔ اسلامی تہذیب، روایات اور تعلیمات کو اپنانے سے ہی ہم اپنی تشخص قائم کر سکتے ہیں۔

شانِ مصطفی ﷺ کے لیے جس جذبہ اور جنون کا اظہار کیا گیا وہ قابل ستائش ہے۔ اگر یہ ریلیاں اور جلوس پر امن رہتے تو دنیا کو ہم ایک موثر پیغام دے سکتے تھے۔ یہ املا ہماری اپنی ہیں۔ مقتول ہوں یا متاثرین، ہماری طرح محبت رسول ﷺ سے سرشار ہیں۔ توڑ پھوڑ جلاؤ کی نہ دین اجازت دیتا ہے، نہ ملکی قانون، یہ طرز عمل قابل افسوس ہے۔ غیر ذمہ دار عناصر ہمیشہ ایسے موقعوں کی تاک میں ہوتے ہیں۔ انتظامیہ نے غیر ذمہ داری کا کیوں مظاہرہ کیا یہ لمحہ فکریہ ہے؟

ہمارا معاشرہ آج کل تعصب، تنگ نظری اور قانون شکنی کی زد میں ہے۔ برداشت اور تحمل ختم ہو رہا ہے۔ سیاسی مخالف ہو یا مسلکی اسے زندہ رہنے کا حق دینے کو تیار نہیں۔

چھوٹے چھوٹے مذہبی معاملات میں ہمارا طرزِ عمل انتہائی جارحانہ ہوتا ہے۔ اکابرین مملکت اپنی ذمہ داری پوری کریں گے تو یہ ملت ایک ذمہ دار ملت بنے گی۔ تعلیم اور تربیت کی ہر سطح پر ضرورت ہے۔

مغرب ہو یا عالمِ کفر وہ اسلام کی تعلیمات سے نابلد ہیں۔ اسلام کیا کہتا ہے اور کیا چاہتا ہے؟ کیسا انسان اسلام کو مطلوب ہے؟ ان تک ہم یہ پیغام پہنچا ہی نہیں سکے۔ یہ کام کرنے کا ہے۔ چند افراد یا ادارے اس سمت میں کام کر رہے ہیں وہ ناکافی ہے۔ ہمارے علمائے کرام دینی مدارس سے ایسے افراد تیار کر سکتے ہیں۔ کاش وہ اپنی یہ ذمہ داری پوری کریں!

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے!

اس وقت عالم اسلام بے شمار اقتصادی، سیاسی، فنی اور سائنسی مسائل سے دو چار ہے۔ عالم کفر اس کے وسائل پر قبضہ کر کے اسے اپنا دست نگر بنانا چاہتا ہے۔ 9/11 کے بعد امریکہ نے جس صلیبی جنگ کا آغاز کر رکھا ہے اس کا ہدف صرف مسلمان ہیں۔ افغانستان پر حملہ میں اس نے شہری آبادیوں پر بم برسائے اور لاکھوں بے گناہ بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور جوانوں کو موت کی وادی میں پہنچا دیا۔ اس قتل عام میں ہماری عسکری حکومت نے امریکہ کا ساتھ دیا اور آج وہاں ایسی امریکہ پٹھو حکومت قائم ہے جس نے پاکستان کو آنکھیں دکھانا شروع کر دی ہیں اور اپنی سرحد کو اٹک تک بڑھانے کا مطالبہ کر دیا ہے۔ امریکی افواج کی موجودگی کے باوصف وہاں کے حالات حکومت کے کنٹرول میں نہیں۔ ایسے ہی حالات میں امریکہ اور اس کے اتحادی ملکوں نے عراق پر حملہ کر دیا۔ جہاں لاکھوں مسلمانوں کو آتش و آہن کا نشانہ بنایا گیا اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے(یہاں کے حالات بھی امریکہ اور اس کے حواریوں کے کنٹرول میں نہیں۔ عراق پر قبضہ کے بعد اب امریکہ کا اگلا ہدف ایران ہے۔ پرنٹ میڈیا کے مطابق حملے کے انتظامات مکمل ہیں مارچ میں ہی کسی وقت یہ حادثہ برپا ہوسکتا ہے۔ ایران بھی ہر قسم کے حالات سے نبٹنے کے لیے تیار ہے۔ دیکھیں مسلم ممالک کیا کردار ادا کرتے ہیں؟

باخبر لوگ جانتے ہیں کہ اس وقت دنیا میں ستاون مسلم ممالک موجود ہیں۔ لیکن ابھی تک انہیں وہ مقام اور درجہ حاصل نہیں جو مغربی اقوام کو میسر ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ مسلم امہ اپنے بنیادی، اساسی اور دینی مرکز منبع چھوڑ چکی ہے۔ اگر اسلام کیت علیمات کی روشنی میں اس نے اپنا طریق زندگی اپنا لیا ہوتا تو وہ اس حالت زار سے دوچار نہ ہوتی۔ شاعر

نے آیت قرآن کی صحیح ترجمانی کی ہے ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

حقیقی بات یہ ہے کہ اگر عالم اسلام متحد ہوتا تو بوسنیا اور کوسوا میں قیامت برپا نہ ہوتی۔ مقبوضہ کشمیر اور فلسطین کے مسلمان گاجر مولی کی طرح نہ کٹتے۔ افغانستان اور عراق پر غیر مسلم طاقتیں یوں قبضہ نہ کر لیتیں اور لاکھوں مسلمان زندگی سے ہاتھ نہ دھو بیٹھتے۔ یہ تمام مظالم سہنے کے باوجود مسلمانوں پر دہشت گردی کا الزام لگایا جاتا ہے۔ حالانکہ امریکہ خود سب سے بڑا دہشت گرد ہے۔ گزشتہ صدی میں امریکہ نے سب سے پہلے جاپان پر ایٹم بم برسائے اور ہیروشیما اور ناگاساکی کے کھنڈرات آج بھی اس کی بربریت پر نوحہ کناں ہیں ؎

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

یہ امر انتہائی افسوسناک ہے کہ بیسویں صدی میں مسلم امہ بہت سے سانحات سے دوچار ہو چکی ہے۔ زندہ قومیں اپنے ماضی سے سبق حاصل کرتی ہیں اور روشن مستقبل کے لیے لائحہ عمل ترتیب دیتی ہیں۔ اگر ہم نے اب بھی اپنی روش نہ بدلی اور تلافی مافات کا موقع ضائع کر دیا تو ہم بڑے نقصان سے دوچار ہو سکتے ہیں اسلام تو ہمیں اتحاد کی دعوت دیتا ہے۔ اس لیے کہ مسلمانوں کے روشن مستقبل کا راز اتحاد میں مضمر ہے۔ لہٰذا مسلمان حکمرانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ فوری اتحاد کے لیے لائحہ عمل ترتیب دیں۔

افسوس کی بات ہے کہ آج مسلمان حکمرانوں کے عدم اتحاد کی وجہ سے ڈنمارک اور مغربی ممالک کے دوسرے اخبارات نے اپنے خبث باطن کا مظاہرہ کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے متعلق توہین آمیز خاکے شائع کیے۔ ان دلآزار خاکوں کی اشاعت پر پورا عالم اسلام سراپا احتجاج بن چکا ہے۔ مگر مسلمان حکمرانوں کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ متحد ہو کر یہ آواز بلند کریں کہ توہین رسالت ﷺ کے مرتکب کو جہنم رسید کر دے۔ اگر مسلمان ممالک، ڈنمارک اور دوسرے چند مغربی ملکوں سے سفارتی اور تجارتی تعلقات منقطع کر لیں تو بھی ایسی وارداتوں کا دروازہ بند ہوسکتا ہے۔ یہ سعادت سعودی عرب کے حصہ میں آئی کہ اس نے اپنا سفیر واپس بلا لیا اور ڈنمارک کا سفارتی عملہ واپس بھیج کر تجارتی بائیکاٹ بھی کر دیا

ہے۔ دیکھیں پاکستان کی عسکری حکومت کیا کرتی ہے؟ فی الحال تو اس نے احتجاج کرنے والوں کو پابند سلاسل کر دیا ہے۔ مظاہروں پر پابندی لگا دی ہے اور پتنگ بازوں کو رہا کر دیا ہے۔ اس سے اور کیا توقع کی جاسکتی ہے؟

آخر میں ہم یہ بات کہنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ مسلمان ممالک کے لیے جہاں اتحاد کی دولت سے مالا مال ہونا وقت کا تقاضا ہے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ تمام اسلامی ممالک یہ دفاعی معاہدہ کریں کہ کسی بھی اسلامی ملک پر دشمن کی جارحیت پورے عالم اسلام پر حملہ متصور ہوگی۔ بصورت دیگر دشمن ایک ایک کر کے مسلمان ملکوں کو نشانہ بناتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

توہین رسالت......

ہماری غیرت ایمانی کا امتحان

صاحبزادہ محمد سعید اختر الصدیقی

وہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ جس نے ساری کائنات کو پیدا فرمایا ہے اور وہ ساری کائنات کا حاکم مطلق ہے۔ مقتدرِ اعلیٰ ہے۔ جس نے حضور نبی کریم بالمؤمنین رؤف رحیم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ اکمل واجمل اطیب واطہر ﷺ کو اپنا حبیب بنایا ہے، صاحب کوثر بنایا ہے، جملہ انبیائے کرام علیہم السلام کا امام بنایا ہے، ساری اولاد آدم کی سیادت کا تاج آپ ﷺ کے سر اقدس پہ سجایا ہے، جو ہر وقت آپ ﷺ پر درود بھیجتا رہتا ہے، ساتھ اس کے ملائکہ بھی آپ ﷺ پر ہدیۂ درود بھیجتے ہیں، جس کے بولنے کو وہ اپنا بولنا فرماتا ہے، جس کے حکم کو وہ اپنا حکم فرماتا ہے، جس کی اطاعت کو وہ اپنی اطاعت فرماتا ہے، جس کی اتباع کو وہ اپنا محبوب ہونے کا سبب قرار دیتا ہے، جس کی محبت اہل عالم کے ایمان واسلام کی پہچان ہے، جس کے ذکر کو بلند خود اللہ تعالیٰ ہی نے فرمایا ہے، اور وہ ذات جس کے چہرے کے آسمان کی طرف اٹھ جانے پر ہی اس کے پروردگار جل شانہٗ نے اس کی مرضی پر قبلہ بدل دیا۔ نماز کے اختتام کا بھی انتظار نہیں فرمایا بلکہ ابھی دو رکعتیں رہتی تھیں کہ جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ جاؤ میرے حبیب پاک ﷺ کی رضا کے مطابق تبدیلی قبلہ والا فرمان سنا دو۔ جدھر آپ ﷺ کا دل چاہتا ہے ادھر ہی منہ پھیر لو۔ وہ ذات جس کو ان کے خالق و مالک جل شانہٗ نے معراج کی رات اوادنیٰ کے مقام رفیع سے نوازا۔ وہ ذات جس کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے

ہوا۔

کیا وہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اپنے اس عظیم الشان حبیب کریم ﷺ کے دشمنوں کو نیست و نابود کرنے کا کام ہم پہ چھوڑ دے گا؟ کیا آپ ﷺ کی عزت و عظمت کی حفاظت ہم پر چھوڑ دے گا؟ کسی ملک یا کسی قوم پر چھوڑ دے گا؟ کسی سیاسی جماعت یا کسی مذہبی جماعت پر چھوڑ دے گا؟ کسی دوسری مخلوق یا فرشتوں پر چھوڑ دے گا؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں وہ خود بڑی قوتوں کا مالک ہے۔ وہ مچھر سے نمرود کو مار سکتا ہے تو اپنے محبوب کریم ﷺ کے گستاخ کو بھی وہ ذلیل و خوار کر سکتا ہے۔ یہ تو ہماری غیرت ایمانی کا امتحان ہے۔ ہمارے ایمان اور اسلام کے ساتھ تعلق کا امتحان ہے۔ آپ ﷺ کے ساتھ ہماری محبت و عقیدت کا امتحان ہے۔

حضور نبی کریم بالمؤمنین رؤف رحیم ﷺ کی مبارک زندگی میں بھی ایک یہودی نے جب آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کعب یہودی مجھے ایذا دیتا ہے کون ہے جو اسے قتل کرے؟ عاشقانِ رسول کریم ﷺ میں سے ایک جاں نثار صحابی رضی اللہ عنہ نے گستاخ رسول کو قتل کر دیا۔ آج بھی محبوب کریم ﷺ کی شان اقدس میں یہود و نصاریٰ نے گستاخیاں کی ہیں تو کیا روح محمد ﷺ بے تاب نہیں ہوئی ہو گی؟ توہین رسالت کے مرتکب یہود و نصاریٰ پر دنیا میں بسنے والے ڈیڑھ ارب غلامانِ رسول کریم نے بھرپور انداز میں اپنی اپنی قوت کے مطابق احتجاج کیا ہے اور ان سے نفرت کا اظہار بھی کیا۔

امت مسلمہ کی عوام اس دن سے خون کے آنسو رو رہی ہے جس دن سے یورپی ممالک کے اخبارات نے باعث کون و مکاں محسن انسانیت ﷺ کے خاکے شائع کیے ہیں لیکن کیا یہ صرف مسلم عوام ہی کا مسئلہ ہے اللہ جل شانہٗ کے رسول ﷺ صرف عوام کے ہی رسول ہیں حکمرانوں کے رسول نہیں۔ اگر ہیں تو پھر اقتدار سے زیادہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی محبت ہونی چاہیے اور امت مسلمہ کے حکمرانوں کو مجموعی طور پر اپنے نبی کریم ﷺ کے گستاخوں کو پھانسی کی سزا دلوانا ہو گی اور آئندہ کے لیے تمام اسلامی ممالک کے حکمرانوں کو مل کر کوئی ایسا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے کہ کبھی بھی کوئی غیر مسلم قوت ہمارے پیارے رسول کریم ﷺ کی شان میں گستاخی نہ کر سکے۔ الحمدللہ تعالیٰ! چودہ سو سال گزر چکے ہیں غلامانِ رسول کریم ﷺ نے نہ آج تک کبھی کسی سے اپنے پیارے نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کی شان میں گستاخی کو برداشت کیا ہے اور نہ ہی وہ کبھی ایسی ناپاک حرکت کو برداشت کریں گے چاہے

انہیں اس کی کتنی ہی بھاری قیمت ادا کرنا پڑے۔ ہر عاشق رسول ﷺ اپنے محبوب کریم ﷺ کے ساتھ اپنی محبت و عقیدت کے اظہار میں یوں پکار رہا ہے۔

نہ کٹ مروں جب تک خواجہ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

اہل یورپ اپنے ہاں انبیا علیہم السلام کی گستاخی پر سزائے موت رائج کریں

محمد خلیل الرحمٰن قادری

ستمبر 2005ء میں ڈنمارک کے اخبار "جیلنڈر پوسٹن" نے امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اہانت اور گستاخی پر مبنی کارٹون شائع کیے۔ جس پر اہل اسلام کے مذہبی جذبات بے حد مجروح ہوئے۔ ابھی اسلامی ممالک کی طرف سے اس بدترین واقعہ کا سخت نوٹس لینے کے لیے ڈنمارک کے حکام بالا سے بات چیت شروع کی جا رہی تھی کہ یورپی یونین کے اخبارات نے ڈینش اخبار کے ساتھ یکجہتی اور پریس کی آزادی کے دفاع کا بہانہ بنا کر یہ کارٹون وسیع پیمانے پر دوبارہ شائع کر دیئے جس پر پوری اسلامی دنیا سیخ پا ہو گئی ہے خود امریکی صدر، اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان، یورپی ٹریڈ کمشنر پیٹر فیڈلسن، برطانوی وزیر خارجہ جیک سٹرا نے اس اقدام کو مسلمانوں کی توہین قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آزادی اظہار رائے یہ جواز فراہم نہیں کرتی کہ کسی مذہب کی تضحیک کی جائے۔ برطانوی میڈیا نے بھی اس حوالے سے نہایت ذمہ دارانہ کردار کا مظاہرہ کیا ہے اور یورپی یونین کے اخبارات کے برعکس تضحیک آمیز کارٹون شائع کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

اس صورتحال میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مغربی دنیا میں بھی باشعور لوگوں نے اس قبیح حرکت کی پرزور مذمت کی ہے۔ ہماری دانست میں یہ یہودی ذہنیت کا شاخسانہ ہے جو ہر حال میں عیسائیوں اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانا چاہتے اور اسلام اور مغرب کے مابین

تصادم کی ایک کیفیت پیدا کر دینا چاہتی ہے۔

ان حالات میں ضروری ہے کہ اس یہودی سازش کو بے نقاب کرنے کے ساتھ ساتھ یورپی ممالک کے ارباب بست و کشاد مذہبی اور سیاسی راہنماؤں اور دانشوروں کو یہ واضح کیا جائے کہ وہ بھی انبیا علیہم السلام کی گستاخی کو اپنے اپنے قوانین کے مطابق ناقابل معافی جرم قرار دیں اور اس جرم کے مرتکب کو سنگین ترین سزا دیں۔ زیادہ بہتر تو یہ ہے کہ وہ بھی پاکستان میں رائج قانون کے مطابق ایسے مجرموں کے لیے موت کی سزا مقرر کریں تا کہ دنیا بھر میں ایسے بدبختوں سے یکساں سلوک کیا جا سکے۔ اہل یورپ یہ بات پلے باندھ لیں کہ اگر آج انہوں نے اس موقع پر آزادی اظہار رائے اور انسانی حقوق کی آڑ میں ایسے مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے موثر قانون سازی نہ کی تو کل یہ دیگر انبیاء علیہم السلام خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عصمت پر بھی ہاتھ ڈالیں گے جس کا اہل اسلام کو اسی طرح افسوس ہوگا۔ ہمارے ہاں رائج توہین رسالت کا قانون ایک وسیع البنیاد قانون ہے۔ جو کسی مخصوص پیغمبر کی گستاخی سے متعلق نہیں بلکہ کسی بھی رسول کی گستاخی کرنے والا اس قانون کی زد میں آ جاتا ہے۔ انبیاء اور رسل عظام کی عصمت کا تحفظ بھی کسی ایک مذہب کا مسئلہ نہیں بلکہ یہ تمام مذاہب عالم کا مشترکہ مسئلہ ہے۔

یورپ اور امریکہ اٹھارویں صدی تک اس معاملہ میں ہمارے ہم خیال رہے ہیں اور توہین رسالت کے مجرموں کو سنگین ترین سزائیں دیتے رہے ہیں۔ ایک پادری ڈیوڈ کو 1579ء میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اہانت پر ہنگری میں عمر قید کی سزا سنائی گئی۔

روم میں برونو کو 1600ء میں توہین رسالت کیس زا کے طور پر زندہ جلایا گیا۔

برطانیہ میں بھی 1553ء کے مذہبی قوانین کے مطابق 5 افراد کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گستاخی پر ایلزبتھ کے دور میں زندہ جلا دیا گیا۔ سکاٹ لینڈ میں بھی توہین رسالت اور عیسائیت کی توہین کی سزا موت تھی۔ امریکہ میں بھی 1611ء کے قوانین کے تحت توہین رسالت کی سزا موت مقرر کی گئی تھی۔ اٹھارویں صدی میں ان سزاؤں میں کمی کا رجحان تو پیدا ہوا لیکن انہیں کلیتاً ختم نہ کیا گیا۔ برطانیہ میں 1821ء اور 1834ء کے درمیانی عرصہ میں 73 مجرموں کو سزا دی گئی جبکہ امریکہ کی مختلف ریاستوں میں 1838ء تک تقریباً اسی قدر مجرموں کو توہین رسالت و مذہب پر سزائیں دی گئیں۔ 1838ء میں یکا یک امریکہ میں کامن ویلتھ

بنام نی لینڈ کے مقدمہ میں عدالت نے یہ فیصلہ صادر کر دیا کہ مذہبی امور کو عدالت اور حکومت امور سے الگ رکھا جائے۔ اسی طرح 1883ء میں برطانیہ کے لائڈ چیف جسٹس نے پریس کی آزادی کو اس اہم قانون پر ترجیح دے دی اور یوں ان کے ہاں توہین رسالت کرنے والوں کو کھلی چھٹی مل گئی۔

اس کے بعد اگرچہ 1968ء کے بعد امریکہ میں ایک بھی ایسا مقدمہ دائر نہیں ہوا۔ لیکن ماضی قریب میں امریکہ میں جو ماجرا ڈیوڈ کے ساتھ پیش آیا اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں گستاخی رسول کے قانون میں جو لچک دے دی گئی تھی اس کے غلط ہونے کا اندازہ تو ان کو بخوبی ہو گیا ہے۔ لیکن اب اس کا اعتراف کرنے کی بجائے وہ ایسے مجرموں کو عدالتں سے بالا بالا ہی کیفر کردار تک پہنچا دینا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امریکی حکومت نے فوجی آپریشن کے ذریعے ڈیوڈ کا معبد جلا ڈالا جس میں اس کے علاوہ اس کے 300 ایسے ملازمین وغیرہ بھی مارے گئے جو اس کے نظریات پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ اس نے خود بھی صرف یہی کہا تھا کہ اس کے اندر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح حلول کر گئی ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ماضی میں بھی گستاخی رسول ﷺ پر اسلامی ریاستوں میں غیر مسلموں کو موت کی سزا دی جاتی رہی ہے۔ جس پر ان کے مورخین خود شاہد ہیں۔

رافیل آلٹیمرا لکھتے ہیں:

''عبدالرحمٰن دوم کے دور حکومت میں قرطبہ کے ایک پادری الوارو کا ایک اور پادری ایولوجیو اور دولنکیوں فلورا اور ماریا کے ہمراہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کے الزام میں قرطبہ میں سر قلم کیا گیا۔ یہ ایک ایسا جرم تھا کہ جس کی سزا اسلامی قانون کے مطابق موت تھی۔ (تاریخ ہسپانیہ)

ایک اور مصنف ٹائٹس برک ہارٹ یوں رقمطراز ہیں:

''نویں صدی کے وسط میں عبدالرحمٰن دوم کے عہد حکومت میں ایک بڑی جوابی تحریک اٹھ کھڑی ہوئی جس نے ''شہادت'' کی بالارادہ جستجو کی شکل اختیار کر لی۔ مسلمانوں نے عیسائی کے صاف اور سیدھے طریقہ جات میں کبھی مداخلت نہ کی تھی۔ لیکن جب بہت سے عیسائی مرد و زن نے اسلام پر دشنام طرازی اور پیغمبر اسلام ﷺ پر ملامت کا سلسلہ شروع کیا تو مسلمان قاضیوں نے انہیں موت کی سزائیں دیں۔'' (مورش کلچر ان اسلام صفحہ 27-26)

سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ قانون سازوں کا وضع کردہ نہیں بلکہ ہماری کتاب و سنت کا عطا کردہ ہے۔ اس قانون کے کتاب وسنت سے ماخوذ ہونے پر ان کی کتب بھی گواہ ہیں۔

''قرآن حکیم کے الفاظ میں کلمۃ الکفر توہین رسالت اور مذہب اسلام کی تحقیر کے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ فقہ میں اس موضوع پر قانون موجود ہے۔'' (انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن جلد دوم صفحہ 242) بائبل میں بھی دوٹوک طور پر توہین رسالت کو ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا ہے۔ ''لیکن پاک پیغمبر کی اہانت، یہ ہرگز معاف نہیں کی جائے گی۔''

(Mathew 12-28)

انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین عارضی ہوتے ہیں جبکہ الہامی قوانین دائمی اور مستقل اگر اللہ رب العزت کی مشیت ہو تو الہامی قوانین کو نئے الہامی قوانین ہی منسوخ کر سکتے ہیں۔ ورنہ کئی رسول ایسے مبعوث ہوئے ہیں جنہیں نئی شریعتیں نہیں دی گئی تھیں۔ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ایسے ہی رسل عظام میں سے ہیں۔ آپ اپنے بارے میں فرماتے ہیں:

''یہ خیال نہ کریں کہ میں (مروجہ) قوانین یا الہامی ہدایت کو مٹانے آیا ہوں میں مٹانے نہیں بلکہ ان کی تعمیل کروانے کے لیے آیا ہوں۔'' (بائبل میتھیو......5)

اس کے برعکس انسانوں کے بنائے ہوئے اپنے قوانین دیرپا ثابت نہیں ہوتے جلد یا بدیر عقل انسانی پر ان خود ساختہ قوانین کے سقم اور خرابیاں آشکار ہو جاتی ہیں کہاں پیرس میں پانی کی طرح شراب کے استعمال کی اجازت اور کہاں اسی سرزمین کے ڈاکٹر چارلس رچٹ جنہیں فزیالوجی میں نوبل پرائز دیا گیا ہے کا شرابی کے بارے میں یہ تازہ ترین تجزیہ۔

''جانوروں کی کسی نوع حتیٰ کہ سور گیدڑ اور گدھے میں بھی یہ بیحیائی اور بے غیرتی نہیں پائی جاتی شرابی بدترین مخلوق اور مکروہ وجود ہے جسے دیکھ کر اس بات پر شرم آتی ہے کہ یہ بھی بنی نوع انسان ہے۔''

اگر ڈاکٹر چارلس رچٹ کی اتباع میں روشن ضمیری اور بلند خیالی کا یہ سفر جاری رہا تو عین ممکن ہے کہ کچھ عرصہ بعد فرانس کے قانون ساز اداروں کو شراب پر قانوناً پابندی لگانا پڑ جائے۔ یہ تو انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کی بے ثباتی کی ایک جھلک ہے اس کے برعکس

الہامی قوانین میں نہ تو تغیر و تبدل ممکن ہے اور نہ ہی کسی قسم کا حک و اضافہ لہٰذا اہل یورپ غور فرمائیں کہ جس معاملہ پر خود بائبل میں واضح الہامی ہدایت موجود ہو اور صدیوں تک انہوں نے اس کے تتبع میں اپنے قوانین بنائے اور جاری کیے ہوں اس کو یکا یک ایک غیر منطقی عدالتی فیصلے کی بھینٹ چڑھا دینا کہاں کا انصاف ہے؟

اہل یورپ یہ بات بھی پیش نظر رکھیں ہم ریاستی عدالتی اور جملہ دنیاوی امور میں شریعت اسلامیہ کی قانونی بالادستی کو اس لیے تسلیم کرتے ہیں کہ ہماری الہامی کتاب ہمیں ہر ہر مسئلے کا کامل اور تشفی حل فراہم کرتی ہے اور چودہ صدیاں گزر جانے کے باوجود نہ تو اس کی ہدایت کی اثر آفرینی میں کوئی کمی واقع ہوئی نہ ہی اس میں کوئی لفظی و معنوی تغیر و تبدل۔

ہماری کتاب یعنی قرآن حکیم کی اس جامعیت اور تحریفات و اغلاط سے پاک ہونے پر غیر مسلم بھی شاہد ہیں۔ طوالت کے خوف سے صرف دو حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

سروجنی نیڈو کہتے ہیں:

”عدل کا شعور اسلام کے ارفع تصورات میں سے ایک ہے چونکہ میں نے قرآن کا مطالعہ کیا ہے جس سے میں نے زندگی کے طاقتور اصولوں کا فہم حاصل کیا ہے جو بالاء فہم نہیں بلکہ پوری دنیا کے لیے روز مرہ زندگی کے حوالے سے عملی ضابطۂ اخلاق کا درجہ رکھتے ہیں۔“

(Speeches and writings of Sarogini Niado P-167)

گبز قرآن حکیم میں کسی قسم کی تحریف یا آمیزش کے امکان کا رد کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”خوب! اگر قرآن ان (حضرت محمد ﷺ) کی ذاتی تصنیف تھی تو اور لوگ بھی اس کام میں ان کا مقابلہ کرتے۔ وہ ایسی دس آیات ہی بنا دیتے۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکے اور صاف ظاہر ہے کہ وہ ایسا نہ کر سکے، تو پھر یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ قرآن ایک منفرد شہادتی معجزہ ہے۔“

(Mohammadism by H.A.R Gibbs P-33)

ادھر ان کی عدالتوں نے نہیں ریاستی و عدالتی امور اور مذہبی امور میں دوئی کی راہ اس لیے بچھا دی کہ ان کی کتاب مقدس میں اس قدر اغلاط در آئی ہیں کہ اس کی ثقاہت مشکوک اور اس پر اعتبار معدوم ہو گیا۔ خود ان کے ہاں شائع ہونے والے میگزین

"Look" کی 26 فروری 1952ء کی اشاعت میں ہارٹ ذیل سپنس کا تصنیف کردہ ایک مضمون ”بائبل کے متعلق صداقت“ کے عنوان سے شائع ہوا جس میں اس فاضل مصنف نے یہ اعتراف کیا ہے کہ ایک انگریز اتھارٹی کے مطابق بائبل کے عہد نامہ جدید کے دونوں ایڈیشنوں میں جو پروٹسٹنٹ اور کیتھولک کے ہاں بالعموم پڑھے جاتے ہیں۔ 20000 سے زائد اغلاط موجود ہیں۔ جبکہ جدید طالب علموں کے مطابق ان اغلاط کی تعداد 50000 کے لگ بھگ ہے۔

اب تو چلتے چلتے نوبت یہاں تک آ گئی ہے کہ جون 1984ء میں 39 میں سے 31 بشپس اس بات پر متفق ہو گئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات احیائے موتی اور کنواری عورت سے پیدائش بالکل اسی طرح رونما نہیں ہوئے تھے جس طرح بائیبل میں بیان کیے گئے ہیں۔ بشپس کی اس اکثریتی رائے کے پیش نظر چرچ آف سکاٹ لینڈ نے اپنی شائع کردہ کتاب بعنوان ”A Statement of Faith“ میں سے کنواری عورت سے پیدائش والا براہ راست حوالہ ہی خارج کر دیا۔ گویا ان کے ہاں الہامی کتب کے بھی وہی الفاظ و واقعات اور ترتیب معتبر ہوتی ہے جس پر بشپس کا اتفاق ہو۔ اس صورتحال میں یہ چاہیے کہ ان کے دل اس کتاب نور کی طرف جھک جائیں جس میں چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود زیر زبر کی کمی بیشی واقع نہیں ہوئی۔ جو آخری الہامی کتاب ہے۔ جس کا مخاطب تمام انسانیت اور موضوع انسان کی فوز و فلاح ہے۔ جس کی اثر آفرینی کا یہ عالم ہے کہ جرمنی کے مشہور راہب نیٹشے کہا کرتے تھے کہ میں جب اس کتاب کا ترجمہ جرمنی زبان میں پڑھتا ہوں تو میری روح میرے جسم کے اندر رقص کرتی ہے۔

بحالات بالا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ اہل یورپ سیکولرازم کے فریب سینکل کر اپنی الہامی کتاب کے مطابق توہین رسالت اور اہانت مذہب کی سزا اپنے ملکو میں پھر سے بحال کر دیں تاکہ دنیا بھر میں ایسے بدبختوں سے یکساں سلوک کیا جا سکے۔ وہ اس حوالے سے پریس کی آزادی اور انسانی حقوق کے نام نہاد تصورات کو ہرگز خاطر میں نہ لائیں کیونکہ یہ خود ساختہ تصورات اور قوانین کبھی بھی الہامی قوانین پر فائق نہیں ہو سکتے۔ ورنہ جلد یا بدیر انہیں اپنی اس کجروی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

تحفظ ناموس رسالت ﷺ

ارشاد احمد فریدی

یورپین ممالک کے کچھ عقل کے اندھوں...... دل کے نابینوں...... فہم وفراست سے عاری اور شعور وخرد سے بیگانے یہودیوں نے محسن انسانیت...... بے مثال دانائے اسرار و رموز...... ہادیٔ برحق...... آفتاب رشد و ہدایت...... نبی آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توہین آمیز خاکوں اخبارات میں شائع کر کے اسلام کے خلاف اپنے دلوں میں بھڑکنے والی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ ان خاکوں سے جہاں ناموس رسالت ﷺ کی توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ وہاں رب جلیل کے پسندیدہ اور آخری دین اور شریعت مطہرہ کی بے حرمتی کا ارتکاب بھی ہے۔ ایسا غیر شعوری طور پر نہیں بلکہ ایک سوچی سمجھی اور منظم سازش کے تحت کیا گیا ہے اور کیا جا رہا ہے۔

ان خاکوں کو ذومعنی شکل میں پوری دنیا میں پھیلانے کا مقصد یہ بھی ہے، کہ اسلام جو امن اور سلامتی کا دین ہے۔ تحمل و بردباری...... صبر و برداشت کا دین ہے۔ اس کی تضحیک کر کے دوسرے مذاہب کو تعصب میں مبتلا کیا جائے کہ وہ اسلام کو ماننے سے بدظن ہو جائیں۔ جو یورپ اور امریکہ میں برق رفتاری سے پھیل رہا ہے اور وہ پریشان ہیں اور اس کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے آگے بند باندھنا چاہتے ہیں اسی لیے وہ اسلام کو تنگ نظر، دہشت گرد اور جبر کا دین ثابت کرنے کی بھرپور سازشوں میں مصروف ہیں مگر ؎

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

شان مصطفیٰ ﷺ کا مقام تو یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اپنے محبوب مکرم ﷺ کے بارے میں فرماتا ہے: "**یاایها الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون**" ہرگز اپنی آوازوں کو پیارے مصطفیٰ ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرنا جیسا کہ تم ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہو، اگر ایسا ہوا تو تمہاری ساری زندگی کے اعمال اکارت چلے جائیں گے اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے گا کہ تمہارے اعمال ضائع ہو گئے۔ ان میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی شامل ہیں۔ جن کی شان یہ ہے کہ اگر لاکھ غوث، قطب، ابدال کو بھی جمع کر دیں تو صحابی کی گرد پا تک بھی نہیں پہنچ پاتے غور کریں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ پر کتنا رحیم و کریم ہے۔

ایک مرتبہ کچھ لوگ محبوب خدا ﷺ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے، دروازہ پر دستک دے کر عرض کی حضور ہم فلاں فلاں جگہ سے آئے ہیں آپ ذرا باہر تشریف لائیں، اللہ رب العزت کو یہ بات ناپسند گزری کہ میرا محبوب محو استراحت ہو...... آرام فرما رہا ہو اور کوئی آ کر میرے حبیب کو آواز دے کر اٹھائے، تو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک نے فرمایا "**ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرهم لایعقلون**" (اے میرے محبوب جو تجھے دروازے کے باہر پکارتے ہیں ان میں اکثر عقل نہیں رکھتے، ان کو "**لایعقلون**" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ اللہ کے حبیب کو آواز دیتے ہیں...... یہ صبر کرتے جب تک محبوب خود باہر تشریف نہ لاتے۔ سبحان اللہ! کیا شان ہے پیارے مصطفیٰ ﷺ کی! خلاق کائنات خود اپنے محبوب کا ادب سکھا رہا ہے۔

پیارے مصطفیٰ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "**لایومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین**" (کوئی شخص اس وقت تک مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جب تک میں اسے ماں باپ، اولاد اور دوسرے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں) مسلمان ہونے کو اپنی محبت سے مشروط کر دیا...... مسلمان کسی بھی دور میں پیارے محبوب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جان نثار کرنے کے جذبے سے خالی نہیں رہا۔ اور نہ قیامت تک ایسا ہوگا...... کسی فاجر و فاسق مسلمان کا دل بھی چیر کر دیکھ لیں تو اس میں دو چیزیں ضرور ملیں گی ایک محبوب پاک ﷺ کی زیارت کا شوق اور دوسرے آپ ﷺ پر جان قربان کرنے کا

جذبہ۔ مسلمانوں کے دل کبھی اس جذبہ سے خالی نہیں رہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ آج تک جس کسی نے بھی پیارے مصطفیٰ ﷺ کی شان مبارکہ میں گستاخی کی وہ ضرور کیفر کردار تک پہنچا جب بھی کوئی نتھورام گستاخی رسول کا مرتکب ہوا تو غازی عبدالقیوم شہید نے بھری عدالت میں اس کا کام تمام کر دیا...... اگر کسی راجپال نے ایسی ناپاک جسارت کی تو غازی علم الدین شہید کو اپنے سامنے موجود پایا جس نے پل بھر میں اسے واصل جہنم کر دیا۔ انگریزوں کے ادوار میں بھی ایسے کئی واقعات پیش آئے اور ہر بار شمع رسالت کے پروانوں نے ناموس رسالت پر اپنی جانیں قربان کر کے دائمی زندگی پائی، اور دنیا اور آخرت میں سرخرو ہوئے۔

ایسے تکلیف دہ واقعات ہمیں بطور ملت متحد کر دیتے ہیں، اور مسلمانوں کے اندر نیا جذبہ اور نئی روح پھونک دیتے ہیں، جیسا کہ آج ان بدبختوں کے خلاف پوری امت مسلمہ سراپا احتجاج ہے اور یہ احتجاج دن بدن طول پکڑتا جا رہا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ہماری حکومت اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے سرد مہری کا مظاہرہ کر رہی ہے، تحفظ ناموس رسالت کے لیے احتجاج کرنے والوں کے خلاف سنگین نوعیت کے مقدمات قائم کیے جا رہے ہیں اور پابند سلاسل بھی کیا گیا ہے۔ کتنا ہی اچھا ہوتا کہ حکومت تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی ریلیوں اور احتجاجوں کا راستہ روکنے کے لیے ڈنڈے چلانے...... آنسو گیس کے شیل برسانے اور گرفتاریاں کرنے کی بجائے خود ان احتجاجی جلسوں میں شمولیت اختیار کرتی، اور وزراء و ایم این اے حضرات ریلیوں کی قیادت کرتے تو اشتعال انگیزی اور توڑ پھوڑ کا تصور ہی ممکن نہ تھا۔

یہ بات اہل کفر کو معلوم ہے کہ مسلمان ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے اپنی جانیں قربان کرنے کو بڑی سعادت سمجھتے ہیں۔ یہ ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا اس شمع رسالت کا نور دن بدن پھیلے گا اور قیامت تک پھیلتا ہی چلا جائے گا...... پروانے اس شمع کا طواف کرتے...... اس پر نثار ہو کر نئی زندگی پاتے...... اسلام کے لیے مضبوطی اور استحکام کا باعث بنتے اور کفار کے سامنے شمشیر برہنہ بن کر ان کا سکون برباد اور نیندیں حرام کرتے رہیں گے۔

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شان ورفعنالک ذکرک دیکھے

توہین رسالت...... اللہ تعالیٰ کے کامل واکمل دین کے ساتھ کفار کا یہ رویہ شدید ہٹ دھرمی اور بدترین تعصب کی نشاندہی کرتا ہے، دنیا میں تو اس کی سزا واجب القتل ہے ہی، آخرت میں بھی اللہ رب العزت نے ایسے لوگوں پر لعنت فرماتے ہوئے عذاب الیم کی وعید بھی فرمائی ہے، ارشاد ربانی ہے۔ "ذلک جزاؤ ھم جھنم بما کفروا واتخذوا ایتی و رسلی ھزوا" یہ ان کی سزا ہے جہنم کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور میری امتوں اور میرے رسولوں کا مذاق اڑایا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ وسلم

مسلمان مغرب پر اثر انداز مشترکہ لائحہ عمل سے ہی ہو سکتے ہیں

ان دنوں ڈنمارک اور دوسرے کئی مغربی ممالک کے اخبارات میں حضور نبی کریم ﷺ کی شان اقدس کے خلاف توہین آمیز اور شرانگیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف پوری امت مسلمہ سراپا احتجاج بنی ہوئی ہے۔ واحد مسلم ایٹمی طاقت اور دہشت گردی کی جنگ کے خلاف فرنٹ لائن اسٹیٹ ہونے کے باعث پاکستان عالم اسلام میں ایک خصوصی مقام رکھتا ہے اسی لیے پاکستان بھی اپنی صدائے احتجاج عالمی برادری کے سامنے پرزور طریقے سے پیش کرنے میں کوئی کمی نہیں کر رہا۔ صدر مملکت جنرل پرویز مشرف اور وزیراعظم شوکت عزیز ذاتی طور پر اندرون ملک ہی نہیں بیرونی ممالک کے ہر موثر فورم پر اس کی مذمت کر چکے ہیں۔ قومی اسمبلی اور سینٹ ایسے مقتدار ادارے مذہبی قراردادیں منظور کر کے اپنا بھرپور احتجاج ریکارڈ کروا چکے ہیں۔ مسلم ممالک اور ان کے او آئی سی ایسے نمائندہ اداروں کے ذریعے بھی مغربی ممالک پر تاحد امکان پوری قوت کے ساتھ یہ واضح کرنے کی جدوجہد کی جا رہی ہے کہ اگر انہوں نے دیانتداری کے ساتھ اسلام اور بانی اسلام کے خلاف کردار کشی کی اس مہم کو مستقل طور پر روکنے کا کوئی اہتمام نہ کیا تو پھر اسلام اور مغرب کے درمیان بڑھتی ہوئی خلیج کو پاٹنا کسی طرح ممکن نہ ہوگا۔ اس سلسلے میں حکومت کی جانب سے ایک نہایت موثر اور مثبت قدم یہ اٹھایا گیا کہ یورپی یونین سے باضابطہ طور پر احتجاج اور انہیں پاکستان کے قومی موقف سے آگاہ کرنے کے لیے ایک مضبوط پارلیمانی وفد برسلز بھیجا جائے اس بارے میں وزیراعظم، وزیر خارجہ اور وزیر مذہبی امور نے حزب اختلاف کے قائد ایم ایم اے، پیپلز

پارٹی پارلیمنٹرین اور مسلم لیگ ن کے پارلیمانی لیڈروں سے رابطے کیے اور انہیں اس وفد میں شرکت کی دعوت دی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اپوزیشن جماعتیں مسئلے کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے اس میں شامل ہوتیں لیکن انہوں نے اس پیشکش کو مسترد کر دیا۔ حکومتی سطح پر کی جانے والی اس تگ و تاز کے پہلو بہ پہلو اپوزیشن کی مذہبی و سیاسی جماعتوں کی جانب سے بھی ملک کے ہر بڑے شہر اور قصبے میں جلسے منعقد کرنے اور ریلیاں نکالنے کا سلسلہ جاری ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب حکومت بھی پورے خلوص کے ساتھ اس مقدس کاز کے لیے جدوجہد میں مصروف ہے اور حزب اختلاف کے احتجاج کو بھی اس کا جائز اور فطری حق قرار دے کر اس ضمن میں اسے ہر ممکن سہولت فراہم کر رہی ہے تو پھر ہر دو فریق باہمی مذاکرات اور بات چیت کے ذریعے کوئی ایسا لائحہ عمل کیوں تشکیل نہیں دے لیتے جس سے وہ پوری دنیا کو یہ تاثر دے سکیں کہ اپنے تمام سیاسی و گروہی اختلافات کے باوجود اس معاملہ میں وہ یکجان دو قالب ہیں اور ان میں کسی قسم کی دوئی اور غیریت موجود نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ وحدت فکر ونظر اور اتحاد و یکجہتی کے ایسے مظاہرے کے ذریعے ہی مغرب کو ایک ایسا واضح پیغام دیا جا سکتا ہے جس کے اثرات اس کے ذہن پر اس طرح مرتسم ہوں کہ عشروں تک ان کے نقوش ماند نہ پڑ سکیں۔

تاریخ اسلام میں ایسے بے شمار واقعات درج ہیں جب مسلمانوں کے مختلف ممالک یا گروہوں نے مشترکہ خطرے کے پیش نظر اپنے اختلافات ختم کیے اور متفقہ لائحہ عمل ترتیب دیا۔ آپس کے سیاسی اختلافات کے باوجود حضور ﷺ کی شان کے خلاف کی جانے والی جسارت کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے ہماری حکومت اور اپوزیشن بھی ایک مشترکہ کاز کے لیے ایسے ہی غیر متزلزل اتحاد کا مظاہرہ کر سکے تو لامحالہ اس کے اثرات بہت گہرے ہوں گے۔

موجودہ صورتحال میں پاکستان پر عالمی ذمہ داری کا بار گراں ہے وہ ایک طرف دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ میں اپنا کردار نہایت موثر طریقے سے ادا کرتے ہوئے دنیا پر یہ واضح کر رہا ہے کہ اسلامی تعلیمات کا انتہا پسندی و دہشت گردی سے کوئی علاقہ نہیں اور اسلام ایک ایسا روشن خیال اور اعتدال پسند مذہب ہے جو بین المذاہب مفاہمت اور ہم آہنگی کا سب سے بڑا داعی ہے دوسری طرف وہ مغرب کو یہ باور کرانے کی فکر میں ہے کہ

پاکستان ہی وہ واحد ملک ہے جو مغرب اور عالم اسلام میں بڑھتے ہوئے فاصلوں کو سمیٹنے اور تہذیبوں کے درمیان تصادم کے امکانات کو کم کرنے کی اہلیت سے بہرہ ور ہے۔

اسلامی دنیا اس وقت اپنی نشاۃ ثانیہ کے دور سے گزر رہی ہے اور مغربی استعمار یہ خطرہ محسوس کر رہا ہے کہ اگر تیل اور گیس کی پیداوار کے 70 فیصد حصّہ کے مالک اور دنیا کی مجموعی آبادی کے 22 فیصد پر محیط ایک ارب 40 کروڑ مسلمان اپنے سیاسی و معاشی حقوق کے تحفظ کے لیے بیدار ہو گئے تو پھر انہیں ان کے حقوق سے مزید محروم رکھنا ناممکن ہو جائے گا اس لیے وہ عالمی سرمایہ دارانہ نظام کی ناانصافیوں کے خلاف سیاسی، فکری اور مادی سطح پر مسلم نوجوانوں کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے ابھار کو ایک جذباتی رنگ دینے کے لیے مذہبی تعصّبات کو ہوا دینے کی شعوری کوشش کر رہا ہے اور حالیہ گستاخانہ خاکوں کی اشاعت اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ اسلامی ممالک اور یورپی یونین میں امریکہ کے مقابلے میں بہت خوشگوار تعلقات رہے ہیں اور یورپی ممالک نے نہ صرف عراق پر امریکی یلغار کی مخالفت کی تھی بلکہ اس بات کے امکانات بھی بہت واضح ہو رہے تھے کہ اگر امریکہ نے ایران کی جانب سے یورینیم کی افزودگی کو آڑ بنا کر اس پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو وہ اس کی بھی مزاحمت کریں گے، چین اور روس پہلے ہی امریکہ کے اس نوع کے کسی اقدام کے مخالف ہیں۔

اس صورت حال میں ڈنمارک ایسے 54 لاکھ کی آبادی والے ملک میں ایسے گستاخانہ خاکوں کی اشاعت جو پورے عالم اسلام کو مضطرب کر کے رکھ دے، بے مقصد اور محض اتفاق قرار نہیں دی جا سکتی کہ یورپی یونین اور اسلامی دنیا میں پیدا ہونے والی کشیدگی میں جس کسی کو بھی فائدہ پہنچ رہا ہے وہ سب کی نظروں میں ہے۔

عراق میں بھی امریکہ نے سنیوں اور شیعوں میں تفریق کرنے کے لیے ہر جتن کر ڈالا ہے اور حضرت امام علی نقیؒ اور امام حسن عسکریؒ کے مزارات مقدسہ پر ہونے والے بم دھماکوں کو بھی اسی تناظر میں دیکھا جانا چاہیے۔ اس عالمی صورتحال کا تقاضا یہ ہے کہ مسلم ممالک اپنے پرامن احتجاج کا فطری حق استعمال کرتے ہوئے اس امر کا پوری طرح خیال رکھیں کہ ان کا یہ احتجاج اس طرح نہ چھلکے کہ اس سے اغیار کے عالمی سیاسی و معاشی مفادات کو فائدہ پہنچے اور اسلامی دنیا کے وسائل کے استحصال کا سلسلہ دراز تر ہو جائے۔ پاکستان سمیت تمام اسلامی ملکوں کو یہ باور کر لینا چاہیے کہ مغرب کی طرف سے یہ رویہ حالیہ تاریخ کا

سب سے نازک اور مشکل چیلنج ہے۔ اس سے نمٹنے اور اس بحران سے نکلنے کے لیے انتہائی گہرے غور و فکر، سنجیدگی اور اتحاد کی ضرورت ہے۔ مغرب کی تو خواہش ہوگی کہ اس وقت مسلمانوں کے باہمی اختلافات بہت زیادہ اجاگر ہوں، وہ آپس میں متصادم ہوں، اپنی املاک جلائیں، اپنے ملکوں میں انتشار پیدا کریں تاکہ وہ اپنی مرضی سے دنیا کو چلا سکیں۔

یہ حقائق سامنے رکھ کر پاکستان میں حکومت اور اپوزیشن کو آپس میں تصادم سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ جب وہ ایک ہی دین کے ماننے والے ہیں اور توہین آمیز خاکوں کے خلاف میں ان کے جذبات بھی ایک جیسے ہیں تو پھر وہ آپس میں مل بیٹھ کر کوئی مشترکہ لائحہ عمل کیوں نہیں طے کر لیتے۔ حکومت اور اپوزیشن دونوں سوچیں کہ آنے والی نسلیں کل ہمارے بارے میں کیا رائے قائم کریں گی۔

(روزنامہ "جنگ" 26 فروری)

آزادی اظہار

عباس اطہر

مغربی دنیا کا ایک بہت بڑا مسئلہ آزادی اظہار ہے جس پر وہ کبھی اپنے ''اصولوں'' سے دستبردار نہیں ہوتی۔ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے بعد اسی اصول کو بنیاد بنا کر معافی مانگنے سے انکار کیا گیا اور آزادی صحافت کو آڑ بنایا گیا۔ میڈیا کی آزادی مغربی دنیا میں بہت مقدس سمجھی جاتی ہے اور اس کا ایک تازہ ترین نمونہ یہ ہے کہ امریکی محکمہ دفاع نے کہا ہے کہ آسٹریلوی ٹیلی ویژن چینل کو عراق کی ابوغریب جیل میں قیدیوں پر مظالم کی تصاویر نہیں دکھانا چاہئیں تھیں کیونکہ اس سے اشتعال بڑھے گا اور غیر ضروری تشدد کی کارروائیاں سامنے آسکتی ہیں جس اصول کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے اسی کے تحت دنیا بھر میں احتجاج کے باوجود یورپی یونین نے اپنے میڈیا کی آزادی کو محدود کرنے کے مطالبات مسترد کر دیئے ہیں۔ یہ آزادی اظہار اس اعتبار سے بڑی مقدس ہے کہ یورپ اور امریکہ میں مسلمانوں کے جذبات کی توہین تو آزادی اظہار ہے لیکن یہودیوں کی توہین کو ناقابل معافی جرم سمجھا جاتا ہے۔ یہ سوال مسلمانوں نے ہی نہیں خود یورپی صحافیوں نے بھی اٹھایا ہے۔ یہودیوں کے معاملے میں آزادی اظہار کی صورتحال یہ ہے کہ ہر وہ فقرہ یا اشارہ جو یہودیوں کو ناپسند ہو، یہود دشمنی قرار پاتا ہے اور یورپ میں دوسرے ہر جرم کی معافی ہو سکتی ہے۔ لیکن یہود دشمنی کی نہیں۔ یہود دشمنی کا تناظر اتنا وسیع ہے کہ یہ کہنا بھی یہود دشمنی کے زمرے میں آتا ہے کہ ہٹلر نے اتنی تعداد میں یہودی نہیں مارے تھے جتنے بیان کیے جاتے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ سارا رویہ یورپی حکومتوں اور پریس کا ہے۔ عوامی سطح پر آج بھی یہودیوں کے خلاف اتنی ہی نفرت پائی

جاتی ہے جتنی ماضی میں تھی۔ فرق صرف یہ ہے کہ حکومتی پابندیوں کے باعث لوگوں کو ''جرأت اظہار'' کا ذرا کم ہی موقع ملتا ہے تاہم لوگوں کا داؤ لگ جائے تو وہ یہودیوں کی قبروں پر غصہ اتار لیتے ہیں۔

یورپ میں یہود دشمنی کو Taboo (شجر ممنوعہ) بنانے کا ذمہ دار امریکہ ہے۔ جنگ عظیم کے خاتمے پر یورپ امریکہ کا مفتوحہ علاقہ بن گیا اور یہود ''مقدس'' قرار پائے۔

اب نائن الیون کے بعد کی دنیا میں فلسطینیوں کو یہ مشورہ دیا جا رہا ہے کہ وہ صابرہ اور شتیلہ میں ہزاروں عورتوں اور بچوں کے قاتل شیرون کو ''امن کا چیمپئن'' مان لیں اور یہ بھی قبول کر لیں کہ ان کی جدوجہد آزادی دراصل دہشت گردی ہے جس کا خاتمہ ہونا ضروری ہے۔

یورپ ماضی میں ہمیشہ یہود دشمن رہا۔ یورپ کی یہود دشمنی، یہود عاشقی میں اس طرح تبدیل ہوئی کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ نے مفتوحہ یورپ (جرمنی، آسٹریا وغیرہ) میں تعمیر نو کے دوران سب سے زیادہ خرچہ یہودیوں کے قتل عام اور نازیوں کے مظالم کی کہانیوں پر مبنی فلموں، ٹی وی ڈراموں، کتابوں اور دوسرے لٹریچر پر صرف کیا۔ جنگ عظیم دوئم کے بعد پیدا ہونے والی یورپ کی ساری نئی نسل نے پروپیگنڈے کے اس طوفان نوح کے سائے میں آنکھ کھولی۔ یہ نسل جب جوان ہوئی اور حقائق پر دوسرے زاویے سے نظر ڈالنے کا موقع ملا تو ان کی سوچ کچھ اور ہو گئی لیکن نہ نظر آنے والی امریکی زنجیروں میں جکڑی حکومتیں اور یہودیوں کی ترغیبات کا شکار یورپی میڈیا بدستور یہودی عاشق میں مبتلا رہا۔

یہ Taboo اتنا مضبوط ہے کہ جرمنوں کی کسی حکومت کو آج تک یہ جرأت نہیں ہو سکی کہ وہ دوسری جنگ عظیم میں امریکیوں کے ہاتھوں جرمنیوں کے قتل عام کا احوال بیان کر سکیں جرمنی کے سرکاری نصاب میں سارا زور یہودیوں کے مظلومانہ قتل عام پر ہے یا پھر نازیوں کے ظالم ہونے پر۔

اب ایک فلم بنی ہے جس میں جرمنوں نے کچھ کچھ جرأت سے کام لیا ہے۔ یہ فلم ''ڈریسڈن دی انفرنو'' Dresden The Inferno کے نام سے پیر 13 فروری کو جرمنی کے سینماؤں میں نمائش کے لیے پیش کی گئی ہے۔ ڈریسڈن جرمنی کا ایک ہنستا بستا شہر تھا جہاں مشرقی علاقوں سے آنے والے ہزاروں جرمن پناہ گزین بھی آباد تھے لیکن 13 اور 14

فروری 1945ء کو امریکہ اور برطانیہ نے اس پر تاریخ کی بدترین بمباری کی۔ اس بمباری میں پچاس ہزار سے زیادہ شہری ہلاک ہوئے۔ ازراہ مروت فلم ریلیز ہونے کی خبر میں یہ تعداد 35 ہزار بتائی گئی ہیں اس فلم میں امریکہ کو ظالم دکھانے کی جرأت نہیں کی گئی، صرف معروضی انداز میں ایک محبت کی کہانی کے حوالے سے شہر کی تباہی دکھائی گئی ہے لیکن اہم بات یہ ہے کہ جرمنی میں ایک ایسی فلم بنی ہے جس میں کم از کم یہ تو بتایا گیا ہے کہ ڈریسڈون میں ہزاروں شہری امریکی بمباری سے مارے گئے۔ اتنی جرأت کرنے کے لیے فلمساز کو اپنی فلم میں پہلے تو یہ بتانا پڑا کہ جنگ کے اصل ذمہ دار یعنی اصل ظالم خود جرمن تھے پھر یہ بھی بتانا پڑا کہ امریکہ اور برطانیہ بمباری کر کے ڈریسڈن کے شہریوں کا قتل عام نہیں کرنا چاہتے تھے۔ (شاید وہ ظلم کا قلع قمع کر رہے تھے) جرمن فلم کے ناظرین اتنے ذہین تو ضرور ہوں گے کہ وہ فلم کی نمائش کے لیے پیش کیا جانے والا یہ "عذر" اچھی طرح سمجھ لیں۔ اب تک جرمن صرف نازیوں کے مظالم کی فلمیں دیکھتے رہے ہیں۔ پہلی بار وہ امریکی کارروائی کی فلم دیکھ رہے ہیں یہ انقلاب بھی خاصا اہم ہے۔

باقی یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ امریکی اور برطانوی کبھی قتل عام کرتے ہیں نہ قیدیوں کی تذلیل۔ یہ دونوں کام تو تعمیر نو اور قوموں کو آزادی دلانے کے نیک عمل کے دوران خود بخود ہو جاتے ہیں۔ برطانوی فوجی اگر عراقی بچوں کو ٹھڈے مار مار کر ہلاک کر دیتے ہیں اور ان کی لاشوں پر بھی "ٹھڈا" بازی جاری رکھتے ہیں۔ تو یہ بھی انسانی حقوق کے احترام کا ایک انداز ہوتا ہے بچوں کے ساتھ ہونے والے ان واقعات کی نئی وڈیو فلم پر دنیا میں شور مچا ہوا ہے اور ٹونی بلیئر نے اس فلم کی تحقیقات کا اعلان بھی کر دیا ہے حالانکہ دونوں عمل ہی غیر ضروری اور بے نتیجہ ہیں نہ تو شور مچانے سے کچھ ہوگا نہ تحقیقات سے "ٹھڈا بازی" رکے گی۔ یہ تو آزادی اظہار کا وہ پہلو ہے جو امریکہ اور یورپ نے اپنے لیے مخصوص کر رکھا ہے۔

(روزنامہ "نوائے وقت" 19 فروری 2006ء)

ناموس رسالت ﷺ

ہادیٔ برحق، پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں ڈنمارک کے ایک قدامت پسند اخبار **Gyllands Posten** میں ہاتھ سے بنایا ہوا ایک خاکہ شائع ہوا تھا۔ توہین رسالت پر مبنی اس خاکے کی اشاعت پر دنیائے اسلام میں زبردست ردعمل ہوا جس کے نتیجے میں اخبار نے معذرت تو کر لی لیکن اپنا یہ اصولی موقف برقرار رکھا کہ اسے ایسی تصویر شائع کرنے کا حق حاصل ہے۔ امید تھی کہ اس معذرت کے بعد یہ بات حسب سابق ختم ہو جاتی لیکن یورپ کے بیشتر ممالک میں اخبارات نے اس کے عکس کو دوبارہ شائع کیا جس کا مقصد بقول ان کے ڈنمارک کے اخبار سے اتحاد کا مظاہرہ کرنا اور غالباً دنیائے اسلام کو للکارنا ہے کہ تم کس کس سے معافی منگواؤ گے؟ فرانس کے دوپہر کے اخبار **France Soir** میں اسی طرح کا ایک خاکہ شائع کیا گیا۔ ادھر اٹلی میں حکومت مشینری کے ایک وزیر نے ان خاکوں کی ٹی شرٹ تیار کروا کر مفت تقسیم کی اس مقصد کے تحت خاکوں کی مزید تشہیر کر کے مسلمانوں کے جذبات سے کھیلا جائے۔ لہٰذا تمام اسلامی ممالک کا فرض ہے کہ لیت و لعل سے کام لینے کے بجائے ڈنمارک، اٹلی، جرمنی، فرانس اور ناروے کی مصنوعات کا بائیکاٹ اور ان سے سفارتی تعلقات کو ختم کیا جائے۔ کیونکہ توہین رسالت ماب ﷺ کوئی معمولی جرم نہیں اور اسلامی قوانین کی رو سے اس کا مرتکب واجب القتل ہے۔ حضور پاک ﷺ کی ذات مبارک ہر مسلمان کے لیے کتنی مقدس اور اہم ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ تکمیل ایمان کی بشارت اسی شخص کو دی گئی ہے جس کو حضور اکرم ﷺ کی ذات پاک سب عزیزوں، رشتہ داروں، اولاد اور والدین سے بڑھ کر عزیز ہو جائے تو حضور پاک ﷺ کی محبت قبولیت ایمان کی شرط اول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان خاکوں کے خلاف زبردست

مظاہرے اور ردعمل اظہار کیا جا رہا ہے۔ تمام مسلم ممالک نے اس واقعہ پر شدید احتجاج کیا ہے۔ جب کہ سعودی عرب، لیبیا اور ایران نے سفارتی تعلقات منقطع کر لئے ہیں۔ شاید ڈنمارک کو اندازہ نہیں تھا کہ ان خاکوں کی اشاعت کس قدر سنگین معاملہ ہے اور اس کا اس قدر شدید ردعمل ہو گا اب جب مشرقی وسطیٰ میں ڈنمارک کی مصنوعات کا بائیکاٹ ہوا جن میں زیادہ تر ڈیری پروڈکٹس ہیں اور روزانہ ایک ملین پونڈ کا نقصان ہونے لگا تو انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ ڈنمارک کے وزیر اعظم جنہوں نے یہ کہہ کر ملاقات سے انکار کر دیا تھا کہ مغربی ممالک میں آزادیٔ اظہار رائے اور پریس کی آزادی ہے اور حکومت اس میں مداخلت نہیں کر سکتی اور نہ کسی اخبار کو معذرت پر مجبور کر سکتی ہے اب وہ تین روز میں دو مرتبہ مسلمان سفیروں سے مل چکے ہیں اور حکومت کی پوزیشن واضح کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کے ملاقات پر انکار کے بعد سعودی عرب نے اپنا سفیر بطور احتجاج واپس بلا لیا جب کہ لیبیا نے اپنا سفارت خانہ بند کر دیا اور تمام مسلمان ملکوں میں احتجاجی مظاہرہ شروع ہو گئے جب کہ ڈنمارک کے سفارت خانے بھی نشانہ بننا شروع ہو گئے ہیں۔

مسلمان ممالک محسوس کر رہے ہیں کہ ان توہین آمیز خاکوں کا مطلب اسلام اور دہشت گردی کا تعلق آپس میں جوڑنا تھا۔ 11 ستمبر کے بعد وہاں پر ریسرچ شروع ہوئی کہ آخر مذہب اسلام اور قرآن مجید میں ایسی کیا تعلیمات ہیں جن کی وجہ سے اسلام کے پیروکار تشدد پر آمادہ ہو جاتے ہیں اس ریسرچ کے بعد سیاق وسباق کے خلاف بات کی تشریح ہونے لگی۔ (حالانکہ مسلم قوم میں نہ تو گوانتانامو بے اور ابوغریب جیسے پرتشدد جیل خانوں کا سراغ مل سکے گا نہ آزادیٔ اظہار کے ضمن میں اس قدر بے لگامی) ہمارے مذہب اسلام میں کسی بھی قوم کی مذہبی اقدار کی توہین اور معبودوں کی ہانت سے منع کیا گیا ہے۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور الہامی کتب پر یقین ہمارے ایمان کا حصّہ ہے۔ اسلام اپنے پیروکاروں کو رواداری کا درس دیتا ہے۔

افغانستان اور پاکستان میں جو پرتشدد مظاہرے ہوئے ان کا دنیا میں اس قدر نوٹس نہیں لیا گیا جس قدر ایران اور سعودی عرب کی حکومتوں کی طرف سے اپنے سفیر واپس بلانے اور دونوں ملکوں کے عوام کی طرف سے ڈنمارک کی مصنوعات کے بائیکاٹ، کرا ان کا نوٹس لیا گیا۔ اس پر امریکہ اور یورپ چیخ پڑے۔ مسلمانوں کا ردمل کیا ہونا چاہئے؟ سب سے موثر

ردعمل معاشی بائیکاٹ ہے۔ ڈنمارک کے واقع کے بعد امریکی اخبارات میں ایک عرب ملک کے اسٹور کی تصویر چھپی تھی جس میں ایک شیلف خالی تھا جہاں ڈنمارک سے برآمد شدہ مصنوعات برائے فروخت رکھی جاتی تھیں۔ اب وہاں ایک پوسٹر لگا تھا کہ ڈنمارک کی مصنوعات احتجاجاً فروخت نہیں کی جا رہی ہیں۔ مصر، متحدہ عرب امارات، اومان اور قطر میں ایک فرانسیسی اسٹور کو ڈنمارک سے درآمد ہونے والی اشیاء کو ہٹانا پڑا جس کی وجہ سے کمپنی کو 24 لاکھ ڈالر کا نقصان ہوا اور غالباً ڈنمارک کے اخبار کی معافی مانگنے کی وجہ بھی یہی تھی۔ انہیں آپ کے جذبات کی پرواہ کیوں ہو گی؟ ہاں انہیں بزنس میں نقصان کی پرواہ ہوتی ہے اور پھر بزنس والے ان پر دباؤ ڈالتے ہیں۔

حضور پاک ﷺ کی شان میں گستاخی کوئی بھی مسلمان برداشت نہیں کر سکتا اس کی طرف سے غم وغصہ کا اظہار کرنا اس کے جذبہ ایمانی کا تقاضا ہے، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس اشتعال انگیزی سے نقصان کس کا ہوا؟ اور ان احتجاجی مظاہروں میں پرتشدد کاروائیوں کے ذمہ دار کون ہیں؟ اپنے ہی لوگوں اور اپنی ہی املاک کو نقصان پہنچانے کے رجحان نے ہمارے دشمنوں کے لیے ایک نیا راستہ کھول دیا ہے جس پر چل کر وہ ہمارے خلاف سازشوں کو عملی جامہ پہنا سکتے ہیں اور ہمیں تباہی اور بربادی سے دوچار کر سکتے ہیں۔ ہمارے دشمنوں کو پتہ چل گیا کہ ہمارے جذبات کو کیسے بھڑکایا جا سکتا ہے اور ہمارے ہی ہاتھوں ہمیں کیسے برباد کیا جا سکتا ہے۔ مغربی استعماری قوتیں جب ہمارے خلاف غم وغصہ کا اظہار کرتی ہیں تو وہ اس میں معاشی ہتھیار استعمال کرتی ہیں اور ہمارے خلاف مختلف اقتصادی پابندیاں عائد کر کے اپنی منڈیوں تک ہماری رسائی ختم کر دیتی ہیں اور ان کا یہ ہتھیار اتنا موثر ہوتا ہے کہ ہم گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اس کے برعکس جب ہم ان کے خلاف غم وغصہ کا اظہار کرتے ہیں تو اپنا سر دیوار میں مارنا شروع کر دیتے ہیں اور اپنے آپ کو نقصان پہنچاتے ہیں اس طرح کا ردعمل دراصل کمزور قوموں کا ردعمل ہے جو انتشار اور افراتفری کا شکار ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستانی قوم اس وقت بدترین افراتفری اور انتشار کے دور سے گزر رہی ہے اور اس ہستی کے ناموس کے تحفظ کے لیے احتجاجی مظاہروں میں اس ہستی کے چاہنے والے بھی محفوظ نہیں ہیں۔ حالانکہ آپ ﷺ نے ہمیشہ امن و سلامتی کو جنگ و جدل پر مقدم قرار دیا ہے، جانوں کے تحفظ کا حکم دیا ہے لیکن پاکستان میں گزشتہ مظاہروں میں لوٹ مار، آتش زنی، قتل و غارت

گری و بدامنی پھیلانے کے جو واقعات ہوئے ہیں اس کا ذمہ دار کس کو ٹھہرایا جائے؟ پشاور میں ایک بچے کو زندگی سے محروم کر دیا گیا لاہور میں دو اموات ہوئیں اور تباہی و بربادی کا جو کھلم کھلا کھیل کھیلا گیا یہ کسی بھی طرح ناموس رسالت مآب ﷺ کے کاز سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ ان احتجاجی مظاہروں کے بعد یوں محسوس ہوتا ہے کہ ملک افراتفری اور انتشار کی طرف بڑھ رہا ہے۔

مگر یہ بات بھی باعث فخر ہے کہ موجودہ ملی وقومی پس منظر میں اہلسنت و جماعت کیطرف سے جمعرات 16 رفروری کو کراچی جیسے گنجان آباد، ہمہ وقت ہر سمت متحرک اور بسا اوقات لاقانونیت کا شکار رہنے والے اس شہر میں تحفظ ناموس رسالت ریلی نہایت ہی پرجوش لیکن کسی بھی لاقانونیت کے حوالے سے خاموش احتجاج یقیناً ایک تاریخی اور مثالی اجتماع تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اہلسنّت و جماعت واقعی پرامن لوگ ہیں۔ خصوصاً دو دن پہلے پشاور اور ایک دن پہلے لاہور جیسے آبادی کے لحاظ سے چھوٹے شہروں میں اسی حوالے سے قانون توڑنے کے افسوسناک واقعات پیش آچکے تھے۔ فساد پسندی شری اور دہشت گردوں کا جہاں تک تعلق ہے تو وہ کراچی میں بھی پائے جاتے ہیں اور جب موقع ملے اپنے کارنامے دکھاتے رہتے ہیں۔ یعنی وہ پشاور اور لاہور میں محدود نہیں مگر ان تین احتجاجوں میں یہ اتنا بڑا فرق کیوں پیدا ہوا اور کیوں نظر آیا؟ اس کے اسباب اب بھی خاصے فکری تجزیات طلب ہیں۔

ذرا غور کیجئے معاملہ ایسا سخت جذباتی، شہر اتنا بڑا اور ایسا کہ ہر سڑک سے دو چار گلیاں نکلتی ہوں آبادی سوا کروڑ سے اوپر اور خاصی مختلف النسل اور مختلف اللسان اور اس شہر میں ایسا محترم دن گزر جانا بین الاقوامی اہمیت رکھتا ہے۔ ہم حضرت علامہ سیّد شاہ تراب الحق قادری، پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن اور جملہ قائدین وعوام اہلسنّت کو اس کامیاب اور پرامن احتجاج پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

اب حلات کا تقاضا یہ بھی ہے کہ آزادیٔ اظہار کے نام پر کی گئی اس قبیح حرکت کو ایک بین الاقوامی جرم قرار دیا جائے کیونکہ ایسی حرکات سے دو یا دو سے زائد ملکوں میں جنگ کی نوبت بھی آسکتی ہے۔ لیکن وموجودہ حالات سے ایسا لگتا ہے کہ ان ممالک کی حکومتوں کو دنیائے اسلام کے جذبات کی قطعی پرواہ نہیں اور یہ بات بھی بعید از قیاس نہیں کہ ان خاکوں کی اشاعت مسلمانوں کو غصہ دلا کر کسی غلط ڈگر پر ڈالنے اور ان کی مبینہ دہشت گردی کا تاثر زیادہ

عام کرنے کی سازش ہے جو عین ممکن ہے امریکہ اور اسرائیل وغیرہ کی تخریبی ایجنسیوں نے تیار کی ہو۔ ورنہ ڈنمارک جیسے چھوٹے ملک کی حکومت میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ ایسی حرکت کرے۔ لیکن ابھی حالات اور واقعات کے مزید رخ دیکھنے اور ان کا تجزیہ کرنا ہے۔ فی الحال تو اہل اسلام کے سوچنے کی بات یہ ہے کہ ابھی مدتوں کمزور اور محتاج ہی رہنا ہے یا کبھی اسلام کو غلبہ بھی حاصل کرنا ہے تاکہ دنیا میں کسی کو ہمارے آقا ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے کی جرأت ہی نہ ہوسکے۔

حکومت کو چاہیے کہ وہ پہلی فرصت میں ان ممالک سے اپنے سفیر واپس بلائے اور پاکستان میں ان کے سفارتخانوں کو بند کر کے عملے کو ان کے ملکوں میں واپس بھیجے اور ان سے سفارتی تعلقات منقطع کرے۔ نیز او آئی سی کے ذریعے اقوام متحدہ سے رابطہ کر کے ایسے ضوابط کی منظوری کرائی جائے کہ جس کے تحت اقوام متحدہ کا ہر رکن ملک اپنے اپنے ملک میں ایسے قوانین وضع کرے جس کی وجہ سے آئندہ کوئی شخص ایسی ناپاک جسارت کے ارتکاب کی جرأت نہ کرسکے۔

توہین رسالت ﷺ کے بعد اب عراق کے شہر سامرہ میں حضرت امام علی نقی، حضرت امام حسن عسکری اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم کے روضۂ مبارک کو نقصان پہنچانے اور مساجد پر حملوں کے واقعات اس امر کو ظاہر کرتے ہیں کہ یہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مسلمانوں کو مشتعل کرنے اور انہیں لڑانے کی سازشیں ہو رہی ہیں۔

سامرہ کے واقعات میں بدھ 22 فروری کی صبح چار مسلح افراد جن میں سے ایک نے فوجی وردی پہن رکھی تھی۔ روضے مبارک میں داخل ہوئے اور انہوں نے محافظوں کو زدوکوب کرنے اور ان پر قابو پانے کے بعد روضے مبارک کے اندر متعدد دھماکے کئے۔ جس سے روضے مبارک کا سنہری گنبد اور ایک دیوار شہید ہوگئی۔ سامرہ کے واقعہ کے ردعمل میں بعض مساجد پر بھی حملے ہوئے۔

مزارات مقدسہ پر کیوں دھماکے ہوئے اور ان دھماکوں کا ارتکاب کرنے والے کیا چاہتے ہیں؟ یہ سوالات یقیناً ہر ذہن میں پیدا ہوتے ہیں لیکن جو افراد اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے والے عناصر کا ادراک رکھتے ہیں ان کے لئے ان سوالات کا جواب حاصل کرنا کچھ مشکل نہیں یہ کوئی ایسا معمہ نہیں جسے حلکرنا بہت مشکل ہو اس حقیقت سے ہر کوئی

آ گاہ ہے کہ امریکہ اور اس کے حلیف اپنی انتہائی کوششوں کے باوجود عراق پر اپنا تسلط برقرار رکھنے میں کامیاب نہ ہو سکے کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جب امریکی فوجیوں پر حملہ نہ ہوتا ہو وہاں انتخاب کا جو ڈرامہ رچایا گیا اور ایک منتخب حکومت قائم کی گئی وہ بھی امن بحال کرنے اور شہریوں کی جان و مال کو تحفظ فراہم کرنے میں ناکام رہی عراقی عوام کا سب سے بڑا مطالبہ ہی یہ ہے کہ غیر ملکی فوجیں ان کی سرزمین سے واپس چلی جائیں اور ان کی خودمختاری بحال کی جائے جب کہ یہ مطالبہ کرنے والے امریکیوں کے نزدیک دہشت گرد ہیں یوں محسوس ہوتا ہے اب امریکیوں نے عراق کے دونوں بڑے فرقوں کو آپس میں لڑانے کی سازش کی ہے اور یہ دھماکے اسی سازش کا نتیجہ ہیں، لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی نئی نہیں ہے امریکہ اب عراق میں اس پالیسی پر عمل پیرا ہو چکا ہے اس کے منصوبے کے مطابق سنی مساجد پر حملے ہوئے۔ یقیناً یہ صورت حال اسلام دشمنوں کے لئے اطمینان کا باعث ہو سکتی ہے مگر مسلمانوں کے لئے تشویش کا باعث ہے مساجد اللہ کا گھر ہیں تمام مسلمانوں پر ان کی حفاظت لازم ہے جن مسلمانوں کو اپنے حقیقی دشمن کی شناخت کرنی ہے انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ کون انہیں آپس میں ایک دوسرے سے برسرپیکار کرنا چاہتا ہے اگر وہ اشتعال میں آ کر ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں تو اس ا یہ مطلب ہوا کہ اسلام دشمن اپن مقاصد میں کامیاب ہو گئے اسلام اور مسلمانوں کے دشمن یہی تو چاہتے ہیں مسلمانوں کو اپنے دشمنوں کی ان سازشوں اور چالوں کو ناکام بنانا چاہیے۔ سامرہ کے واقعہ کو خاکوں کی اشاعت کے واقعات سے الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا دونوں ایک ہی سازش کی کڑیاں ہیں امت مسلمہ نے جس طرح توہین رسالت کی ناپاک جسارت کے خلاف مظاہرہ کئے ہیں اس نے اسلام دشمنوں پر لرزہ طاری کر دیا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلم ممالک کے حکمراں بھی دینی غیرت اور حمیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دنیا بھر کے مسلمانوں کی ترجمانی کریں۔

توہین آمیز خاکوں پر مشترکہ اعلامیہ

سب تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے اور لاکھوں درود و سلام سرکار دو عالم ﷺ اور آپ کی آل و اصحاب پر...... ڈنمارک میں ہونے والے اُن واقعات کو کسی طرح بھی قبول نہیں کیا جا سکتا جن میں اہانت رسول ﷺ کا ارتکاب کیا گیا اور ناموسِ رسالت ﷺ کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس سے پوری امت مسلمہ کی دل آزاری ہوئی ہے اور اقوام عالم کے مابین اصلاحِ احوال کے اعلیٰ ترین مقصد کے حصول کے لیے اس قرآنی حکم سے روگردانی کی گئی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”اور ہم نے تمہیں قبائل اور اقوام کی صورت میں اس لیے پیدا فرمایا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔

اس صورت حال کے پیش نظر ہم درج ذیل اقدامات کی توثیق کرتے ہیں:

1- ہم شانہ بشانہ اس امت کے ساتھ ہیں جو نصرتِ رسول ﷺ اور تحفظ ناموت رسالت کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ اس ردعمل سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ ہم ایک زندہ قوم ہیں۔ لیکن یہ بات یاد رہے کہ امت کے اس اقدام میں پیغمبر آخر الزماں ﷺ کے اس ضابطہ اخلاق کی عکاسی ہونی چاہیے جس کا پرتو حضور ﷺ کے اصحاب کے افعال و کردار میں جھلکتا نظر آتا تھا۔

2- ہم ڈنمارک کی حکومت اور متعلقہ مجاز افسران سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ نہ صرف دنیا بھر سے بلکہ اپنے معاشرے سے بھی اٹھنے والی اس غیر جانبدار، سچی اور کھری پکار کے سامنے سرتسلیم کرتے ہوئے اپنے قبیح جرم کی مذمت کریں، معافی مانگیں اور اس بحران کو ختم کریں۔ ایسا اس لیے کرنا ضروری ہے تا کہ ڈنمارک عالمی برادری سے الگ نہ ہو جائے۔ اس عالمی برادری سے جو آزادی کا احترام کرتی

ہے اور جو مذاہب عالم کی مقدس ہستیوں پر رکیک حملے کرنے سے روکتی ہے اور کسی بھی مذہب یا نسل کے خلاف عناد اور دشمنی کی فضا پیدا کرنے سے منع کرتی ہے۔ ہمارا ان ممالک سے بھی یہی مطالبہ ہے جو اہانت رسول ﷺ کے اس قبیح جرم کا دفاع کرتے ہیں۔ دنیا میں ایسے کسی معاشرے کا کوئی وجود نہیں ملتا جو مطلق آزادی کا حامی ہو اور جس نے ایسے جرائم پر قابو پانے کے لیے قانون سازی نہ کی ہو، تاکہ کوئی کسی کے عقائد اور جذبات کو مجروح نہ کر سکے، تاہم ایسے قوانین اور ضابطوں کے معیارات مختلف ممالک میں مختلف ہیں۔

-3 یہ بات مسلمہ اور طے شدہ ہے کہ ہمارا مذہب آزادئ اظہار کی ضمانت دیتا ہے، بشرطیکہ اس کا مقصد وضاحت طلب کرنا یا اپنے مقصد کے لیے تبادلہ خیال کرنا ہو، نہ کہ توہین و تضحیک۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ ''اور ان سے بحث کرو حسن ترین طریقے سے۔'' عقل سلیم رکھنے والے سب لوگ اسے تسلیم کرتے ہیں اور بنیادی انسانی حقوق کی تمام دستاویزات میں اسے دوٹوک اور واضح الفاظ میں درج کیا گیا ہے۔

-4 ہم تمام مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے ضبط نفس کا مظاہرہ کریں اور اپنے جذبات کو قابو میں رکھیں۔ ہم کسی جارحانہ اقدام اور کسی ایسے ردعمل کو تسلیم نہیں کرتے جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ مثال کے طور پر ان معاہدات کی خلاف ورزی جو ہماری شریعت کی نظر میں بھی محترم ہیں یا سفارت خانوں پر حملے اور بے گناہ عوام یا دیگر مقامات کو نشانہ بنانے کے اقدامات ہماری عدل و انصاف پر مبنی اپیل کو بے اثر۔ اس طرح کا پرتشدد ردعمل کرنے کے ساتھ ساتھ ہمیں دنیا بھر میں ہونے والے مذاکرات اور اس اہم معاملے پر عالمی سطح پر ہونے والے تبادلہ خیال سے خارج بھی کرسکتا ہے۔ نیز ہم رسول کریم ﷺ کی تعلیمات سے روگردانی کر کے حضور نبی اکرم ﷺ کے مشن کی کوئی خدمت نہیں کرسکتے۔

-5 جن مذہبی اکابرین اور عالمی رہنماؤں نے غیر جانبدارانہ موقف اختیار کرتے ہوئے اہانت رسول ﷺ کے اس قبیح جرم کی مذمت کی ہے، ہم ان کا بے حد

احترام کرتے ہیں۔ ہم یہ تاکید بھی کرتے ہیں کہ وہ غیر مسلم لوگ جو مسلم یا غیر مسلم ممالک میں رہ رہے ہیں، انہیں اس جرم کا ذمہ دار نہ ٹھہرایا جائے۔ اس اصول کی بنیادیں بھی قرآنی تعلیمات پر رکھی گئی ہیں۔ ارشاد: ''اور کوئی انسان کسی دوسرے کے عمل کا ذمہ دار نہیں۔'' (الانعام :164)

اور ''کیا نیکی کا دلہ نیکی کے سوا کچھ اور بھی ہے؟'' (الرحمٰن :60)

-6 ہم اسلامی کانفرنس کی تنظیم (OIC) مسلم ممالک اور بین الاقوامی برادری سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اقوام متحدہ پر زور دیں تاکہ وہ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ، حضرت عیسیٰ و موسیٰ علیہما السلام اور دیگر برگزیدہ پیغمبروں کی اہانت کو جرم قرار دینے کا اعلان کرے۔

-7 ہم اس موقع پر مسلمانوں کو یہ بھی یاد دلاتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتے ہوئے حضور کی سنت پر اور آپ کے اسوۂ حسنہ اور ہدایات پر عمل کر کے ان سے اپنا ربط و تعلق استوار کریں اور نصرتِ رسول ﷺ کی جو لہر اس وقت مسلمانوں کے دل کو گرما گئی ہے، وہ محض ہوا کا جھونکا ثابت نہ ہو جسے گزر جانے پر بھلا دیا جائے بلکہ ایسی رغبت اور میلان مسلمانوں کے اندر ہمیشہ ہی زندہ رہنا چاہیے۔

-8 ہم بار دگر تاکید کرتے ہیں کہ ہمارا یہ فرض بنتا ہے اور اس کے لیے ہم ذمہ دار ہیں کہ ہم اپنے پیارے رسول ﷺ کے خصائص و فضائل اور اخلاق حسنہ کی دوسروں کو تعلیم دیتے رہیں۔ یہ کام تحریر و تقریر دونوں طریقوں سے کرنا ہوگا۔ لیکن اس کا بہترین طریقہ بلاشبہ ہمارا کردار اور دوسروں کے ساتھ ہمارا حسن عمل ہی ہوسکتا ہے۔ یہاں یہ بھی امر لازمی ہے کہ متعلقہ ادارے اور مخیّر حضرات آگے آئیں اور اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے اس جدوجہد کی بھرپور تائید اور حمایت کریں۔

اللہ رب العزت سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں توفیق عطا کرے کہ ہم وہ کام سرانجام دے سکیں جس سے اس کو محبت ہے اور جو اسے بے حد پسند ہے۔ آمین!

اعلانیہ پر دستخط کرنے والے مسلم سکالرز

☆ عبداللہ بن بابیہ (موریطانیہ) پروفیسر کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی، جدہ

☆ عبداللہ فوق (سعودی عرب)	مشہور اسلامی ترجمان
☆ ابلا محمد الخلاوی (مصر)	صدر اسلامک و عربیک سٹڈیز جامعہ الازہر
☆ شیخ ابوبکر احمد مالاباری (انڈیا)	سیکرٹری جنرل جماعت اہلسنت
☆ محمد بن محمد المنصور (یمن)	اسلامی سکالر، نمائندہ فقہ زیدی
☆ ڈاکٹر محمد رشید قبانی (لبنان)	مفتی اعظم
☆ ڈاکٹر احمد کبیسی (عراق)	
☆ شیخ عائض قرنی (سعودی عرب)	مشہور اسلامی سکالر
☆ پروفیسر عمر خالد (مصر)	مشہور اسلامی ترجمان
☆ شیخ عکرمہ صبری (فلسطین)	مفتی یروشلم
☆ ڈاکٹر محمد طاہر القادری (پاکستان)	جامعہ منہاج القرآن، لاہور
☆ ڈاکٹر مصطفیٰ بن حمزہ (مراکش)	پروفیسر اسلامی قانون، محمدی یونیورسٹی
☆ ڈاکٹر نوح علی سلمان القضاۃ (آرمی)	مشہور سکالر اردن سابقہ مفتی اردن
☆ سعید عبدالحفیظ حجاوی (اردن)	مفتی اعظم سلطنت
☆ ڈاکٹر سلمان العودۃ (سعودی عرب)	جنرل سپروائزر، اسلام ٹوڈے، انسٹیٹیوشن
☆ ڈاکٹر طارق السویدان (کویت)	مشہور اسلامی ترجمان
☆ سید عمر بن محمد بن سلیم بن حفیظ (یمن)	صدر دار المصطفیٰ انسٹیٹیوٹ
☆ ڈاکٹر وہبہ زحیلی (شام)	چیئرمین اسلامی قانون، اسلامی لاء کالج دمشق یونیورسٹی
☆ یاسمین محمد خلیل الحضری (مصر)	صدر حضری اسلامی فاؤنڈیشن
☆ محمد حسین فضل اللہ (لبنان)	مشہور اسلامی شیعہ سکالر
☆ ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی (شام)	صدر جامعہ دمشق
☆ الشیخ احمد بن حمد خلیلی	مفتی اعظم سلطنت عمان
☆ ڈاکٹر علی جمعہ	مفتی اعظم مصر
☆ الشیخ انظر شاہ کشمیری (انڈیا)	صدر علمائے دیوبند
☆ پروفیسر جاسم مطوع (کویت)	صدر اقرأ سٹیلائٹ چینل
☆ محمد اختر رضا الازہری (انڈیا)	صدر علمائے بریلوی

☆ شیخ خالد جندی (مصر)	مشہور اسلامی سکالر
☆ ابوبکر عدنی بن علی المشہور (یمن)	ڈائریکٹر جنرل اسلامی تربیتی لیگ
☆ شیخ احمد نور سیف (امارات)	ڈائریکٹر اسلامی سائنس و ریسرچ انسٹیٹیوٹ
☆ سید علی زین العابدین جفری (یمن)	مشہور اسلامی سکالر
☆ فاروق حمادۃ (مراکش)	پروفیسر حدیث، محمدی یونیورسٹی
☆ حاجی محمد شافعی حزامی (انڈونیشیا)	مشہور اسلامی سکالر، جکارتہ
☆ ڈاکٹر حمدان مسلم مزروعی (امارات)	سیکرٹری وزارت مذہبی امور
☆ شیخ حمزہ یوسف (امریکہ)	مشہور اسلامی سکالر، ڈائریکٹر زیتونہ انسٹیٹیوٹ
☆ ڈاکٹر حسن الصفا (سعودی عرب)	شیعہ ترجمان
☆ ڈاکٹر حبہ رؤف عزت (مصر)	لیکچرار اسلام و پولیٹیکل سائنس کالج، قاہرہ
☆ شیخ کیامی عبداللہ فقیہ (انڈونیشیا)	صدر اسلامی سکالر مشرقی جاوا
☆ ڈاکٹر عربی الکشاط (فرانس)	ڈائریکٹر دعوۃ مسجد و صدر اسلامی لکچر سنٹر پیرس
☆ شریف محمد العلوینی (بلجیم)	صدر یورپین اکیڈمی آف اسلامی کلچر و سائنسز برسلز
☆ آیت اللہ محمد علی تسخیری (ایران)	سیکرٹری جنرل بین الاقوامی اسمبلی برائے ربط مابین اسلامی مسالک

زندہ نہ رہے دہر میں گستاخ کوئی بھی

از سیّد عارف مہجور رضوی

یہ جان ہے کیا چیز ہر اک جان ہے قربان
ناموسِ رسالت ﷺ پہ ہے مر مٹنا ہی ایمان

ناقابلِ تحسین ہے توہینِ رسالت
برداشت نہ ہو پائے گا اسلام کا بطلان

جو عقل کہے اس کو پس پشت ہی ڈالو
تقلید کرو اس کی جو فرمائے ہے وجدان

ناموسِ رسالت ﷺ پہ کوئی دوسری رائے؟
ناقابلِ تسلیم ہے اس قسم کا رجحان

ناموسِ رسالت ﷺ ہے نہیں عام کوئی بات
اس بات سے وابستہ مسلماں کا ہے ایمان

کس کام کی ہیں اُس کی عبادات و ریاضات
حاصل نہ جسے عشقِ محمد ﷺ کا ہو عرفان

نذرانۂ جاں لے کے ہتھیلی پہ ہیں پھرتے
اللہ نے بخشی ہے جنہیں قوتِ ایمان

تخلیق ہوئے جن کے لئے دونوں جہاں ہیں
آؤ کہ کریں ان پہ ہر اک چیز کو قربان

اے پاک نبی ﷺ آپ کی ناموس سے بڑھ کر
دو جگ میں نہیں کوئی بھی توقیر کا سامان

معمور نہیں یاد سے جو اُن کی وہ دل کیا؟
پُرنم جو نہیں ذکر پہ وہ آنکھ ویران

محبوب ہے ہر وصف فقط آپ ﷺ کے دم سے
ہر ایک فضیلت ہے فقط آپ ﷺ کا فیضان

ہیں آپ ﷺ کے کردار کی عکاس احادیث
ہے آپ ﷺ کے اوصاف کا غماز یہ قرآن

کہتا ہے بصد آہ یہ غیرت کا تقاضا
کب ہو گا تو سرگرم عمل مردِ مسلمان

آؤ کہ ہے اب وقت کریں پورے وہ سارے
باندھے تھے جو ہم سب نے خداوند سے پیمان

زندہ نہ رہے دہر میں گستاخ کوئی بھی
یہ شمع رسالت ﷺ کے ہو پروانوں کا اعلان

سرکار ﷺ کی نسبت سے غلامی کا شرف ہی
ہر ایک مسلمان کی بخشش کا ہے فرمان

سرکار ﷺ کی ناموس کی حرمت کا تحفظ
مجبور ہے زیست کا تازیست ہی عنوان

تم نے کس ذاتِ اقدس کی توہین کی؟

حکیم سرو سہارنپوری (بشکریہ پندرہ روزہ نشوز راولپنڈی)

عزتِ مصطفیٰ ﷺ، حرمتِ مصطفیٰ ﷺ
زندگی سب کی اس ذات اقدس سے ہے
خود مری جان سے، مرے سب مال سے
میرے گھر بار سے، میرے ماں باپ سے
بے خبر بے شعور! یہ تم نے کسے
میری اولاد سے
میلی آنکھوں سے دیکھا ہے اس دہر میں
قیمتی چیز ہے
ہاں یہ خاکے شرارت بھرے کس کے ہیں
عزتِ مصطفیٰ ﷺ پر ہر اک شئے فدا
اس خباثت کی بنیاد بھی ہے کوئی
حرمتِ مصطفیٰ ﷺ میری ہر چیز سے
اور پھر اپنے اس خبثِ اظہار پر تم اکڑتے بھی ہو
میری ہر شخصیت سے ہر اک فرد سے
تم میں انسانیت کی رمق بھی نہیں
ہر تمنا سے ہر آرزو سے سوا

اپنے تاریک انجام سے بے خبر
یہ میرا مدعا ہے' یہی میری جاں
تم ہو اپنی تباہی کے خود نامہ بر
تم کو معلوم ہے تم نے کس ذاتِ اقدس کی توہین کی
میرا ایمان ہے' یہ میری جان ہے
عزوشان صرف ساری اسی کی تو ہے
میرا ارمان ہے
وہ جو احمد بھی ہے اور محمد ﷺ بھی ہے
میری دنیا بھی ہے آخرت بھی یہی
میری جنت یہی' میری فردوس بھی
اس کا صدقہ ہے سارا شعور آگہی
زیست سے قبر تک' ارض سے حشر تک
سارے نبیوں کی عزت ہے اس کا مشن
حوض کوثر سے' تسنیم کے جام تک
سب بزرگوں کی حرمت کا وہ پاسباں
میرا سب کچھ ہے بس مصطفیٰ ﷺ مصطفیٰ ﷺ
سب مذاہب کے سب رہبروں کیلئے
تم اگر حرمت مصطفیٰ ﷺ کی طرف
اس نے عزت کا فرمان جاری کیا
میلی آنکھوں سے دیکھو تو یہ سوچ لو
''ابتری'' جس کے دشمن کی تقدیر ہے
مسئلہ یہ فقط ایک میرا نہیں
اور قرآن میں یہ حکم تحریر ہے
اپنے احساس میں' مَیں اکیلا نہیں
ہم خدا کے اسی فیصلے کیلئے

یہ عقیدے کی ایمان کی بات ہے
منتظر ہیں کہ کس لمحے آتا ہے وہ
اُس کے بیٹے کروڑوں کی تعداد میں
سورہ کوثر میں جس کو اتارا گیا
شش جہت میں جو پھیلے ہوئے ہیں یہاں
صحن کعبہ میں جس کو سنایا گیا
میرے بھائی ہیں سب میرے اپنے ہیں سب
جس کے اعزاز کا جس کے اکرام کا
جن کی رگ رگ میں عشق محمد رواں
سارے عالم کو جلوہ دکھایا گیا
اسم احمد سے دل جن کے حرمت میں ہیں

کافر تو اکٹھے ہیں ناپاک جسارت پہ
کیوں کان دھریں گے وہ مومن کی شکایت پہ

اسلاف نے خوں دے کر ہے گلشن دیں سینچا
سو جان سے قرباں ہم، گلشن کی حفاظت پہ

سب کچھ ہے ملا ہم کو نعلین محمدؐ سے
ہم دے دیں گے جاں اپنی ناموسِ رسالتؐ پہ

اک حشر بپا ہو گا، اب کفر کے قلعوں میں
اب غیرتِ مسلم ہے آمادہ بغاوت پہ

گو چور ہیں زخموں سے پر جان سلامت ہے
دل اپنے تڑپ اُٹھے خاکوں کی اشاعت پہ

وہ رحمت عالم ہیں، وہ امن کے داعی ہیں
ہے ناز بڑا ہم کو آقا کی قیادت پہ

مایوس نہیں ہوتے مردانِ عمل بآبر!
کافی ہے یقیں اپنا، ایماں کی حرارت پہ

پروفیسر بابر حسین بآبر (بھیرہ شریف)

''خاکوں'' کی خاک

فہیم ترمذی

چمگادڑوں کی ٹوک سے سورج کو کیا ضرر
کتوں کے بھونکنے سے بجھا ہے کبھی قمر؟
اندھا ہزار کہتا رہے دن کو ''رات ہے''
کیا مان لے گا اس کی جو ہے صاحب نظر
خوشبوئے مشک خود ہے سند اپنے مشک کی
خورشید خود دلیل ہے اپنی اے بے خبر!
حوضوں کے مینڈکوں کا ہے دریا سے ربط کیا
کرگس کے علم میں کہاں شاہیں کی راہگذر
تنقید بادشاہ پہ بھنگی کرے تو کیا
خود اپنے منہ پہ آتا ہے تھوکے جو چاند پر
ناپاک سوچ کو کہاں پاکیزگی سے شغل
گل قند کے مزے کی گدھے کو ہے کیا خبر
نیچا دکھا سکیں گے نہ رب کے حبیبﷺ کو
دنیا کے سب خبیث بھی یک جان ہوں اگر
اُن ﷺ کا وقار بڑھتا رہے گا یونہی فہیم
''خاکوں'' کی خاک اُڑتی رہے گی نگر نگر

مت کرو مجبُور ہم کو......

اثر جون پُوری

تف ہے اہل و دہر اس آزادئ اظہار پر
جو عمل کیچڑ اُچھالے سید ابرار پر
اب خدائی فیصلے کے منتظر ہیں اہل حق
حملہ آور پیروئے ابلیس ہے سرکار پر
فرض ہے فی الفور امراض اہانت کا علاج
قرض ہے یہ اک، غلامان شہِ ابرار پر
دشمنانِ شاہ دیں کا ہو مسلسل بائی کاٹ
ہے گراں وارِ معیشت مجمع کفار پر
ہستی پُرنور کی توہین پر خوں روئے گا
پیش ہو گا شاتم ختم الرسل جب نار پر
کر رہے ہیں ہم زباں پر اور قلم پر اکتفا
مت کرو مجبُور ہم کو زور پر تلوار پر
پھر مقابل اہلِ حق کے، ملت واحد ہے کفر
ہے جبھی چشم عنایت موت کے حق دار پر
احتجاجِ عالم اسلام ہے فطری عمل
شیرنر بپھرے نہ کیوں، روباہ کی اہلکار پر

حال ہمدردانِ ملت ماورائے فہم ہے
تندخواپنوں کے حق میں، رحم دل اغیار پر
میرے بازو، میرا سر، جب تک سلامت ہے اثر
کوئی کیوں اُنگلی اُٹھائے گا مرے سرکار پر

احتجاجی قطعات

ریاض حسین چودھری

ہم پر گزر رہی ہیں قیامت کی ساعتیں
تہذیب شر میں حسنِ عمل کی رمق نہیں
سر ہو قلم حضور کے گستاخ کا ریاضؔ
جینے کا حق نہیں اسے جینے کا حق نہیں

روشن جبیں پہ، حرف شہادت کریں گے ہم
یوں مصحفِ نبی کی تلاوت کریں گے
اپنے لہو کے آخری قطرے تلک ریاضؔ
ناموس مصطفیٰ ﷺ کی حفاظت کریں گے ہم

توہین تنقید

ظفر علی راجا

کہاں توہین اور تنقید، راجا جی، برابر
الگ مفہوم ہیں دونوں کے، قالب بھی الگ
فریب عقل ہے توہین کو تنقید کہنا
الگ یہ لفظ ہیں ان کے مطالب بھی الگ ہیں

گستاخانہ خاکے

شریف شیوہ

یہ احتجاج مؤثر ہے اور اعلیٰ بھی!
کہ ذمے داروں کی اشیاء کا بائیکاٹ کریں
یہ کیا کہ گھر بھی جلے اپنا' انتشار بھی ہو
نظامِ امن کا کیوں خود ہی ''فیل ہارٹ'' کریں

وزیراعظم ڈنمارک سے

مظفر وارثی

بھارتی ریاست کے وزیر کہتے ہیں
دنیا میں ہی اسے جہنم دیں گے
گستاخ کارٹونسٹ کو وہ پھانسی دیں
انعام کی رقم ان کو ہم دیں گے

ناموسِ رسالت پہ چلو سر کو کٹائیں

سید عارف محمود مہجور رضوی (گجرات)

آتی ہیں گلستانِ شہادت سے صدائیں
آؤ کہ سبھی عہدِ محبت کو نبھائیں
آؤ کہ ہے اب وقت کریں اُن پہ نچھاور
اللہ و نبی کی ہیں جو ہم سب پہ عطائیں
آؤ کہ ہر ایک چیز کریں نذرِ رسالت
آؤ کہ کریں پیشِ نبی اپنی وفائیں
آؤ کہ سبھی سر پہ کفن باندھ کے نکلیں
بخشش کی بشارت لئے آتی ہیں ہوائیں
ہر چیز ملی ہم کو نبی پاک کے صدقے
آؤ کہ سبھی گیت نبی پاک کے گائیں
زندہ ہیں ابھی سرورِ کونین کے عاشق
آؤ کہ زمانے کے خداؤں کو بتائیں
سرکار کی عظمت ہے ہمیں سب سے مقدم
پیغام یہ کفار کو سب مل کے سنائیں
ہے غیرتِ ایماں کا بہر طور تقاضا
ناموسِ رسالت پہ چلو سر کو کٹائیں

جو کوئی بھی ہے مجرمِ توہینِ رسالت
عبرت کی اُسے دہر میں تصویر بنائیں
تا زیست ''علم دین'' جنم لیتے رہیں گے
زندہ ہیں ابھی عالمِ اسلام کی مائیں
اس طرح کے جینے سے تو مر جانا ہے بہتر
اُمڈی ہیں ندامت کی نگاہوں میں گھٹائیں
سرکار کی حرمت پہ فدا دونوں جہاں ہیں
اغیار سے مہجور کہو باز وہ آئیں

(بشکریہ ماہنامہ سوئے حجاز شمارہ مارچ 2006ء)

خراجِ عقیدت بحضور حضرت غازی عامر چیمہ شہیدؒ

محمد اسلم رضوی

ہے بحر محبت کا شناور عامر
معسکر حیدر کا دلاور عامر
صف اعداء مرعوب ہے جس سے
وہ مجاہد وہ بہادر عامر
جس کے سائے میں پلیں گے غازی
ہے وہ شجر تناور عامر
تجھ پہ نازاں ہیں مکیناں سدرہ
تجھ سے خوش ہے میرا داور عامر
جان بیچی ہے حضور خالق تو نے
کوئی تجھ سا بھی ہے سوداگر عامر
تیری صدائے محبت سن کر اب تک
ہے وجد میں طارم اخضر عامر
شاداں ہیں تیرے کام پہ بوبکر و عمر
اور خورسند ہیں امام جعفر و باقر عامر
ہے اسلم بھی طالب نظر رحمت
کاش کھل جائیں میرے بھی مقدر عامر

وہ مردِ مجاہد تھا شیدائے محمد ﷺ تھا

پروفیسر بابر حسین بابرؔ

ناپاک جسارت کی جرمن کی صحافت نے
للکار دیا اُس کو عامر کی شجاعت نے
نہ موت سے گھبرایا، باطل سے وہ ٹکرایا
جذبہ یہ دیا اُس کو آقا کی محبت نے
عامر نے کیا اونچا اسلام کے پرچم کو
پر قدر نہ کی اُس کی پرویزی حکومت نے
وہ مردِ مجاہد تھا شیدائے محمد تھا
بے چین کیا اُس کو توہین رسالت نے
گستاخِ نبی جو تھا اُس کو نہ گوارا تھا
آمادہ کیا اُس کو حملے پہ حمیت نے
تم غیرتِ ایماں سے للکار دو باطل کو
پیغام دیا ہم کو یہ اُس کی عقیدت نے
ہے دل میں ابھی جذبہ ہاتھوں میں ابھی دم ہے
ثابت یہ کیا بابرؔ عامر کی شہادت نے

DAILY NAWA-I-WAQT LAHORE
روزنامہ نوائے وقت لاہور
THURSDAY FEBRUARY 9 2006

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے ذمہ داروں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے: فیصل فاروق چیمہ

سرگودھا (نامہ نگار) ممبر صوبائی اسمبلی چودھری فیصل فاروق چیمہ نے ڈنمارک سمیت یورپی ممالک میں توہین رسالت پر مبنی کارٹون شائع کرنے والے اخبارات کی شدید مذمت کرتے ہوئے ان ممالک سے مطالبہ کیا ہے کہ اس گناہ کے مرتکب اخبارات کے ذمہ داران کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ اس قسم کے کارٹون دنیا بھر کے کروڑوں مسلمانوں کے خلاف سازش ہے جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔

یورپ میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت گھناؤنی عالمی سازش ہے: شجاعت

اہل مغرب نے نوٹس نہ لیا تو نتائج انتہائی تباہ کن ہونگے۔ انسانی حقوق کی تنظیموں نے اب کیوں خاموشی اختیار کر رکھی ہے

اسلام آباد (اپ) پاکستان مسلم لیگ کے صدر سابق وزیر اعظم چودھری شجاعت حسین نے کہا ہے کہ یورپ میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت گھناؤنی عالمی سازش ہے اگر اہل مغرب نے نوٹس نہ لیا تو نتائج انتہائی تباہ کن ہوں گے۔ [illegible] ... احتجاج کی یہ لہر انڈونیشیا سے افریقہ تک تمام مسلمان ممالک میں جاری ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ توہین آمیز

صفحہ 14 بقیہ نمبر 15

بقیہ	شجاعت حسین	15

خاکوں کی اشاعت کا یہ سلسلہ کسی عالمی سازش کا حصہ ہے۔ [illegible]

توہین آمیز خاکوں کا بدلہ لینے کیلئے 100 خودکش حملہ آور تیار ہیں: طالبان

خاکے بنانے والے کے قاتل کو سو سونے کی اینٹیں، ڈنمارک، جرمنی کے فوجی کے قاتل کو 5 کلو سونا دینگے: ترجمان

مغربی ممالک مسلم عقائد پر حملہ نہ کرنیکی یقین دہانی کرادیں تو مسئلہ حل کرانے کیلئے تیار ہیں: حماس

قندھار (آن لائن) طالبان نے کہا ہے کہ ان کے 100 خودکش حملہ آور مغربی ممالک کے اخبارات میں ... حماس نے کہا ہے کہ وہ توہین آمیز خاکوں کا مسئلہ حل کرانے کیلئے کوئی بھی کردار ادا کرنے کو تیار ہے۔

روزنامہ جنگ لاہور
JANG LAHORE

توہین آمیز خاکوں کیخلاف آج پہیہ جام اور شٹر ڈاؤن ہوگا

مجلس مشاورت قائدین تحریک ... اجتماعات ... [illegible]

ویگنیں، بسیں بند رہیں گی، انٹرسٹی، لوکل ٹرانسپورٹ تنظیموں اور لاہور کی تاجر تنظیموں نے بھی ہڑتال کی حمایت کا اعلان کردیا

[illegible]

لاہور (این این آئی) قومی مجلس مشاورت اور گول میز کانفرنس کے فیصلوں کے مطابق توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف آج جمعہ شٹر ڈاؤن اور پہیہ جام ہڑتال ہوگی ... بسیں بند رہیں گی انٹرسٹی، لوکل ٹرانسپورٹ تنظیموں اور لاہور کی تاجر تنظیموں نے بھی ہڑتال کی حمایت کا اعلان کردیا۔ دینی 24 بڑی اسلامی تحریکوں نے بھی اس ہڑتال کی حمایت کردی ہے۔ پاکستان میں نماز جمعہ کے خطبات میں یورپی اخبارات میں شائع ہونے والے خاکوں کی پرزور مذمت کی جائے گی۔

توہین آمیز خاکے شائع کرنے والے مغربی ممالک کے اخبارات کیخلاف سخت کارروائی کی جائے، قومی اسمبلی کی متفقہ قرارداد

[illegible]

اسلام آباد (نمائندہ خصوصی) قومی اسمبلی نے گزشتہ روز متفقہ طور پر ایک مذمتی قرارداد کی منظوری دی جس میں بعض مغربی ممالک کے اخبارات میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت ... ہوئے اسے آزادی صحافت کا غلط استعمال قرار دیا گیا اور متعلقہ ممالک کی حکومتوں سے مطالبہ کیا گیا کہ جنہوں نے یہ خاکے شائع کئے ہیں ان کیخلاف تادیبی کارروائی کی ...

صفحہ 8 پر بقیہ نمبر 13

جائے۔ قومی اسمبلی کے گزشتہ روز منعقدہ اجلاس کے دوران ایم ایم اے کے رکن قومی اسمبلی صاحبزادہ فضل کریم نے قواعد معطل کر کے قرارداد پیش کرنے کی اجازت چاہی۔ [illegible]

DAILY NAWA-I-WAQT LAHORE
روزنامہ نوائے وقت لاہور
Daily JINNAH LAHORE
روزنامہ جناح لاہور

توہین آمیز خاکے: ہائیکورٹ بار کا مغربی اخبارات کیخلاف عالمی عدالت میں مقدمہ دائر کرنیکا اعلان

خاکے عالم اسلام کیخلاف سازش ہیں، مشترکہ حکمت عملی طے نہ کی تو مزید خطرات پیدا ہو سکتے ہیں: فخر السلام گوندل

بار کی جنرل باڈی کا اجلاس، خاکوں کیخلاف تمام جماعتوں سے مل کر ریلی نکالنے کا فیصلہ، متعلقہ سفیروں کو واپس بھجوانے کا مطالبہ

لاہور (وقائع نگار خصوصی) لاہور ہائیکورٹ بار نے ... ایک گہری سازش قرار دیا اور کہا کہ اگر اس نازک موقع پر بھی مسلم ممالک نے کوئی مشترکہ حکمت عملی طے نہ کی ... [illegible] ... کہا کہ گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے ذریعے عالمی امن کیلئے بہت بڑا خطرہ پیدا کر دیا گیا ہے جس سے عالم اسلام کیخلاف صیہونی سازشوں کی نشاندہی ہوتی ہے۔

صفحہ 8 پر بقیہ نمبر 21

عامر نے ثابت کر دیا مسلمان توہین رسالت کسی صورت برداشت نہیں کر سکتے

خاکوں کی اشاعت یہودی لابی کی سازش ہے، فیض الرسول، عظیم قربانی رائیگاں نہیں جائیگی: حافظ شمس

[illegible]

گستاخانہ خاکوں کے معاملے پر آزادی اور مذہبی جماعتوں کے تعاون سے ایک بھرپور ریلی نکالی جائیگی ... [illegible]

مسلسل اشاعت کے 65 سال
روزنامہ نوائے وقت لاہور
DAILY NAWA-I-WAQT LAHORE
جلد 65 — 149 — 16 صفحات — 329

حکمران تحفظ ناموس رسالتؐ کیلئے چلائی جانیوالی تحریک سے بوکھلا گئے' ناصر قادری

تحریک میں حصہ لینے والے انجمن طلبائے اسلام کے عہدیداروں و کارکنوں پر عرصہ حیات تنگ کیا جا رہا ہے

ہم اسیران کی رہائی تک خاموش نہیں بیٹھیں گے' جوہر آباد میں لبیک یا رسول اللہ کانفرنس سے خطاب

جوہر آباد (نامہ نگار خصوصی) انجمن طلبائے اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات ناصر [illegible] قادری نے کہا ہے کہ حکمران اے ٹی آئی کے پلیٹ فارم سے چلائی جانے والی تحریک تحفظ [illegible] تحریک کے [illegible] اے ٹی آئی کے متعدد کارکنوں [illegible] عہدیداروں [illegible] اور [illegible] جھوٹے مقدمات درج کر کے انہیں انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے [illegible] اے ٹی آئی خاموش

بقیہ نمبر 46 پر ملاحظہ کریں

توہین آمیز کارٹون کی اشاعت سے ہر مسلمان کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے: محمد اقبال کھارا

ارباب اقتدار اس اہم مسئلے کو عالمی سطح پر بھرپور انداز میں اٹھائیں ناموس رسالتؐ ہماری زندگی و موت کا مسئلہ ہے

ہم ناموس رسالتؐ کے مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچا کر دم لیں گے' انجمن طلبہ اسلام سرگودھا ڈویژن کے ناظم کی طلبہ وفد سے گفتگو

بھیرہ (نامہ نگار) توہین آمیز کارٹون کی اشاعت سے ہر مسلمان کے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے ارباب اقتدار عالمی سطح پر مسئلے کو بھرپور انداز میں اٹھائیں ناموس رسالتؐ ہماری موت و زندگی کا مسئلہ ہے ان خیالات کا اظہار انجمن طلباء اسلام سرگودھا ڈویژن کے ناظم ملک محمد جاوید اقبال کھارا نے طلبہ وفد سے گفتگو کرتے ہوئے کیا انہوں نے کہا کہ ناموس رسالت کے مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچا کر دم لیں گے انجمن طلباء اسلام کے نوجوان غازی علم دین شہید کی غیرت دینی کے حقیقی جانشین ثابت ہوں گے۔

نہیں بیٹھے گی اور اسیران تحریک تحفظ ناموس رسالت کی رہائی کیلئے اپنا بھرپور کردار ادا کرتی رہے گی۔ انہوں نے ان خیالات کا اظہار گورنمنٹ کالج جوہر آباد میں اے ٹی آئی کے زیر اہتمام منعقدہ لبیک یا رسول اللہ کنونشن سے بطور مہمان خصوصی خطاب کے دوران کیا انہوں نے کہا کہ اے ٹی آئی کے گرفتار کارکنوں کی رہائی کے لئے اے ٹی آئی کا ہر کارکن میدان عمل میں اتر چکا ہے اور حکمرانوں کو اپنا رویہ تبدیل کرنے پر مجبور کر دے گی۔ کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے اے ٹی آئی سرگودھا کے ڈویژنل ناظم ملک جاوید اقبال کھارا نے کہا کہ موجودہ حکمرانوں کی غلط حکمت عملی اور پالیسیاں ملک و قوم اور عالم اسلام کے مفادات کے منافی ہیں اب ان سے نجات حاصل کرنی ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک صاحبزادہ سید منور رضا گیلانی، مفتی سرفراز حسین، انجینئر سلیم اللہ اور دیگر رفقاء کو رہا نہیں کیا جاتا ہم خاموش نہیں بیٹھیں گے۔ اے ٹی آئی کی جانب سے گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے خلاف احتجاج کا سلسلہ جاری رہے گا۔ کنونشن سے اے ٹی آئی ضلع خوشاب کے ناظم جاوید اقبال چوہدری، [illegible] ضلع خوشاب کے جنرل سیکرٹری [illegible] ایڈووکیٹ اور کالج کے ناظم حافظ اسعد اقبال نے خطاب کیا۔

توہین آمیز خاکوں پر احتجاج: غیرت مند مسلمان ہیکروں نے یورپی ممالک کی 2 ہزار ویب سائٹ مسخ کر دیں' مذمت کے پیغامات لگا دیئے

لندن (نیٹ نیوز) توہین رسالت پر مبنی کارٹونوں کی اشاعت کے خلاف احتجاج کرنے والے ہیکروں نے ڈنمارک اور یورپی ممالک کی دو ہزار سے زائد ویب سائٹوں کو مسخ کر دیا ہے۔ ان حملوں میں انہوں نے ویب

صفحہ 8 پر بقیہ نمبر 48

بقیہ 48: ویب سائٹس مسخ

سائٹس کے پہلے صفحات تبدیل کر دیے ہیں اور اب ان صفحات کی بجائے اسلامی پیغامات ملتے ہیں یا پھر پیغمبر اسلام کے خاکوں کی مذمت کی گئی ہوتی ہے ہیکروں کے حملوں پر نظر رکھنے والے ایک گروپ زون ایچ کے مطابق ان حملہ آوروں میں مختلف ہیکرز گروپوں کے ساتھ ساتھ انفرادی سطح پر بھی لوگ شامل ہیں زون ایچ نے مزید کہا کہ اگرچہ زیادہ تر ہیکروں نے معتدل قسم کے پیغامات چھوڑے ہیں۔ تاہم ان میں کچھ پیغامات ایسے بھی ہیں جن میں کارٹونوں کی اشاعت کے خلاف پرتشدد احتجاج کیلئے کہا گیا ہے گروپ زون ایچ کے بانی اور سربراہ رابرٹو پریٹی نے کہا ہے کہ انہوں نے اتنی قلیل مدت میں کسی ویب سائٹ کو مسخ کرنے کے اتنے زیادہ واقعات اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھے۔

افغانستان: توہین آمیز کارٹون کے خلاف مظاہرے میں شریک 41 پاکستانی ورکرز گرفتار

کابل (آن لائن) افغانستان میں توہین آمیز کارٹون کی اشاعت کیخلاف احتجاجی مظاہرے کے دوران مظاہرین میں اشتعال پیدا کرنے کے [illegible] الزام میں 41 پاکستانی ورکرز کو

صفحہ 8 پر بقیہ نمبر 49

بقیہ 49: پاکستانی ورکرز گرفتار

گرفتار کر لیا گیا۔ افغان صوبے زابل کے ترجمان گلاب شاہ علی خیل نے کہا کہ یہ مظاہرہ پر امن تھا لیکن ہمارے پاس یہ ثبوت موجود ہیں کہ اس مظاہرے کو پرتشدد بنانے میں یہ افراد ملوث تھے۔ انہوں نے کہا کہ گرفتار کئے گئے پاکستانیوں کو ان کے ایک سعودی باس سمیت گرفتار کیا گیا ہے۔ افغان وزارت دفاع کے ترجمان نے کہا کہ قلات کے احتجاجی مظاہرے کو پرتشدد بنانے میں پاکستانی ورکر ملوث تھے۔

جماعت اہلسنت نے تحفظ ناموس رسالت ریلیاں نکالنے کا اعلان کر دیا

نارووال (نامہ نگار) یورپی ممالک کے اخبارات میں سرکار دو عالم ﷺ کے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کیخلاف شدید احتجاج کے لئے جماعت اہلسنت نے تحفظ ناموس رسالت ریلیاں منعقد کرنے کا اعلان کیا ہے جس کے مطابق مرکزی جامع مسجد شاہ جماعت ریلوے روڈ سے 13 فروری بعد نماز ظہر مرکزی جامع مسجد نور چھپال روڈ شکر گڑھ سے 15 فروری بعد نماز ظہر ریلیاں نکالی جائیں گی۔ ضلع بھر سے علماء مشائخ، وکلاء، طلباء، تاجر، دانشور، سیاسی، سماجی رہنما بھرپور شرکت کریں گے۔

APNS — تصدیق شدہ اشاعت — ABC — آڈٹ بیورو آف سرکولیشن سے
روزنامہ تجارت سرگودھا
ایڈیٹر: جمیل اطہر
جرأت — اخبار خواتین — ویمن ٹائمز
جلد 19 — صفحات 8 — قیمت 5 روپے — شمارہ 33

اخبارات کو کسی مذہب کی توہین کا حق حاصل نہیں: 52 فیصد برطانوی مسلمان

53 فیصد مسلمانوں کے مطابق یہودی کمیونٹی کا برطانیہ کی خارجہ پالیسی پر بہت اثر و رسوخ ہے

7 فیصد کے نزدیک برطانیہ میں خودکش حملوں کا جواز جبکہ 77 فیصد کے نزدیک کوئی جواز نہیں

لندن (آصف محمود سے) برطانوی اخبار دی ٹائمز کے ایک سروے سے انکشاف ہوا ہے کہ برطانیہ کے دو تہائی مسلمانوں کا کہنا ہے کہ مسلمان آزادی اظہار رائے کا اصول اور اخبارات کے کارٹون شائع کرنے کا اصول تسلیم کریں لیکن ان کے نزدیک اخبارات کے ایڈیٹروں کو

صفحہ 8 پر بقیہ نمبر 3

ڈینش سفارتخانے کے باہر مظاہرہ کرنیوالوں کے خلاف کارروائی کی حمایت کرینگے: برطانیہ

ڈنمارک کی حکومت کے ساتھ ہیں' سفارتخانوں پر حملوں کا کوئی جواز نہیں

مظاہرین کا رویہ ناقابل قبول ہے' خوشی ہے کہ کارٹون برطانیہ میں شائع نہیں ہوئے: وزیر داخلہ

لندن (نمائندہ خصوصی) برطانوی وزیر داخلہ چارلس کلارک نے کہا کہ برطانوی حکومت لندن میں موجود ڈنمارک کے سفارتخانے کے باہر مظاہرہ کرنے والوں کیخلاف پولیس کی کسی بھی کارروائی کی حمایت کرے گی۔ برطانوی دارالعوام میں جاری کئے جانے والے بیان میں انہوں نے کہا کہ پولیس اور پراسیکیوشن حکام چھان بین کر رہے ہیں کہ ان مظاہرین کے خلاف انفرادی طور پر کیا کارروائی ہو سکتی ہے۔ اگر پولیس اس نتیجے پر پہنچی کہ قانون توڑا گیا ہے تو ان کیخلاف کارروائی

صفحہ 8 پر بقیہ نمبر 7

ناموس رسالت کی حفاظت ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت قابل مذمت ہے' ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن سرگودھا

سرگودھا (نامہ نگار) ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن کے اجلاس میں جسکی صدارت چوہدری نصیر احمد چیمہ اور سیکرٹری کے فرائض سیکرٹری ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن سید طیب حسین شیرازی نے انجام دیئے۔ متفقہ طور پر ایک قرارداد منظور کی گئی کہ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت سے مسلمانوں کے جذبات بری طرح مجروح ہوئے ہیں۔ ہم اس فعل کی پرزور مذمت کرتے ہیں۔ یہ امر باعث افسوس ہے کہ ڈنمارک کے وزیراعظم کی طرف سے توہین رسالت کے مرتکب اخبار کے خلاف کارروائی نہ کرنے کا اعلان مذہب اسلام کے خلاف انکی منافقت کو واضح کر رہا ہے۔ حکومت توہین رسالت کے اس افسوسناک واقعہ کے خلاف محض کسی زبانی احتجاج کی بجائے سیاسی سفارتی محاذ پر ٹھوس اقدامات کرے اور او آئی سی کے پلیٹ فارم سے مسلم ممالک کے ساتھ مل کر عملی اقدامات کرے کیونکہ یہ مسئلہ مسلمانوں کی غیرت و حمیت کا مسئلہ ہے۔ حضور نبی اکرمؐ کے ناموس کی حفاظت ہم سب مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے۔

حکومت ڈنمارک سے تمام سفارتی تعلقات ختم کر دے: انجمن طلبہ اسلام

بھیرہ (نامہ نگار) انجمن طلبہ اسلام کے ڈویژنل ناظم جاوید اقبال کھارا، محمد امیر القادری، صاحبزادہ محسن شاہ جمال اور صاحبزادہ طاہر سلطان نے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ پوری ملت اسلامیہ توہین آمیز خاکوں پر احتجاج کر رہی ہے۔ ناموس رسالت کے پروانے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے بے تاب ہیں۔ مگر حکومت پاکستان اس مسئلے پر اپنی کمزوری کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ حکومت پاکستان ڈنمارک سے تعلقات ختم کر کے غیرت ایمانی کا ثبوت دے۔

بقیہ 3: برطانیہ سروے

حق حاصل نہیں کہ ایسے کارٹون شائع کر کے حدود سے تجاوز کریں اور کسی مذہب کی توہین کریں۔ سروے کے مطابق 58 فیصد (اٹھاون فیصد) مسلمانوں کی رائے ہے کہ برطانیہ میں یہودی کمیونٹی اسرائیل کا دفاع کرتی ہے خواہ اسکے اقدامات صحیح یا غلط ہوں۔ 57 فیصد مسلمانوں کے نزدیک یہودی کمیونٹی کو فلسطین کے عوام کو درپیش مسائل کا احساس نہیں۔ 53 فیصد مسلمانوں کا کہنا ہے کہ یہودی کمیونٹی کا برطانیہ کی خارجہ پالیسی پر بہت اثر رسوخ ہے۔ 46 فیصد کے نزدیک یہودی کمیونٹی اور فری میسن مل کر میڈیا اور سیاست کو کنٹرول کرتے ہیں۔ 37 فیصد کے نزدیک یہودی مشرق وسطیٰ میں انصاف کیلئے صحیح پارٹنر ہے جبکہ 35 فیصد کی مخالف رائے ہے۔ 52 فیصد برطانوی مسلمانوں کے نزدیک اسرائیل کو قائم رہنے کا حق ہے جبکہ 30 فیصد کے نزدیک یہ حق نہیں۔ 7 فیصد کے نزدیک برطانیہ میں خودکش حملوں کیلئے حالات کا جواز ہے جبکہ 77 فیصد کے نزدیک کوئی جواز نہیں۔ 16 فیصد کے نزدیک اسرائیل میں خودکش حملوں کا جواز ہے جبکہ 66 فیصد کے نزدیک کوئی جواز نہیں جبکہ ایک الگ سروے کے مطابق 63 فیصد عام ووٹروں کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کی توہین کرنے والے کارٹون شائع کرنے کا آزادی اظہار رائے کے حوالے سے کوئی جواز نہیں جبکہ 37 فیصد کے نزدیک اسکا جواز ہے۔

بقیہ 7: چارلس کلارک

ضرور ہو گی اور حکومت اس کارروائی کی حمایت کرے گی۔ ڈنمارک کی حکومت تشدد کی مزاحمت کر رہی ہے اور برطانیہ ان کے ساتھ ہے کیونکہ سفارتخانوں پر حملوں کا کوئی جواز نہیں۔ چارلس کلارک نے کہا کہ توہین رسالت پر انہیں مسلمانوں کی دلآزاری کا ادراک ہے لیکن آزادی اظہار رائے کا دوسروں کے نقطہ نظر خصوصاً مذہبی عقائد پر بھی ہونا چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ مظاہرین کا رویہ ناقابل قبول ہے ہمیں انہیں اس بات پر خوشی ہے کہ یہ کارٹون برطانیہ میں شائع نہیں کئے گئے۔ وزیراعظم ٹونی بلیئر کے دفتر نے کارٹونوں پر احتجاج کے حوالے سے ایک بیان میں کہا کہ حکومت کو توہین رسالت کے کارٹونوں کی اشاعت پر ہونے والی مسلمانوں کی دلآزاری کا احساس ہے اور اس پر افسوس بھی ہے۔ آزادی اظہار رائے کا استعمال ہمیشہ مذہبی عقائد کے حوالے سے ہونا چاہئے لیکن یورپی سفارتخانوں اور ڈنمارک کے خلاف تشدد کا کوئی جواز نہیں اور اس پر حملے ناقابل قبول ہیں۔

غلامیٔ رسول میں موت بھی قبول ہے
شہید عامر چیمہ ساروکی میں سپرد خاک

شمع رسالت کے پروانے پابندیاں توڑتے ہوئے صبح سے ہی ساروکی پہنچنا شروع ہو گئے، جماعت اسلامی نے ملک بھر میں غائبانہ نماز جنازہ کروانے کا اعلان کر دیا

شہید کے آخری دیدار کیلئے لوگ شدید گرمی میں گھنٹوں کھڑے رہے [illegible]

لاہور، وزیر آباد، گوجرانوالہ (جنرل رپورٹر، نمائندہ خصوصی) جرمنی میں شاتم رسول اخبار کے ایڈیٹر پر چھری سے حملہ کرنے کے الزام [illegible] جرمنی پولیس کے ہاتھوں گرفتار ہو کر جرمنی کی جیل میں [illegible] شہید ہونے والے وزیر آباد تحصیل کے گاؤں موضع ساروکی کے پروفیسر نذیر احمد چیمہ کے صاحبزادے عامر عبدالرحمن چیمہ کی میت آج دوپہر لاہور سے بذریعہ ایمبولینس موضع ساروکی لائی گئی جہاں پروفیسر نذیر احمد شہید کے والد نے عاشق رسول جانشین غازی علم دین شہید عامر عبدالرحمن چیمہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ میں ایک اندازے کے مطابق دو لاکھ سے زائد لوگ موجود تھے۔ نماز جنازہ میں گوجرانوالہ، گجرات، سیالکوٹ، جہلم، گوجر خان، راولپنڈی، لاہور، قصور، منڈی بہاؤالدین کے علاوہ دیگر اضلاع کے تمام چھوٹے بڑے شہروں کے دو لاکھ

باقی صفحہ 7 بقیہ نمبر 64

کے قریب لوگوں نے شرکت کی۔ [illegible]

Daily JINNAH LAHORE

روزنامہ جناح لاہور

صدر مشرف نے اپنے خطاب میں عامر چیمہ کے حوالے سے کوئی ذکر نہیں کیا

لاہور (سٹاف رپورٹر) صدر جنرل پرویز مشرف نے شہید عامر چیمہ کے حوالے سے اپنے خطاب میں ایک لفظ نہیں بولا اور نہ ہی صحافیوں کے باوجود اس سے متعلقہ سوالات کا جواب [illegible] یونیورسٹی کی تقریب سے خطاب کے بعد صحافیوں نے ان سے بات کرنا چاہی تو وہ [illegible] کر آگے بڑھ گئے کہ چائے پر بات ہو گی۔ صدر کے باہر نکلتے ہی سیکورٹی والوں نے حصار بنا لیا اور صدر اپنی گاڑی کا دروازہ [illegible] یونیورسٹی سے روانہ ہو گئے۔

عامر چیمہ نے امت مسلمہ کا سر فخر سے بلند کر دیا: تحریک ناموس رسالت

عاشق رسول ﷺ شریعت کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا، واقعہ میں ملوث عناصر کے خلاف کارروائی کی جائے

منڈی احمد آباد (نمائندہ خصوصی) عامر چیمہ نے گستاخ رسول پر حملہ کر کے امت مسلمہ کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔ غازی علم دین شہید کی روح خوش ہو رہی ہے۔ [illegible] عاشق رسول ﷺ شریعت کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا، واقعہ میں ملوث عناصر کے خلاف کارروائی کی جائے۔ عوامی حلقوں کا پرزور مطالبہ۔ تفصیلات کے مطابق گزشتہ روز تحریک ناموس رسالت ﷺ کے زیر اہتمام ایک احتجاجی اجلاس منعقد ہوا جس میں تحریک ناموس رسالت کے صدر حاجی محمد اعظم، خورشید میاں محمد اسلم [illegible] جنرل سیکرٹری [illegible] اور صحافی و مذہبی تنظیموں کے نمائندوں نے شرکت کی۔ [illegible]

اسرار بہار شاہ، حافظ عباس قادری، قاری محمد آصف، محمد عرفان نے کہا کہ عامر چیمہ اسلام کا ہیرو ہے جس نے حضرت خباب اور غازی علم دین شہید کے مشن کو آگے بڑھایا ہے۔ نازیوں کے ظلم و ستم کے باوجود اپنے درست موقف پر ڈٹا رہا۔ جس نے اپنے عمل سے اس پر آشوب دور میں احساس بیدار کیا ہے۔



گوجرہ (نامہ نگار) نوجوان طالب علم عامر چیمہ نے ناموس رسالت ﷺ کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کر کے امت محمدیہ ﷺ کا سر فخر سے بلند کر دیا۔ شہید عامر چیمہ کو شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے جماعت اہلسنت کے علماء کرام قاری نور احمد، رانا طارق محمود، سید

عامر چیمہ شہید کی نماز جنازہ میں کسی حکومتی شخصیت نے شرکت نہیں کی

لاہور (نامہ نگار) عامر چیمہ شہید کی آبائی گاؤں ساروکی چیمہ میں نماز جنازہ اور تدفین کے موقع پر وفاقی یا صوبائی حکومت کی کسی قابل ذکر شخصیت نے شرکت نہیں کی۔ جبکہ مختلف مذہبی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے رہنماؤں، عام شہریوں اور مختلف سماجی تنظیموں کے لوگوں کی کثیر تعداد اس موقع پر موجود تھی۔

لاہور، کراچی، راولپنڈی، اسلام آباد سے بیک وقت شائع ہونے والا قومی اخبار

روزنامہ لاہور

Daily DIN Lahore

عامر چیمہ کو خواہش کے مطابق جنت البقیع میں دفن کیا جائے: عقیل ظہیر

پسرور (نمائندہ خصوصی) عامر چیمہ شہادت کے رتبہ پر فائز ہو کر آج عالم اسلام کے مسلمانوں کیلئے مشعل راہ بن گیا ہے۔ اس مرد حق کی میت کو ساروکی وزیر آباد سے نکال کر آخری خواہش کے مطابق جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔ ان خیالات کا اظہار ناظم [illegible] علامہ عقیل احمد ظہیر نے اپنے ایک بیان میں کیا۔

عاشق رسول عامر چیمہ شہید کا ختم قل ساروکی میں ادا کیا گیا، ہزاروں افراد نے شرکت کی

امت مسلمہ کی ماؤں کی گود آج بھی غازی علم دین جیسے سپوتوں سے ہری بھری ہے

[illegible]

عاشق رسول عامر چیمہ شہید کی رسم قل گزشتہ روز ان کے گاؤں ساروکی میں ادا کی گئی جس میں جماعت اہلسنت، انجمن طلباء اسلام، شباب ملی، جماعت اسلامی اور دیگر مذہبی و دینی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے کارکنان کے علاوہ گرد و نواح کے ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ اس موقع پر شہید کے ایصال ثواب کیلئے نعت خوانی ہوئی، قرآن خوانی کی گئی۔ اس موقع پر اجتماع عام سے خطاب کرتے ہوئے جمعیت علماء پاکستان پنجاب کے صدر پیر سید محفوظ مشہدی نے کہا کہ امت مسلمہ اس دور کے شدید ترین بحران سے گزر رہی ہے۔ مغرب نے مسلمانوں کیخلاف اپنی دشمنی اور نفرت کے اظہار اور مسلمانوں کے ایمان پر حملہ کرنے کیلئے آنحضورﷺ کی شان میں گستاخی اور توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع کر دیا ہے اور یہ سب کچھ ایسے وقت میں کیا گیا جب امت مسلمہ کی گردنوں پر مغرب نے اپنے ایجنٹ کو مسلط کر رکھا ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ امت مسلمہ متحد ہو کر بے دین حکمرانوں سے

عامر چیمہ کی شہادت، جے یو پی نے جمعہ کو ملک بھر میں احتجاج کا اعلان کر دیا

واقعہ پر حکومتی رویہ افسوسناک ہے، حافظ آباد میں منعقدہ اجلاس میں مرکزی قائدین کی شرکت

حافظ آباد (بیورو رپورٹ) مرکزی جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی و صوبائی قائدین نے عامر چیمہ شہید کی رسم قل میں شرکت کے بعد حافظ آباد میں جے یو پی کے مرکزی نائب صدر صاحبزادہ پیر سید مشرف حسن شاہ حافظ آبادی کی رہائش گاہ پر اعلیٰ اجلاس میں آئندہ جمعۃ المبارک کو ملک بھر میں یوم احتجاج منانے کا اعلان کر دیا۔ اجلاس جے یو پی کے مرکزی صدر اور ممبر قومی اسمبلی صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ اس میں کہا گیا کہ جرمن حکومت نے جس سفاکانہ انداز میں عامر چیمہ شہید پر کئے گئے تشدد کو خودکشی کے طور پر پیش کیا ہے مرکزی جے یو پی اس کو مسترد کرتی ہے۔ بعد ازاں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم نے کہا کہ دنیائے اسلام کے ہیرو عامر چیمہ شہید کی شہادت پر ہماری حکومت نے جو رویہ اختیار کیا ہے وہ قابل مذمت ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں بڑھتی ہوئی قتل و غارت جاگیرداروں حکمرانوں کے منہ پر طمانچہ ہے جو حکومت سیمنٹ اور چینی کی قیمتوں کو کنٹرول نہ کر سکے اسے عوام پر حکمرانی کا کوئی حق نہیں۔ اس موقع پر جماعت اہلسنت پنجاب کے نائب صدر پیر سید فدا حسین شاہ نے بھی جے یو پی میں شمولیت کا اعلان کیا۔ پریس کانفرنس سے صوبہ پنجاب کے صدر علامہ محفوظ مشہدی، نائب صدر صاحبزادہ غلام مرتضیٰ شاہ، صوبہ سندھ کے صدر علامہ غلام محمد سیالوی، بلوچستان کے سیکرٹری جنرل مولانا وزیر القادری، پنجاب کے جنرل سیکرٹری میر سید اقبال شاہ [illegible] کے صدر سید شعیب حسن شاہ، مولانا حیات قادری، صاحبزادہ نصیر احمد اویسی، افضل حسین گیلانی اور صاحبزادہ سید شبیر حسین شاہ نے بھی خطاب کیا۔

عامر چیمہ شہید امت مسلمہ کا ہیرو ہے، غلام رسول صدیقی

عامر شہید کا یوم شہادت قومی دن کی طرح منایا جائے [illegible]

نعمان پورہ (مراسلہ نگار) غازی عامر چیمہ امت مسلمہ کے دلوں کی دھڑکن ہے۔ عامر چیمہ پر قیامت تک عشاقان مصطفیٰ فخر کریں گے۔ حکومت پاکستان جرمن سفارت خانے سے تعلقات منقطع کرے۔ عامر چیمہ امت مسلمہ کا ہیرو ہے۔ عامر چیمہ کی یوم شہادت کو قومی دن کی طرح منایا جائے۔ ان خیالات کا اظہار ممتاز مذہبی سکالر تحریک منہاج القرآن کے امیر علامہ غلام رسول صدیقی نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کیا۔ علامہ غلام رسول صدیقی نے کہا کہ یورپی کتے مت بھولیں کہ ابھی عشاقان مصطفیٰ زندہ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ عامر چیمہ نے پوری امت مسلمہ کی جانب سے قرض چکایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پروفیسر نذیر خوش نصیب ہیں جن کو خدا نے ایسا بیٹا عطا کیا۔ علامہ غلام رسول صدیقی نے کہا کہ ہر دور میں فرعون کیلئے موسیٰ پیدا ہوتے رہے ہیں۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ آج بھی کربلا برپا ہے۔ اس وقت کا یزید منافق نہیں تھا وہ اعلان کر کے میدان میں اترا تھا آج کا یزید منافق ہے کہ وہ چھپ کر وار کرتا ہے۔

عامر چیمہ شہید کی قربانی رائیگاں نہیں جائیگی: مولانا فضل الرحمن

ڈیرہ اسماعیل خان (ثنا نیوز) قومی اسمبلی میں اپوزیشن لیڈر اور متحدہ مجلس عمل کے سیکرٹری جنرل مولانا فضل الرحمن نے اس عزم کا اعادہ کیا (باقی صفحہ 5 بقیہ نمبر 9)

ہے کہ عامر چیمہ شہید کی قربانی رائیگاں نہیں جائے گی۔ یہ قربانی ضرور رنگ لائے گی۔ حکومت شدید عوامی ردعمل سے

تھی اس لیے شہید کی راولپنڈی میں نماز جنازہ اور تدفین کی اجازت نہیں دی گئی۔ حکومت کو اپنے اس اقدام

سے عوام میں اپنی مقبولیت کا اندازہ کر لینا چاہیے۔

روزنامہ
لاہور
Daily DIN Lahore

والد کی اپیل

چیمہ شہید کی رسم قل میں سابق صدر پاکستان محمد رفیق تارڑ بھی شریک ہوئے ان کا تعلق بھی وزیر آباد کے گاؤں میر کوٹ سے ہے اور علاقہ میں کافی رشتہ داری ہے۔ دعا کے بعد شہید کے والد پروفیسر نذیر چیمہ نے اپنے مختصر خطاب میں عوام کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ یہ اللہ کی رضا تھی انہوں نے سیاسی جماعتوں اور مذہبی تنظیموں سے اپیل کی کہ عامر شہید کی شہادت کو ایشو بنانے سے احتراز کریں اور اس کو شہادت نصیب ہوئی ہے اسے سیاست کی نظر نہیں کرنا چاہئے۔



سارو کی چیمہ: عامر چیمہ شہید کے ختم قل سے امیر عالمی تنظیم اہلسنت پیر افضل قادری اور شہید کے والد پروفیسر نذیر چیمہ خطاب کر رہے ہیں

عامر شہید کی رسم قل، 20 ہزار افراد کی شرکت لاہور، پشاور میں غائبانہ نماز جنازہ

رقت آمیز دعا عامر کو 15 ویں صدی کا شہید اعظم قرار دیا گیا علمائے کرام کا خراج عقیدت عالمی تنظیم اہلسنت کو شہید کی قبر پر مزار تعمیر کرنے کی اجازت

رسم قل میں رفیق تارڑ، ظفر الحق، جسٹس (ر) عبدالحفیظ، جسٹس (ر) افتخار چیمہ، پیر افضل قادری، محفوظ مشہدی سمیت اہم شخصیات بھی شریک تھیں

سارو کی میں سخت حفاظتی اقدامات، رسم دسواں راولپنڈی میں کرانے کا اعلان، شہید کی قبر پر رات بھر قرآن خوانی، غائبانہ نماز جنازہ کی اپیل ایم ایم اے نے کی تھی

وزیر آباد، گوجرانوالہ (نمائندہ خصوصی، تفصیل رپورٹر، ہمہ نگار، ایجنسیاں) جرمنی جیل میں تشدد سے شہید ہونے والے عامر چیمہ کی رسم قل ادا کی (باقی صفحہ 5 بقیہ نمبر 5)

رسم قل

گئی جس میں ایک محتاط اندازے کے مطابق 20 ہزار افراد نے شرکت کی۔ رسم قل میں شرکت کیلئے لوگ صبح سویرے ہی پہنچنا شروع ہو گئے۔ گورنمنٹ ہائی سکول سارو کی کے گراؤنڈ میں قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا تھا۔ دریوں اور شامیانوں ...

صاحبزادہ فضل کریم، صاحبزادہ قصیر احمد، وزیر اوقاف حامد رضا، متبول احمد ملک، شہباز کلیار، ذبیح اللہ ملک، ایم شاہد اولکھ، حاجی شوکت حیات، جسٹس (ر) افتخار احمد چیمہ، صحافی ارشاد صدیقی، محمد خان لغاری کے علاوہ جماعت اہلسنت، اے پی آئی، شباب ملی، جماعت اسلامی کے کارکنوں نے شرکت کی۔ اس موقع پر رقت آمیز دعا کرائی گئی۔ رسم قل میں شریک افراد کو کھانا دیا گیا لیکن اکثریت نے کھانا نہ کھایا اور لوگ دور دراز سے آئے لوگوں کو کھانا کھلاتے رہے۔ پولیس کی بھاری نفری نے علاقہ کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔ علاوہ ازیں سابق صدر رفیق تارڑ اور مسلم لیگ (ن) کے ...

سیاسی جماعتیں میرے بیٹے کی شہادت کو ایشو نہ بنائیں: والد کی اپیل

وزیر آباد (تفصیل رپورٹر) جرمنی میں حرمت رسولؐ پر جان نچھاور کر دینے والے عامر (باقی صفحہ 5 بقیہ نمبر 7)

نے سنبھال رکھے تھے۔ معلوم ہوا ہے عامر کے والد، والدہ اور بہن آج راولپنڈی چلے جائیں گے جبکہ شادی شدہ بیٹیاں اور داماد سارو کی میں موجود رہیں گے اور دور سے آنے والے مہمانوں سے تعزیت وصول کریں گے۔ علاوہ ازیں ایم ایم اے ...



سارو کی: نذیر چیمہ اپنے بیٹے شہید عامر چیمہ کی تدفین کے موقع پر ذرائع ابلاغ کے نمائندوں سے گفتگو کر رہے ہیں۔

عامر چیمہ کے والدین کی مرضی کے بغیر تدفین زیادتی کی انتہا ہے، شبیر سیال

لاہور (خصوصی رپورٹر) پاکستان تحریک انصاف لاہور کے صدر محمد شبیر سیال نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ عامر چیمہ کے جسد خاکی کو ان کے والدین کی مرضی کے بغیر سپرد خاک کیا گیا جو کہ زیادتی کی انتہا ہے۔ عامر چیمہ کی شہادت سے مسلمانوں کا سر فخر سے بلند ہوا ہے۔ عامر چیمہ کی شہادت پر حکومت پاکستان کا باقی صفحہ 7 بقیہ نمبر 48

رویہ قابل مذمت ہے۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ عامر چیمہ کی شہادت پر جرمن حکومت عامر کے والدین سے باضابطہ طور پر معافی مانگے اور شہید کے جسد خاکی کو ان کی وصیت کے مطابق سپرد خاک کیا جائے۔ آخر میں انہوں نے جلوس میں شریک زخمی ہونے والے افراد سے گہرے دکھ کا اظہار کیا۔

عامر چیمہ کی میت گزشتہ روز صبح 9 بجکر 20 منٹ پر لاہور ایئرپورٹ پہنچی

لاہور (نامہ نگار) جرمنی میں شہید ہونے والے عامر چیمہ کی میت گزشتہ روز صبح 9:20 منٹ پر علامہ اقبال ایئرپورٹ پر پہنچی ...

عامر چیمہ کا قتل حکومت پاکستان کی مجرمانہ غفلت کا شاخسانہ ہے: سعد رفیق

شہید کسی مذہبی و سیاسی جماعت کے کارکن نہیں تھے، بے عاشق رسول کی حیثیت سے ہم سب پر بازی لے گئے

لاہور (شاہ نیوز) پاکستان مسلم لیگ (ن) کے مرکزی رہنما و ممبر قومی اسمبلی خواجہ سعد رفیق نے کہا ہے کہ عامر چیمہ کی شہادت پاکستان میں آمریت کی نحوست کا نتیجہ ہے۔ آج پاکستان میں جمہوری باقی صفحہ 7 بقیہ نمبر 50

عامر چیمہ نے شہادت پیش کر کے نئی تاریخ رقم کی ہے، عثمان علی

عاشق رسول نے جان قربان کر کے عالم اسلام کو بیدار کیا ہے، تحصیل ناظم انجمن طلبہ اسلام کا خطاب

للیانی، امر گورایہ (نمائندہ انصاف) عاشق رسول عامر چیمہ نے ناموس رسالت پر اپنی جان قربان کر کے نہ صرف عالم اسلام کا ضمیر بیدار کیا ہے بلکہ غازی علم دین شہید کی یاد پھر سے تازہ کر دی ہے ان خیالات کا اظہار محمد عثمان علی ناظم اے ٹی آئی تحصیل بھوآل نے مقامی صحافی غلام مرتضیٰ بھٹی کی رہائش گاہ پر منعقدہ میلاد النبیؐ کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کیا انہوں نے کہا کہ تحفظ ناموس رسالت کے لئے مسلمانوں کا بچہ بچہ اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے سے دریغ نہیں کرے گا ...

عامر چیمہ کے بارے میں جرمن حکومت جب تک ہمارے 30 سوالوں کے جوابات نہیں دیتی مطمئن نہیں ہونگے: وزیر داخلہ

اسلام آباد (این این آئی) وزیر داخلہ آفتاب احمد خان شیرپاؤ نے کہا ہے کہ جرمنی کی جیل میں شہید ہونے والے عامر عبدالرحمان چیمہ کے بارے میں پاکستانی حکام نے عبوری تحقیقاتی رپورٹ پیش (باقی صفحہ 5 بقیہ نمبر 30)

توہین رسالت ... پنجاب میں مظاہرے ... گرفتار، حافظ محمد سعید ... جمعیت

روزنامہ تجارت
سرگودھا — ایڈیٹر: جمیل اطہر — جرأت — اخبار خواتین — ویمن ٹائمز

ڈنمارک کے اخبار میں شائع ہونے والے خاکے جارحانہ اور اشتعال انگیز ہیں: نیوز ویک

امریکہ مشرق وسطیٰ میں جمہوریت پر جس قدر زور دے رہا ہے، اس کے نتائج اسکی توقعات کے برعکس ہیں

حماس کی کامیابی، حزب اللہ اور اخوان المسلمون کا مزید مستحکم ہونا بش کے تصور جمہوریت کے منافی ہے

بعض مسلمان حلقوں کا خیال ہے کہ اسلام کو مسلسل محاصرے میں لیا جا رہا ہے: اداریے میں اظہار خیال

لاہور (انٹرنیشنل ڈیسک) نائن الیون کے واقعہ کے بعد صدر بش مشرق وسطیٰ میں جمہوریت کے فروغ پر جس قدر زور دے رہے ہیں، اس کے نتائج امریکہ کیلئے الٹ نکل رہے ہیں۔ یہ بات معروف امریکی ہفت روزہ "نیوز ویک" نے اپنے اداریے میں کہی ہے۔ اس ضمن

صفحہ 8 پر بقیہ نمبر 1

روزنامہ جنگ لاہور

بقیہ 1: نیوز ویک

میں جریدے نے فلسطینی انتخابات میں حماس کی کامیابی، لبنان میں حزب اللہ کا مزید مضبوط بننا، عراق میں انکی رجعت پسند مذہبی جماعتوں کا سامنے آنا ہے جن کی اپنی فوج موجود ہے۔ اسی طرح مصر میں اخوان المسلمون مزید مستحکم ہو گئی ہے۔ جریدے نے بش کے سٹیٹ آف دی یونین خطاب کے حوالے سے کہا ہے کہ جمہوریتوں میں جوش و جذبات کی بجائے امید، شہریوں اور پڑوسیوں کے حقوق کا احترام جنم لیتا ہے تاہم اس وعدے میں سوال کیا گیا ہے کہ دنیائے عرب میں جو لوگ اقتدار میں آ رہے ہیں، کیا اس سے یہ توقع کی جا سکتی ہے۔ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کا ذکر کرتے ہوئے جریدے نے لکھا ہے کہ ڈنمارک کے اخبار میں شائع ہونے والے یہ خاکے بلاشبہ توہین کے حامل اور غیر ضروری طور پر اشتعال انگیز تھے۔ جریدے نے مزید لکھا ہے کہ اگر حقہ کرہ اخبار کسی اور مذہب یا فرد کیخلاف اس قسم کے خاکے شائع کرتا تو اگرچہ اس کی بھی لعنت ہوتی اور شاید اخبار کا بائیکاٹ کر دیا جاتا مگر کارٹونسٹ یا متعلقہ اخبار کے ایڈیٹر کی زندگی کم از کم خطرے میں نہ ہوتی۔ جریدے نے لکھا ہے کہ پانچ سال قبل یہ کہا جا رہا تھا کہ سیاسی اسلام ناکام ہو رہا ہے۔ اس ضمن میں مصرین ایرانی انقلاب کی دم توڑتی صورتحال، الجزائر، مصر اور سعودی عرب میں بنیاد پرست گروہوں کی حمایت میں کمی کا ذکر کر رہے تھے مگر اب صورتحال یہ ہے کہ مشرق وسطیٰ بھر میں ہر طرف سیاسی اسلام دکھائی دے رہا ہے۔ جریدے کا کہنا ہے کہ بعض لوگوں کے خیال میں عرب اسرائیل امن عمل کے خاتمے، دہشت گردی کیخلاف جنگ، افغانستان اور عراق میں خونریزی نے اس تصور کو جنم دینے میں مدد دی ہے کہ اسلام کو محاصرے میں لیا جا رہا ہے۔

کلنٹن کی صدر، وزیراعظم سے ملاقات، نازیبا خاکوں کی مذمت، احتجاج مسلمانوں کا حق ہے: سابق امریکی صدر

حکومت اور کلنٹن فاؤنڈیشن کے درمیان پاکستان میں ایڈز کی روک تھام کیلئے معاہدے پر دستخط، اسلام امریکہ میں تیزی سے پھیلتا ہوا مذہب ہے

توہین رسالت، احتجاج شدت اختیار کر گیا، شہر شہر گلی گلی ریلیاں اور جلسے

مغرب مسلمانوں کو کمزور نہ سمجھے بھرپور جواب دیں گے۔ حکومت تمام سفیروں کو واپس بلائے اور یورپی مصنوعات کا بائیکاٹ کرے۔ شرکاء

لاہور (نیوز ڈیسک) توہین رسالت پر احتجاج شدت اختیار کر گیا۔ اس سلسلہ میں شہر شہر اور گلی گلی احتجاجی ریلیاں اور جلسے جاری ہیں۔ شرکاء نے سخت ترین احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ مغرب مسلمانوں کو کمزور نہ سمجھے۔ ان کے غرور اور تکبر کا بھرپور جواب دیا جائے گا۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ حکومت تمام مغربی ممالک سے اپنے سفیر واپس بلائے اور حکومتی سطح پر ان کی تمام مصنوعات کا بائیکاٹ کرے۔ نامہ نگار اوکاڑہ کے مطابق منہاج القرآن اوکاڑہ کے زیراہتمام احتجاجی ریلی نکالی گئی جس میں رکن صوبائی اسمبلی محمد اشرف خان سوہنا، حاجی احسان الحق سابق کونسلر، حاجی بلال حسین، شیخ ناظم محمد افضل شیخ سمیت سینکڑوں افراد نے شرکت کی۔ ریلی کے شرکاء نے احتجاجی بینرز اٹھا رکھے تھے اور گستاخ رسول کے خلاف نعرہ بازی کر رہے تھے۔ دیپالپور سے نامہ نگار کے مطابق ڈنمارک کے اخبار میں قابل اعتراض کارٹون کی اشاعت پر دیپالپور بار ایسوسی ایشن کے صدر میاں سجاد احمد وٹو، جنرل سیکرٹری میاں مرتضیٰ احمد وٹو ایڈووکیٹ، چوہدری ممتاز علی بھٹو، محمد اکرم طاہر ہاشمی، میاں محمد جاوید سکھیرا، محمد جعفر، ندیم قریشی، محمد اکرم کھوکھر ایڈووکیٹس، صدر انجمن تاجران محمد سلیم شیخ، نذیر احمد بھٹی و دیگر تاجروں نے شرکت کی۔ تحریک منہاج القرآن دیپالپور کے سینکڑوں کارکنوں و رہنماؤں نے ایک ریلی نکالی جو منہاج ہائی سکول طارق کالونی سے شروع ہو کر جامعہ روڈ، چوک نمبر 5، غلہ منڈی، ریلی بازار سے گزر کر پرانے لاری اڈا چوک میں ختم ہو گئی۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ نامہ نگار کے مطابق شہر کی مختلف مساجد میں نماز جمعہ کے اجتماعات میں یورپی اخبارات کی اس ناپاک جسارت کی شدید مذمت کرتے ہوئے احتجاجی قراردادیں منظور کی گئیں اور بعد نماز جمعہ شہر کے مختلف علاقوں سے احتجاجی جلوس اور ریلیاں نکالی گئیں۔ مرکزی احتجاجی جلوس کی قیادت جماعت اہلسنت کے رہنما صاحبزادہ فیض الرسول صدیقی نے کی۔ تمام جلوس چوک صدر بازار میں پہنچ کر مشترکہ احتجاجی جلسہ کی شکل اختیار کر گئے۔ حویلی لکھا نامہ نگار کے مطابق حویلی لکھا میں حضور اکرم کے توہین آمیز کارٹونوں کے خلاف ریلی نکالی گئی۔ ریلی شہر کے مرکزی حصہ چوک جامع مسجد شریف سے شروع ہوئی جس میں دیگر مساجد سے علمائے کرام کی قیادت میں نماز جمعہ کے فوراً بعد لوگ اکٹھے ہوئے اور دشمنان اسلام کی اس گھٹیا حرکت کے جواب میں یہ ریلی منور شہید روڈ، پکچر روڈ سے گزرتی ہوئی مرکزی بس اسٹینڈ یادگار چوک میں اختتام پذیر ہوئی۔ گوجرانوالہ نامہ نگار کے مطابق ... کے زیراہتمام زبردست احتجاجی مظاہرہ ہوا۔ مظاہرین نے ... انہوں نے حکومت سے

مطالبہ کیا کہ وہ گستاخی کے مرتکب ممالک سے فوری طور پر نہ صرف سفارتی تعلقات ختم کرے بلکہ ان کی تمام مصنوعات کا مکمل طور پر بائیکاٹ کیا جائے۔ بہاولنگر نامہ نگار کے مطابق تحفظ ختم نبوت بہاولنگر کے زیراہتمام جامع مسجد نور شاہ بازار سے احتجاجی جلوس نکالا گیا جس میں علمائے کرام، تاجروں، آڑھتیوں، پیپلز پارٹی، مسلم لیگ ن، متحدہ مجلس عمل کے کارکنوں نے بھاری تعداد میں شرکت کی۔ گوجرہ نامہ نگار کے مطابق اہلحدیث یوتھ فورس کے زیراہتمام منعقدہ پریس کانفرنس میں مولانا عبدالقادر، عثمان ملک، محمد اسلم، میاں محمد سلیم، مولانا عبدالحئی، قاری عبدالخالق، مولانا عتیق عزیز، سید سرفراز الحسن شاہ، مولانا نیاز علی گوری، محمد تاج بھائی، رانا طارق، ملک محمد ارشد، محمد عرفان، مفتی محمد اسلم، سید مرغوب علی شاہ، میاں افتخار احمد اور میاں محمد اسلم و دیگر مقررین نے مغرب کی کفریہ طاقتوں کی گھٹیا صحافتی حرکتوں کی شدید الفاظ میں پرزور مذمت کی اور کہا کہ روشن خیالی کا درس دینے والے حکمرانوں سے کوئی توقع نہیں لہٰذا عوام غیرت ایمانی کا ثبوت دیتے ہوئے ان کی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ ماموں کانجن نامہ نگار کے مطابق ماموں کانجن میں بھی تحریک منہاج القرآن و پاکستان عوامی تحریک کے سینکڑوں کارکنوں و رہنماؤں نے ایک ریلی نکالی ...

بینرز اور پلے کارڈز اٹھا رکھے تھے جن پر یہ ناپاک جسارت کرنے والوں کے خلاف نعرے درج تھے۔ مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے ملک امیر اختر نے کہا کہ ناموس رسالت پر جان بھی قربان ہے۔ حاصل پور نامہ نگار کے مطابق مقامی بار ایسوسی ایشن حاصل پور کا ہنگامی اجلاس زیر صدارت چوہدری محمد معظم کمل ایڈووکیٹ صدر بار منعقد ہوا جس میں چوہدری محمد صدیق ایڈووکیٹ، چوہدری لیاقت زیب ایڈووکیٹ، غلام حسین صحرائی ایڈووکیٹ، چوہدری محمد معظم کمل و دیگر ایڈووکیٹ، احمد رضوان ایڈووکیٹ نے مغربی میڈیا میں پیغمبر اسلام نبی کریم ﷺ کے توہین آمیز کارٹونوں کی اشاعت پر مغربی میڈیا کی بھرپور مذمت کی۔ عارف والا نامہ نگار کے مطابق عارف والا کے ہزاروں افراد سڑکوں پر نکل آئے۔ اور جماعت اسلامی، ادارہ منہاج القرآن، جماعت اہلسنت، دیوبندی، بریلوی، جمعیت العلمائے اسلام سمیت دیگر جماعتوں نے مشترکہ طور پر نماز جمعہ کے بعد مرکزی جامع مسجد غلہ منڈی سے احتجاجی جلوس نکالا جس کی قیادت تحصیل ناظم میاں نوید طارق، صوفی محمد شہید، ڈاکٹر محمد اکرم، خلیل الرحمن شاہ، قاری شاہد قادری نے کی۔ چیچہ وطنی نامہ نگار کے مطابق مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام جامع مسجد بلاک نمبر 12 سے احتجاجی جلوس نکالا گیا۔ جلوس میں تمام مکاتب فکر کے علماء سمیت ہزاروں شہریوں نے شرکت کی۔ حاصل پور نامہ نگار کے مطابق مختلف سیاسی، سماجی، دینی، طلباء، وکلاء، صحافیوں اور شہریوں نے احتجاجی جلوس نکالا جبکہ لیبر یونین غلہ منڈی، گورنمنٹ ڈگری کالج اور اے ٹی آئی حاصل پور کے زیراہتمام بھی جلوس نکالے گئے۔ جلوس میں شرکاء نے زبردست نعرے بازی اور احتجاج کرتے ہوئے شہر کے مختلف بازاروں سے ہوتے ہوئے میونسپل چوک حاصل پور پر پہنچے جہاں جلوس نے جلسے کی شکل اختیار کر لی۔ بھیرہ نامہ نگار کے مطابق احتجاجی ریلی کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے مفتی شہر صاحبزادہ ابرار احمد گوی، انجمن تاجران بھیرہ کے سرپرست حاجی سیٹھ محمد اصغر، اے ٹی آئی کے ڈویژنل ناظم جاوید اقبال کھارا، محمد امیر القادری، محمد ارشد، منہاج القرآن کے سیا... مرتضیٰ اور توصیف خان نے کہا۔ مقررین نے کہا کہ اسلام دشمن عناصر مسلمانوں کی رواداری کو کمزوری نہ سمجھیں۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ سخت موقف اختیار کرے۔ بھاگٹانوالہ نامہ نگار کے مطابق گورنمنٹ ڈگری کالج بھاگٹانوالہ کی جامع مسجد سے نماز جمعہ پڑھنے کے بعد گستاخ رسول کے خلاف بہت بڑا جلوس نکالا گیا۔ جلوس بازاروں کا چکر لگا کر لاہور روڈ دوموڑ پر ختم ہوا۔

ABC Certified

لاہور، اسلام آباد اور راولپنڈی سے بیک وقت شائع ہونے والا کثیر الاشاعت مستند قومی اخبار

Daily JINNAH LAHORE

روزنامہ جناح لاہور

چیف ایڈیٹر: نرین ملک

جلد 2 | ہفتہ 14 ربیع الثانی 1427ھ، 13 مئی 2006ء، 30 بیساکھ 63

عامر چیمہ کی میت آج لاہور پہنچے گی، ملک بھر میں احتجاجی مظاہرے، ہڑتال

جسد خاکی ساڑھے 9 بجے لاہور پہنچے گا، حکومت کی طرف سے صوبائی وزیر شجاع خانزادہ میت وصول کر کے لواحقین کے حوالے کریں گے، بذریعہ ہیلی کاپٹر آبائی گاؤں ساروکی لایا جائے گا

نماز جمعہ کے اجتماعات میں عامر کو خراج عقیدت، مذمتی قراردادیں، وزیر آباد میں جرمنی کا پرچم نذر آتش، آج بھی ہڑتال کا اعلان، کئی شہروں میں یوم مذمت منایا گیا

عامر چیمہ شہید کے گھر تعزیت کیلئے آنیوالوں کا سلسلہ جاری

رفیق تارڑ، مولانا مسعود الرحمٰن عثمانی، راجہ ظفر الحق، عرفان صدیقی، مولانا عبداللہ شاہ مظہر اور دیگر افراد نے تعزیت کی

گوجرانوالہ (بیورو رپورٹ) عامر چیمہ شہید کے گھر تعزیت کرنے کا سلسلہ تدفین کے چوتھے روز بھی جاری رہا۔ سینکڑوں افراد نے عامر شہید کی قبر پر فاتحہ خوانی کی۔ شہادت کے بعد عامر چیمہ شہید کے گھر آنے والوں میں ملک کی معروف شخصیات سابق صدر پاکستان رفیق تارڑ، مولانا مسعود الرحمٰن عثمانی ملت اسلامیہ، راجہ ظفر الحق، نوائے وقت کے معروف کالم نگار عرفان صدیقی، ناصر فرنٹ پاکستان کے ڈائریکٹر مولانا عبداللہ شاہ مظہر، مولانا ابوالخیر شامل ہیں۔

عامر کی شہادت سے تحریک ناموس رسالت کی منزل قریب آگئی: تبسم اویسی

جس قوم میں عامر چیمہ جیسے سپوت ہوں وہ قوم دنیا کی امامت کے قابل ہوتی ہے: سید تصور الحسن

مذہبی لوگوں پر شدت پسندی تعصب کا الزام لگانیوالے بوکھلا گئے، غلامان رسول تحفظ ناموس رسالت پر یکجا ہیں: محمد سرور

ظفروال (بیورو رپورٹ) عامر چیمہ کی شہادت عاشقان رسول ﷺ کے ماتھے کا جھومر ہے۔ تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے لئے جان دینا قابل فخر اور سرمایہ آخرت ہے۔ جس قوم میں عامر چیمہ جیسے سپوت ہوں وہ قوم دنیا کی امامت کے قابل ہوتی ہے۔ اسلام نے ہمیں اپنے نبی کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر کا حکم فرمایا ہے۔ گستاخ رسول ﷺ واجب القتل اور ملعون ہے۔ ان خیالات کا اظہار معاون کمشنر جیل خانہ جات پنجاب سید تصور الحسن گیلانی نے سلیمیا ہوٹل ظفروال میں شہید ناموس رسالت عامر چیمہ تعزیتی ریفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے تحریک اویسیہ پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ علامہ پیر محمد تبسم اویسی ایم اے سجادہ نشین نارووال نے کہا عامر چیمہ کی شہادت سے قوم جذبہ قربانی سے سرشار ہوئی تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی کامیابی کی منزل قریب آگئی۔ مغرب اور مغرب نواز قوتیں مرعوب ہو گئیں۔ پاکستان میں مذہبی لوگوں پر شدت پسندی اور تعصب کا الزام لگانے والے بوکھلا گئے۔ صوبائی ناظم تعلق جماعت اہلسنت علامہ محمد سرور سلیمیا نے کہا حکومت چاہتی تھی کہ عامر چیمہ کا جنازہ ایوان صدر میں پڑھاتے اور دنیا پر واضح کر دیتے کہ غلامان رسول ﷺ تحفظ ناموس رسالت ﷺ پر یکجا ہیں۔ تعزیتی ریفرنس سے صوفی محمد یعقوب، چیف ایڈیٹر [illegible] فیض رسول اور دیگر نے بھی خطاب کیا۔

دور حاضر میں جبکہ امت مسلمہ انتہائی مخدوش و مقہور حالات سے گزر رہی ہے یورپی غنڈے سید الرسل، نبی کریم ﷺ کے توہین آمیز خاکے شائع کرنے کے بعد دندناتے پھر رہے ہیں۔ جبکہ 56 مسلم ریاستوں کے اقتدار پر مسلط غیرتِ قومی سے عاری افراد پوری دنیا میں ہماری جگ ہنسائی کا باعث بن رہے ہیں، ہر طرف مایوسیوں کی سیاہ رات خیمہ زن ہے، ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی اس حالت زار کو دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ایسی نازک ترین صورتحال میں غازی عامر چیمہ شہیدؒ جیسے فرخندہ فال نوجوان ہی اس ملت بیضا کا سرمایہ ہیں۔ جن کے خون کی سرخی صبح فردا میں رنگ بھر سکتی ہے، جن کے جذبوں کی حرارت کسی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی ہے، جن کی صدائے ہنگامہ خیز صور اسرافیل کا کام دے سکتی ہے، جن کی سلگتی یادیں قوم کی عروق مردہ میں زندگی کی لہر دوڑا سکتی ہیں، جن کی غیرتِ عشق اپنوں اور بیگانوں کی پہچان کرواسکتی ہے۔ ایسے کوہ پیکر اور بلند ہمت لوگ ہی ہماری تاریخ کا قیمتی اثاثہ ہیں۔ جن کی باتوں اور یادوں سے کئی انقلاب جنم لے سکتے ہیں تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ کے ایسے سدا بہار گلابوں کی خوشبو کو دامن قرطاس میں محفوظ کرنا بہت ضروری ہے۔ تاکہ نسل نو ان کی پاکیزہ مہک سے اپنے مشام جاں کو معطر کرکے آمادۂ عمل ہوجائے۔

عزیزم امیر القادری اس لحاظ سے انتہائی خوش بخت ہیں کہ اللہ کریم انہیں ایک سچے عاشق رسول ﷺ کی خدمت میں خراجِ عقیدت پیش کرنے کی سعادت سے نواز رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب مکرم ﷺ کے توسل سے عزیز کی اس کاوش کو قبول فرما کر بیداریٔ امت کا سبب بنائے۔ آمین

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

پیر محمد امین الحسنات شاہ
چیئرمین ضیاء الامت فاؤنڈیشن انٹرنیشنل

اسلامک میڈیا سنٹر۔ دربار مارکیٹ لاہور
فون: 0300 - 9429027, 0321 - 7782331, 0300 - 4385230